گناہوں کے انبار ①

یعنی

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی
خلیفہ و مجاز حضرت حاذق الامت پرتاپ گڑھی (خلیفہ و مجاز حضرت حکیم الامت تھانوی) مہتمم دار العلوم محمدیہ بنگلور

کی مجالس میں سنائے گئے واقعات اور وعیدیں

مرتب
مولانا نعیم احمد قاسمی سری سیتا مڑھی
استاذ شعبہ عربی دو جامعہ دار العلوم محمدیہ بنگلور

مکتبہ طیبہ دیوبند
۲۴۷۵۵۴

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	:	گناہوں کے انبار (جلد اول)
پسند فرمودہ	:	حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی
مرتب	:	مولانا فہیم احمد قاسمی سرسی سیتامڑھی استاذ دار العلوم محمدیہ بنگلور
صفحات	:	304
کتابت وتزئین	:	عبید الرحمٰن قاسمی حبان گرافکس بنگلور
تعداد	:	گیارہ (۱۱۰۰) سو
قیمت	:	
ناشر	:	

﴿مرتب کا مکمل پتہ﴾

RAHEEMI SHIFA KHANA

#248, 6th Cross, Gangondanahalli Main Road,
Nayandhalli Post, Maysore Road
BANGALORE - 560039 (INDIA)
Ph.: 080-23 80000, 23397836/72
www.raheemishifakhana.com
E-mail.: raheemishifakhana@yahoo.com

فہرست

☆☆☆

انتساب
اور
ثواب

بحمد الله تعالیٰ

''گناہوں کے انبار'' جلداول کا انتساب اور ثواب

میرے استاذِ ذی وقار شیخ طریقت محدثِ کبیر علامہ ومولانا حضرت مولانا شیخ محمد وسیم صاحب سنسار پوری دامت برکاتہم شیخ الحدیث جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ شریف کے نام معنون کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ حضرتِ والا کا سایہ عاطفت ہم جیسے ہزاروں خدام پرتادیر قائم ودائم رکھے، اور صحت وتندرستی کے ساتھ آپ کی عمر شریف میں برکت عطا فرمائے، آمین ثم آمین یارب العالمین!

خادم

محمد ادریس حبان رحیمی رشیدی

خانقاہِ رحیمی بنگلور

تأثرات

مولانا حکیم محمد عثمان حبان دلدارؔ قاسمی
ناظم تعلیمات دارالعلوم محمدیہ بنگلور

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

آج اسلامی معاشرہ عجب کشمکش میں مبتلا ہے، روحِ مومن مضطرب، قلبِ مسلم بے چین ہے، دردِ دل کی دواء تو ہے لیکن طبیبِ حاذق غائب ہے، آزادیٔ مذہب کا نعرہ تو ببانگ دہل بلند کیا جاتا ہے، لیکن معاشرے کی فضاء میں حبس پیدا کرکے سانس لینے سے محروم کیا ہوا ہے، غیروں کی کوشش اسلام کا خاتمہ کرنا ہے، مگر افسوس! اپنوں کی لاپرواہی اسلامی معاشرے کو مجروح کررہی ہے۔ آج روئیں تو کس کو روئیں؟ شکوہ کریں تو کس کا کریں؟ اسلام نے تو تہذیب وتمدن، سقافت وشرافت، تاریخ وموعظت اور دین ودنیا سب کچھ عطا کردیا۔ مگر حیف صد حیف! قوم کی اکثریت اپنے اسلاف کی گراں قدر قربانیوں کو بھلا بیٹھی اور اسلامی تعلیمات کے اس روحانی عنصر سے محروم ہوچکی جو اسے غیروں میں ممتاز اور ہر شعبۂ زندگی میں اول رکھتا تھا۔ اسکی جگہ زمانہ جاہلیت کی ان رسوم وبدعات اور اطوارِ خبیثہ نے لے لی جس نے ملت کو منتشر، مضطرب، بے جاں وبے بس، محروم ولاچار اور زوال پذیر بنادیا۔

آہ! کیا کہا جائے؟ یہی کہ تعلیماتِ نبوی ﷺ کو مضبوطی سے تھام لو! درد کا درماں ہوجائے گا۔ تشنگی ختم ہوجائے گی، ظلم وجور کا خاتمہ ہوجائے گا، قتل وغارتگری مٹ

جائے گی، عدل وانصاف کا بول بالا ہوگا، حلال میسر اور حرام سے بچاؤ ہو جائے گا، سکون واطمینان کی زندگی اور کلمۂ شہادت کی موت نصیب ہوگی، رب کی رحمت اور گناہوں کی مغفرت کا در کھل جائے گا۔

یہ سب تو کہا جا رہا ہے، کون سننے والا ہے؟ عمل کے لئے کوئی تیار نظر نہیں آتا، دل نے کہا تو چند سجدے کر لیئے، من میں آیا تو کچھ خیرات کر دی، بھلا لگا تو کچھ مسکراہٹ بکھیر کر چل دیئے، ورنہ ذاتی مصروفیات ہی سے فرصت کہاں؟ جو عمل صالح کی طرف توجہ ہو۔

جی ہاں! صحیح تو ہے ''اعمالِ صالحہ'' تو وہی کرتا ہے جو ''اعمالِ سیات'' سے بچنے والا ہو۔ گناہوں سے بچ جائیں تو دل کی سیاہی ہلکی پڑنے لگتی ہے، نیکی کی کرن پھوٹنے لگتی ہے، عبادات میں مزہ اور رب کے حضور سجدہ دراز ہو جاتا ہے۔ نگاہ خلوص اور تزکیہ قلوب کی دولت حاصل ہوتی ہے، دل یادِ خدا اور زباں درودِ مصطفیٰ سے تر ہونے لگتی ہے۔ پھر اگر ''اعمالِ صالحہ'' کی ترغیب دی جائے تو بندہ غور سے سنتا ہے، دوڑ کر کرتا ہے، مسرت سے مدحت وسلام کہتا ہے۔ ایسے حالات میں نجات اور پروانۂ مغفرت کی امید تو ہے، شفاعت رسول اور جامِ کوثر تک رسائی تو ممکن ہے۔ جنت کی نعمتیں اور دیدارِ الٰہی کی آرزوئیں تکمیل کے قریب ہیں۔ یقیناً یہ سب ممکن اور میسر ہو سکتی ہیں۔

بس ایک نکتہ ہے جو نیکی کی راہ دِکھاتا ہے اور وہ ہے ''گناہوں سے اجتناب''۔

اعمالِ سیات سے کنارہ کشی اختیار کریں تو اعمال صالحات پر عمل آسان ہو جاتا ہے، گناہوں کی سیاہی چھٹ جاتی ہے، تو دل میں نورانی چراغ جل اٹھنے میں دیر نہیں لگتی۔

سچ ہے، شریعت پر دوام اور نیکی پر قیام چاہے مختصر ہو، بڑے بڑے گناہوں کو آنسوؤں پاک کر دیتے ہیں، اور چھوٹے چھوٹے گناہوں سے بچنے کی وجہ سے بڑی بڑی نیکیوں کا کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

مومن سے ایک بار خطا ہوتی ہے تو سو بار ندامت ہوتی ہے۔ اور یہی ندامت گناہوں کو زائل کر دیتی ہے۔

ہیں جو رائج آج رسمِ جاہلانہ جابجا
ہم پناہ چاہتے ہیں تیری اے خدا ہم کو بچا

''گناہوں کے انبار'' اسی ترغیب کی ایک کڑی ہے، جس میں گناہ کی تعریف، اس کی نحوست، اس پر دینی ودنیاوی عذاب، دنیاوی واخروی خسارہ، قرآن وحدیث کی روشنی میں اس سے بچاؤ کی تدابیر اور اس زہر ہلاہل کا اکسیر وتریاق درج کیا گیا ہے، تاکہ ملت کا وہ بڑا طبقہ جو گناہوں کے دلدل میں پھنسا جا رہا ہے باہر نکلنے میں کامیاب ہو سکے۔

زیر نظر کتاب ''گناہوں کے انبار'' مستقل کوئی تصنیف نہیں، بلکہ اس موضوع پر مختلف اہل قلم حضرات کے وہ گراں قدر مضامین ہیں جو مجلس رحیمی میں پڑھے یا سنائے گئے جنہیں محبّ دل نواز نوجوان عالم دین مولانا فہیم احمد قاسمی زید مجدہم نے شیخِ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی حفظہ اللہ تعالیٰ کے حسب الحکم جمع وترتیب دے کر کتابی شکل دی ہے۔ مظامین کے ہمراہ مضمون نگار کا نام حوالہ بھی درج کر دیا گیا ہے تاکہ کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو۔

موصوف کا مرتب کردہ یہ مجموعہ فی الحال دو جلدوں پر مشتمل ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مبارک کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، اور اسے نافع عام وتام فرمائے، ذریعہ آخرت بنائے اور جن حضرات کے مضامین ہیں ان کو بھی اجر عظیم عطا فرمائے، آمین یارب العالمین!

خاکروب آستانہ رحیمی
محمد عثمان حبان دلدار قاسمی
دار العلوم محمدیہ بنگلور کرناٹک

حروفِ فہم وادراک

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم . اَمَّا بَعْد. فَاعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم.یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا قُوْاَنْفُسَکُمْ وَاَھْلِیْکُمْ نَارًا'' اے ایمان والوبچاؤاپنے آپکواوراپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے''۔

سب سے پہلے اس وحدہ لاشریک لہ کا ہزار ہا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہم سب کواولادآدم میں پیدا فرما کراورعقلِ سلیم اورفہم وفراست عطا فرما کرلا محدود احسان عظیم کیااوراس گراں قدر وسیع وبسیط موضوع پرکام کرنے کی جرأت وحوصلہ عطا کیا۔

اس آیت میں عام مسلمانوں کوحکم ہے کہ جہنم کی آگ سے اپنے آپ کوبھی بچائیں اوراپنے اہل وعیال کوبھی پھرنارجہنم کی ہولناک شدت کاذکرفرمایااورآخر میں یہ بھی جواس جہنم کا مستحق ہوگا وہ کسی زورطاقت یاخوشامد یارشوت کے ذریعہ ان فرشتوں کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا جوجہنم پرمسلط ہیں جنکا نام زبانیہ ہے۔لفظ اھلیکم میں اہل وعیال سب داخل ہیں جن میں بیوی، اولاد، غلام، باندیاں یعنی جتنے لوگ ایک انسان کی ماتحتی میں ہیں وہ سب داخل ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ اپنے آپ کو جہنم سے بچانے کی فکر تو سمجھ میں آ گئی کہ ہم گناہوں سے بچیں اور احکامِ الٰہیہ کی پابندی کریں مگر اہل وعیال کو ہم کس طرح جہنم سے بچائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسکا طریقہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو جن کاموں سے منع فرمایا ہے ان کاموں سے ان سب کو منع کرو اور جن کاموں کے کرنیکا تم کو حکم دیا ہے تم ان کے کرنیکا اہل وعیال کو بھی حکم کرو تو یہ عمل ان کو جہنم کی آگ سے بچا سکے گا۔

اس لئے ہر شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی اور اولاد کو فرائض شرعیہ اور حلال وحرام اور جائز وناجائز کے احکام کی تعلیم دے اور اس پر عمل کرانے کیلئے کوشش کرے، اور بعض بزرگوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب میں وہ شخص ہوگا جس کے اہل وعیال دین سے جاہل وغافل ہوں۔

علامہ قرطبی نے الکیا کا قول نقل کیا ہے **وَعَلَيْنَا تَعْلِيْمُ اَوْلَادِنَا وَاَهْلِيْنَا الدِّيْنِ وَالْخَيْرِ وَ مَالَا يُسْتَغْنٰى عَنْهُ مِنَ الْاَدَبِ**، یعنی ہم پر فرض ہے کہ ہم اپنی اولاد اور اہل خانہ کو دین کی تعلیم دیں، اچھی باتیں سکھائیں اور وہ ادب وہنر جس کے بغیر چارہ نہیں اس کی تعلیم دیں۔

ایک اور فرمانِ نبوی ہے **مَا نَحِلَ وَالِدٌ وَلَدًا اَفْضَلُ مِنْ اَدَبٍ حُسْنٍ**۔ کسی باپ نے اپنے بچے کو حسنِ ادب سے بہتر کوئی تحفہ نہیں دیا۔

بچپن سے تربیت کریں

دینی تعلیم اور عملی تربیت کا آغاز بچپن سے ہی ہو جانا چاہیے اوائل عمر میں جو سبق دیا جاتا ہے آخری عمر تک وہ یاد رہتا ہے۔ جس کام کی عادت بچپن میں پڑ جاتی ہے وہ اس کی فطرت ثانیہ بن جاتی ہے۔ جو والدین بچپن میں اپنے بچوں کو اطاعتِ

خداوندی کی طرف راغب نہیں کرتے ان کی اولاد عموماً راہِ حق سے بھٹک جایا کرتی ہے۔ اسی لئے حضور نے امت کو حکم دیا جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس سال کے ہو جائیں اور نماز نہ پڑھیں تو انہیں مار کر نماز پڑھاؤ اور اسی عمر میں ان کی خواب گاہیں جدا کر دو۔

کاش ہم اس فرمانِ خداوندی اور ان ارشاداتِ نبوی کی روشنی میں اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت کی طرف توجہ دیں تو ہمیں اپنے بچوں اور بچیوں سے بے راہ روی اور آوارہ مزاجی کا شکوہ نہ رہے۔

آج کوئی مؤثر حکیمانہ اہتمام نہیں

آج جبکہ درس گاہوں، کالج اور یونیورسٹیوں میں دینی تعلیم وتربیت کا کوئی مؤثر اور حکیمانہ اہتمام نہیں، بلکہ یہ درس گاہیں لادینی نظریات اور ملحدانہ افکار کی رزم گاہیں بن چکی ہیں جب معاشرے کی وہ حس تیزی سے کند ہوتی جارہی ہے جو کسی نازیبا حرکت پر آتش زیر پا ہو جایا کرتی تھی اور ایسا کرنے والے کے خلاف احتجاج کی ایک تیز وتند لہر بن کر ابھرتی تھی، آج جب سینما اور ٹی وی کے مخربِ اخلاق پروگرام رہی سہی کسر بھی نکال دینے کے درپے ہیں، اس سے بھی آگے آج کے دور میں کرکٹ کھیل ایک جادو بھری مصیبت بن کر ہر چھوٹے بڑے، نوجوان بوڑھے، پڑھے لکھے، انپڑھ جاہل گنوار کے دل ودماغ کو بہت تیزی سے متاثر کر رہا ہے جس کی وجہ سے قوم وملت کا ایک بہت بڑا طبقہ بربادی کے دہانے پر ہے اور کسی کو اس کی فکر نہیں۔ اس وجہ سے ماں باپ اور اہل ذمہ کی ذمہ داریاں دوچند ہو گئی ہیں کہ وہ اپنی اولاد اور اپنے ماتحتوں کی سخت نگرانی کریں۔ اور اس سے بھی اہم یہ کہ اپنے حسنِ عمل اور اچھے اخلاق سے ان کے دلوں میں نیکیوں اور بھلائیوں سے والہانہ محبت

پیدا کردیں، اگر ہماری بے حسی کے باعث لادینی کی طوفانی موجوں نے ہمارے گھروں کا مورچہ بھی سر کرلیا تو پھر آنے والی نسلوں کا خدا ہی محافظ ہے۔

مال فی نفسہٖ مطلوب تو ہے

نیز مال فی نفسہ مطلوب تو ہے لیکن آج لوگ دنیا کی حرص اور مال کی بے پناہ محبت کی وجہ سے حلال وحرام کی قید سے آزاد ہو چکے ہیں، ناپ تول میں کمی، جھوٹ اور فریب کے ساتھ دوسروں کی دولت حاصل کرنے کیلئے شریعت اور شرافت کی تمام سرحدوں کو عبور کی جارہی ہے جس کی وجہ سے قحط سالی، فصلوں کی تباہی ایک عام بات ہو چکی ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر جانور نہ ہوتے تو ایسے لوگ ایک ایک بوند پانی کیلئے ترس جاتے اور اللہ ورسول ﷺ کا عہد توڑنے، دین سے بے پرواہ ہونے اور غفلت کی زندگی گذارنے کی وجہ سے ہم مسلمان ظالم حکمرانوں اور ان کی لوٹ گھسوٹ کا شکار ہیں، مسلم حکمراں اور مقتداء ان کے تمام امور کا فیصلہ کسی دنیوی قانون یا اپنی رائے سے کرتے ہیں، حکومتی یا علاقائی سطح پر شریعت کو زندگی کا اصول قرار دیا جانا اور اس پر عمل پیرا ہونا غیر تو غیر مسلمانوں ہی کی نظر میں کٹرپن انسانی آزادی کی پامالی تصور کیا جاتا ہے، جب ایمان اس قدر کمزور ہوجائے تو بزدلی اور دشمنوں کا خوف دلوں میں بیٹھ جانا ایک طبعی امر ہے جسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ کی کتاب کی روشنی میں تمام امور کا حل تلاش نہ کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ دلوں میں باطل قوتوں کا خوف پیدا کردے گا۔

امتِ مسلمہ کی زبوں حالی

نبی کریم ﷺ نے جسے بہترین امت قرار دیا تھا اور وہ دوسروں کی ہدایت کیلئے پیدا کی گئی تھی آج اپنی ہی فکر سے غافل ہے دنیوی چمک دمک اور خواہشات

نفس کی تکمیل میں چاہے جس طرح ہو بیقرار ہے اس طرح ایک ارب سے زائد امت مسلمہ کے آباد ہونے کے باوجود عالم میں فساد برپا ہے، الٰہی قوانین توڑے جارہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنتیں ایک ایک کرکے پامال ہورہی ہیں، مال و دولت کے پیچھے ہلاک ہوئے جارہے ہیں سودی کاروبار عام ہوتے جارہے ہیں، رشوت خوری ایک عام بات بن کر رہ گئی ہے، بے حیائی اور بدکاری کا کھلے عام ارتکاب ہورہا ہے، جنس پرستی کی وبا حکومتی سطح پر ہی عام ہوتی جارہی ہے گناہ کے وسائل بآسانی فراہم ہونیکی وجہ سے ہر عام وخاص اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہے اس وجہ سے دنیا بھر میں عذاب برپا ہے ایسی صورت میں سزا سے بچنے والا کوئی نہیں ہوسکتا، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کیوں ہلاک کردیئے جائیں گے؟ جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ موجود رہیں گے آپ نے فرمایا! ہاں! جب اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والے اعمال کثرت سے ہونے لگیں گے اس وقت نیک لوگ بھی عذاب کا شکار ہوجائیں گے، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ آمین!

گناہوں کے انبار کی اشاعت

”گناہوں کے انبار“ انہی تمام باتوں کی طرف توجہ مبذول کرانے کا ایک بہترین انمول مجموعہ ہے، جس میں گناہ کی تعریف، اس کی نحوست، اس پر دینی و دنیاوی عذاب، دنیاوی واخروی نقصان، اور قرآن وحدیث کی روشنی میں اس سے بچاؤ کی تدابیر اور بھی بہت ساری باتیں جو جائز حدوں کو پار کرنے کی وجہ سے کثیر تعداد میں لوگ گناہوں میں ملوث ہورہے ہیں درج کیا گیا ہے، تاکہ ملت کے ان بڑے طبقات کو جوان گناہوں کے اتھاسمندر میں غوطہ لگارہے ہیں نجات مل سکے۔

موجودہ کتاب ''گناہوں کے انبار'' مستقل کوئی تصنیف نہیں، بلکہ محسن ومربی پیرومرشد شیخِ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی چرتھاولی حفظہ اللہ مدیر دارالعلوم محمدیہ کی خانقاہ رحیمی میں مختلف موقعوں پر سنائے گئے واقعات اور وعیدوں کا مجموعہ ہے جن کو بندہ ناچیز نے جمع وترتیب دے کر کتابی شکل دیا ہے۔ بندہ اس قابل نہیں تھا لیکن جب خانقاہ رحیمی میں یہ واقعات اور وعیدیں سنائی جا رہی تھیں اس وقت میرے ذہن میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ یہ مضامین زمانۂ حال کی مناسبت سے بہت ہی عمدہ ہیں اگر ان کو ترتیب دیکر قوم وملت کے سامنے پیش کیا جائے تو بے حد مفید اور مؤثر ثابت ہوسکتے ہیں لہٰذا ناچیز نے یہ داعیہ لیکر حضرت والا سے اجازت طلب کی تو آپ نے بخوشی اجازت مرحمت فرمادی۔ جزاک اللہ خیر

چنانچہ ہم نے اس گراں قدر وسیع وبسیط موضوع پر کام کرنا شروع کیا اور اللہ کا شکر ہے کہ آج یہ کام پائے تکمیل کو پہونچ رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو اپنی بارگاہ میں بے حد قبول فرمائے اور نافع عام وتام اور ذخیرہ آخرت بنائے اور ساتھ ہی ان تمام حضرات کو جن کے مضامین اس میں شامل ہیں، اجر عظیم اور نعم البدل عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

اس کتاب میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ نگارشات کے ساتھ کسی قسم کی حق تلفی نہ ہو اس لئے ہر عنوان کے ساتھ مضمون نگار کا نام اور حوالہ بھی شامل کردیا گیا ہے۔ اللہ قبولیت سے سرفراز فرمائے آمین یارب العلمین!

طالب دعا

(مولانا) فہیم احمد قاسمی سرسی سیتامڑھی

استاد شعبۂ عربی درجات دارالعلوم محمدیہ بنگلور کرناٹک

مورخہ: ۷رشوال المکرم ۱۴۳۴ھ مطابق ۱۵راگست ۲۰۱۳ء بروز جمعرات

''گناہوں کے انبار''

رہیں دل میں اُن کے جو مستور باتیں، کہا جائے اُنکو کہ اَسرار ہیں
ٹپکتے ہیں آنسو شرم آ کے جو وہی گویا رحمت کی اَمطار ہیں
گناہوں کا نقصاں بتایا کریں، جو نیکوں کا رستہ چلایا کریں
اُنہی کو مرتب کیا جن کا نام رکھا پھر ''گناہوں کے اَنبار'' ہیں

ابن حبان دلدارؔ قاسمی

''بازیاں''

دینِ حق پر جان دینا ہی اصل تھیں بازیاں
درمیانِ جنگ مجاہد کی اذاں تھی بازیاں
حق مٹا دل سے تو اُلٹی ہوگئیں ہیں بازیاں
رہ گئیں سٹہ، پتنگ، تاش و کبوتر بازیاں

ابن حبان دلدارؔ قاسمی

''رونق''

رونقِ ارضِ و سما تیرے نام
زندگی بخش فضا تیرے نام

ظفر انصاری ظفرؔ

''پردہ پوشی''

فقط خدا کو ہے معلوم کون کیسا ہے؟
کسی کے بس کا نہیں روگ نیک و بد کا قیاس
اگر گناہ میں ہوتی ذرا سی بھی بدبو
تو بیٹھ سکتے نہ ہم ایک دوسرے کے پاس

قطعات فیضؔ لدھیانوی

☆☆☆

اسلام اور عالمی امن

مولانا محمد الیاس ندوی رام پوری لکھتے ہیں کہ

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے کلام میں متعدد مرتبہ اس امر کی یقین دہانی کرائی ہے کہ اگر وہ چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک ہی دین پر استوار رکھتا، سب کو ایک ہی امت بنا کر برپا کرتا اور لوگ قیامت تک ایک ہی امت بن کر رہتے لیکن اس نے ایسا نہیں چاہا۔ اس کے برخلاف اس کی منشا یہ رہی کہ اس دنیا میں رنگارنگی رہے تمام طرح کے ادیان رہیں اور تمام طرح کے لوگ بھی۔ بالکل اسی طرح جس طرح رنگ اور نسل کا فرق ہے اور جس طرح زبان اور لہجوں کا فرق ہے، موسموں کا فرق ہے اور علاقوں کا فرق ہے۔ اسی طرح انسانوں کے درمیان دین اور عقیدے کا فرق بھی اللہ کو فطری اور تکوینی تقاضوں کے تحت مطلوب ہے اور یہ سب اس لئے ہے تا کہ اختیار اور پھر آزمائش کا مقصد پورا ہو۔ اگر اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے تکوینی فیصلوں پر سب کو ایک ہی امت بنا دیتا اور سب کے لئے ایک ہی دین کو منتخب فرمالیتا ہے تو آزمائش وامتحان کا مقصد پورا نہیں ہوتا۔ پھر تو کوئی ایک ہی چیز ہوسکتی تھی اسلام یا کفر اور جنت یا جہنم۔ پھر تو دونوں چیزوں کے بیک وقت وجود کا کوئی مطلب ہی

نہیں رہ جاتا۔قرآن نے اختلاف امم کی جو وجہ بتلائی ہے وہ آزمائش بتلائی ہے۔ سورہ مائدہ میں ہے: ''وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلٰكِن لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَا آتَاكُم فَاسْتَبِقُوا الخَيْرَاتِ إِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعاً''. (المائدہ:۴۸)

''اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا۔لیکن اس نے ایسا نہیں کیا اور اس کی حکمت یہ ہے کہ وہ تمہیں آزمانا چاہتا ہے ان تمام شرعی احکام وقوانین میں جو اس نے تمہیں دیئے ہیں۔تو تم نیکیوں کی طرف سبقت کرو اور یاد رکھو کہ تم سب کو آخر کار اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے''۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانی دنیا کی تخلیق کا ایک مقصد: ایک ایسی مخلوق میں اپنا تعارف بھی بتایا ہے جو اللہ کی خلاقیت وربوبیت کو تسلیم کرنے یا نہ کرنے کے لئے خودمختار ہو۔گرچہ قرآن کی آیت کریمہ: ''وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ'' (الذاریات:۵۶) ''میں نے جنات اور انسان کو اپنی بندگی کے واسطے پیدا کیا ہے''۔ سے بظاہر تخلیق انس وجن کا مقصد بندگی محض معلوم ہوتا ہے لیکن یہاں پر یہ نکتہ بھی خاصا اہم ہے کہ انسان کی تخلیق سے پہلے فرشتے موجود تھے جو اللہ تعالیٰ کی رات دن تسبیح بیان کررہے تھے پھر بھی اللہ نے انسان کو پیدا کیا کہ وہ اس کی عبادت کرے۔اس بات کو جاننے کے لئے یہ جاننا ضروری ہے کہ فرشتوں اور انسان کی عبادت میں ایک بنیادی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ فرشتے جبری عبادت کرتے ہیں اور انسان اختیاری عبادت کرتے ہیں۔فرشتے اس بات کے لئے مجبور محض ہیں کہ وہ اللہ کی عبادت کریں اور اس کی حمد وثنا بیان کرتے رہیں لیکن انسان کے سامنے ایسی کوئی مجبوری نہیں اس کو اختیار ہے چاہے تو عبادت کرے اور چاہے تو عبادت نہ کرے۔اس وضاحت سے معلوم ہوا کہ جن وانس کی تخلیق کا مقصد محض بندگی، نہ ہو کر اختیاری بندگی ہے، اور جب ایسا ہے تو ظاہری بات ہے کہ ایسا بھی ضرور ہوگا کہ

کچھ لوگ اپنے اس اختیار کو درست طریقے پر استعمال کریں اور کچھ لوگ اس کو غلط طرح سے استعمال کریں۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ کی عبادت کرنے والے اور عبادت نہ کرنے والے قیامت تک اس دنیا میں موجود رہیں گے۔ دوسرے لفظوں میں کفر اور اسلام ہمیشہ باقی رہیں گے۔ اور جب یہ بات معلوم ہوگئی تو یہ سوال بھی خود بخود پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں کی حیثیت کیا ہوگی دونوں میں سے کون غالب رہے گا اور کون مغلوب۔ اللہ نے جو فطری قوانین بنائے ہیں ان سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے پر غالب اور مغلوب کی حیثیت سے رہیں گے۔ کبھی ایک غالب ہوگا اور کبھی دوسرا۔ بالکل اسی طرح جس طرح اللہ کے نبی ﷺ اور مشرکین کے درمیان جنگوں کا معاملہ تھا کہ فتح اور شکست دونوں کے درمیان دائر رہتی تھی۔ خود قرآن نے اس کی وضاحت کی ہے: **وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ**" (آل عمران:۱۴۰) "ہم زمانے کو لوگوں کے درمیان گردش دیتے رہتے ہیں"۔ یعنی کبھی ایک گروہ کو غالب کر دیتے ہیں اور کبھی دوسرے کو غالب کر دیتے ہیں۔ کبھی ایک کو فتح دیتے ہیں اور کبھی دوسرے کو، کبھی ایک کو سروری دیتے ہیں اور کبھی دوسرے کو۔ ایک دوسری جگہ پر اہل ایمان سے خطاب ہے: "**وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا اَمْثَالَكُمْ**"۔ (محمد:۳۸) "اگر تم نے روگردانی کی، تو اللہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو برپا کرے گا جو تمہاری طرح نہیں ہوگی"۔

یہ تو اللہ کے فطری اور تکوینی قوانین کی بات ہوئی۔ اسکے بعد جو بات آتی ہے وہ اللہ کی منشا اور اسکی پسند کی بات آتی ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو کس گروہ اور کون سے دین کا غلبہ پسند ہے تو اس سلسلے میں قرآن کا صاف صاف اعلان ہے: "**اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا**" (المائدہ:۳) "آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اسلام کو دین کی حیثیت سے پسند فرما لیا"۔

یہاں سر دست یہ بات بھی بخوبی سمجھ لینی چاہئے کہ اللہ کو دین اسلام پسند ہے تو صرف اس لئے پسند نہیں کہ چونکہ وہ اللہ ہے اور مختار کل ہے وہ جو چاہے پسند کرے اس کی مرضی۔ بلکہ اس کی اس پسند میں انسانوں کی بھلائی شامل ہے۔ زمین پر زندگی باقی رکھنے کے لئے جو عقائد، نظریات اور اصولوں کی ضرورت تھی وہ سب اس کی نظر میں تھے اور ہیں۔ لہٰذا اس نے خاص اسی مصلحت کے پیش نظر اسلامی اصول ونظریات اور عقائد کو انسانوں کے لئے پسند فرمایا۔ کیونکہ اسی میں ساری انسانیت کی بھلائی مضمر ہے۔ یہی وہ اصول ہیں جو فطرت کے بھی عین مطابق ہیں اور انسانی نفسیات اور ضروریات کے بھی عین مطابق ہیں۔ اللہ کے جتنے بھی اصول ہیں وہ انسانیت کیلئے سرتاپا رحمت ہیں اور قیامت تک کے لئے رحمت ہیں اسی لئے اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ (الانبیاء:۱۰۷) ''ہم نے تمہیں تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے''۔

ان تمہیدی باتوں سے موجودہ دنیا میں مسلمانوں کے تئیں ایک ایسے لائحہ عمل کا سراغ ملتا ہے جو خود اللہ کو بھی پسند ہے مسلمان بھی اس پر راضی ہیں اور دنیا میں موجود دیگر مذاہب کے لوگوں کو بھی اس سے کوئی پریشانی نہیں۔ وہ لائحہ عمل یہ ہے کہ ایک طرف مسلمانوں کو اللہ کے بنائے ہوئے فطری اصولوں کا بھی پابند ہونا ہے اور دوسری طرف اللہ کی پسند اور رضامندی وخوشنودی کا بھی خیال رکھنا ہے دین کو غالب کرنے کیلئے کوشش بھی کرنا ہے اور دیگر ادیان کا احترام اور ان کو انگیز بھی کرنا ہے۔

یہ بڑی عجیب سی سچویشن ہے اور بہت مشکل ہدف بھی۔ یہ تو بالکل ایسی ہی بات ہوئی کہ کوئی شخص اپنے مدمقابل کو شکست فاش بھی دینا چاہے اور پھر اس کو خوش بھی دیکھنا چاہے۔ بظاہر یہ بڑی عجیب اور دلچسپ سی حالت ہے مگر اللہ کے تمام قوانین میں کسی نہ کسی درجہ میں یہی سچویشن پائی جاتی ہے۔ ذرا فارسی کے اس شعر پر

غور کیجئے۔ جو اللہ کے فطری قوانین اور انسان سے اللہ کے مطالبات کے درمیان پائی جانے والی ایک ایسی ہی سچویشن کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردئی
بازی گوئی کہ دامن ترمکن ہوشیار باش

''پہلے تو مجھے دریا میں ڈبکیاں دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ دیکھو دامن نہ بھگو لینا''۔

ایک طرف تو دین اسلام کو دیگر تمام چھوٹے بڑے مذاہب پر غالب کرنے کا حکم ہے اور دوسری طرف دیگر مذاہب اور ان کے ماننے والوں کو کسی بھی قسم کے صدمات سے دوچار نہ کرنے کا حکم ہے۔ بظاہر یہ ایک عجیب وغریب ٹارگیٹ ہے جو اللہ تبارک وتعالیٰ نے مسلمانوں کے سر رکھا ہے۔ ہاں یہ بالکل عجیب وغریب ضرور ہے مگر ایسا بھی نہیں ہے کہ انہیں یہ ذمہ داری دے کر چھوڑ دیا گیا ہے بلکہ اللہ نے اس عجیب وغریب ٹارگیٹ کو حاصل کرنے کیلئے رہنما ہدایات بھی دی ہیں۔ اگر مسلمان ان کو پیش نظر رکھیں تو یقیناً کامیابی سے ہمکنار ہوں اور وہ عجیب وغریب بات پیدا کرلیں۔ جو ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ اور اللہ نے صرف یہی نہیں کیا کہ انسانوں کو رہنما ہدایات دے کر چھوڑ دیا بلکہ اپنے آخری نبی ﷺ اور ان کے اصحاب کے توسط سے ایسا کر کے بھی دکھا دیا۔ اللہ نے اپنے نبی ﷺ کے اصحاب کو دنیا کے بیشتر حصے پر غلبہ واستحکام دیا اور ان کے ذریعہ امن وامان کی ایسی مثال قائم کروائی کہ اس جیسی مثال دنیا نے نہ اس سے پہلے کبھی دیکھی تھی اور نہ اس کے بعد آج تک دیکھی ہے جب اللہ کا دین غالب تھا تب صرف یہی نہیں تھا کہ صرف مسلمان ہی خوش تھے۔ ان کے جان ومال محفوظ تھے اور ان پر کسی قسم کا سماجی دباؤ نہیں تھا۔ انہیں اخلاقی مرعات حاصل تھیں اور اگر ان پر ظلم ہوتا تھا تو ان کو انصاف ملتا تھا۔

آج کل پر امن بقائے باہم (Coexistance) اور بین المذاہب مذاکرات (Interfaith Dialogue) کی بات بڑی شدومد کے ساتھ اٹھائی جارہی ہے یورپ اور امریکہ کے سیاسی اور مذہبی نمائندے دنیا کے مختلف ممالک کے دوروں پر نکل کھڑے ہوئے ہیں اور وہ ہر جگہ جمہوریت، امن وشانتی، پرامن بقائے باہم اور بین المذاہب مذاکرات کی بات کررہے ہیں۔ اور ڈھکے چھپے انداز یا کبھی کبھی واضح لفظوں میں مسلمانوں اور اسلام کا عندیہ معلوم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ اسلام اس معاملے میں کیا کہتا ہے اور مسلمان لیڈروں کا معاملہ یہ ہے کہ جیسے اندھے کو بٹیر ہاتھ لگ جائے۔ وہ اس بات سے ہی خوش ہیں کہ انہیں انٹرنیشنل میڈیا میں آکر چند لفظ بولنے کا موقع نصیب ہوجاتا ہے اور ان کا اپنا سیاسی یا مذہبی قد اونچا ہوجاتا ہے، یہ جانے اور سمجھے بغیر کہ امریکہ، اسرائیل اور یورپ، جمہوریت، امن، اور دہشت گردی کا شور بلند کرکے اس کے پس پردہ اپنے عزائم کی تکمیل میں جتے ہوئے ہیں۔ یہ ممالک تو یہی چاہتے ہیں کہ دنیا دہشت گردی کے سائے کے پیچھے بھاگتی رہے، پڑھے لکھے اور سمجھ بوجھ رکھنے والے لوگ اسی طرح مذاکرات کرتے رہیں اور مذہبی نمائندے قرآن وحدیث کے بحر بے کراں سے اسی طرح امن وامان، بقائے باہم اور باہمی گفتگو کی موافقت اور دہشت گردی کی مخالفت کے لئے دلیلیں تلاش کرتے رہیں۔

چنانچہ آج کی حالت یہی ہے کہ پوری مسلم دنیا سوالات کے گھیرے میں ہے۔ وہ جواب تلاش کرنے اور جواب دینے میں ہی اپنی صلاحیتیں کھپارہی ہے او راس مصروفیت اور شوروہنگامے کی آڑ میں سپر پاور طاقتیں اپنا شیطانی کھیل کھیل رہی ہیں۔ مسلم دنیا میں روزانہ کے حساب سے سیکڑوں اموات ہورہی ہیں جن میں زیادہ تر بے قصور اور معصوم لوگوں کی جانیں جارہی ہیں۔ بطور خاص جواں سال بچے

روزانہ سینکڑوں کی تعداد میں لقمہ اجل بن رہے ہیں۔ اور باقی دنیا کو نہ صرف یہ کہ اس کا درد نہیں ہوتا بلکہ وہ الٹا یہی سوچتی ہے کہ ؎

خس کم جہاں پاک

جہاں تک پر امن بقائے باہم (Coexistance) اور بین المذاہب مذاکرات (Interfaith Dialogue) کے بارے میں اسلامی تعلیمات کا سوال ہے تو اسلام نہ صرف یہ کہ ان کو تسلیم کرتا ہے، اس قسم کے کھلے ماحول کی حوصلہ افزائی کرتا ہے۔ انسانی بنیادوں پر آپسی رشتوں اور تعلقات کا حامی ہے بلکہ وہ تو ان چیزوں کا زبردست داعی بھی ہے۔ اور اس کی ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس طرح کی کوششوں سے اسلام کو ہی فائدہ پہونچنے والا ہے۔ صلح حدیبیہ میں یہی سب تو ہوا تھا۔ کہ جب یک طرفہ طور پر جنگ بندی کا معاہدہ ہوگیا اللہ کے رسول ﷺ نے مشرکین کی بہت ساری بے سروپا قسم کی شرطیں بھی منظور کرلیں، جنہیں لے کر اجلہ صحابہ بھی فکر مند تھے۔ جنگ بندی کے بعد جب مسلمانوں کا دوسری قوموں کے ساتھ ربط بڑھا تو اسلام کی حقانیت مزید نکھر کر سامنے آئی۔ بدگمانیاں دور ہوئیں اور سچائی واضح ہوگئی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوگئے تو دنیا جتنی زیادہ پر امن ہوگی، آپسی رشتوں میں جتنی زیادہ خوشگواری ہوگی۔ ایک دوسرے کے ساتھ مل بیٹھنے اور بات چیت کرنے کی جتنی زیادہ آزادی ہوگی طبیعتوں میں جتنی زیادہ آمادگی ہوگی، تعصّبات اور دشمنیاں جتنی زیادہ کم ہوگی اسلام کو پھلنے پھولنے کے اتنے ہی زیادہ مواقع حاصل ہوں گے۔

شریعت میں دو اصطلاحی لفظ ہیں اسلام اور ایمان، ایک کا مادہ ''سلم'' ہے اور دوسرے کا ''امن'' اور ان دونوں کے ایک ہی معنی ہیں، یعنی امن وسلامتی، اسی طرح مسلمانوں کے تعارف کے لئے بھی دو لفظ استعمال کئے جاتے ہیں، ''مسلم'' اور

''مومن''، جو پہلے دولفظوں ہی سے مشتق ہیں اوران کے معنی بھی تقریباً وہی ہوتے ہیں یعنی امن وسلامتی ہی کے دوسرے دونام ہیں 'اسلام' اور 'ایمان'۔ اوراسی طرح جوشخص خوداپنی اور دوسروں کی سلامتی چاہتا ہے وہ ''مسلمان'' ہے اور جوخوداپنے لئے اوردوسروں کے لئے ''امن'' چاہتا ہے وہ ''مومن'' ہے۔

پرامن بقائے باہم (Coexistance) کے سلسلے میں قرآن کی ہدایات نہایت صاف اورواضح ہیں چند تعلیمات درج ذیل ہیں:

ا۔ ''لاَ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَد تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ'' (البقرہ:۲۵۶) ''دین میں کسی طرح کی کوئی زبردستی نہیں۔ اب ہدایت گمراہی سے واضح ہوچکی ہے''۔

۲۔ ''لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ''. (الکافرون:۶)

''تمارے لئے تمہارا دین ہے اورمیرے لئے میرادین''۔

۳۔ ''وَلاَ تَسُبُّواْ الَّذِيْنَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللّهِ فَيَسُبُّواْ اللّهَ عَدْواً بِغَيْرِ عِلْمٍ'' (سورہ انعام:۱۰۸)

''جولوگ اللہ پرایمان نہیں رکھتے، ان کے خداؤں کو برامت کہو، نہیں تو وہ بھی نادانی اوردشمنی میں اللہ کو براکہیں گے''۔

اس سے بڑھ کر پرامن بقائے باہم (Coexistance) کی تعلیمات اور کیا ہوسکتی ہے۔ ان دونوں آیتوں کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام کی تبلیغ میں کسی قسم کی کوئی زبردستی جائز نہیں۔ اورویسے بھی ایمان وہی معتبر ہوتا ہے جس میں قلبی اطمینان شامل ہو۔ اگرکسی کوزبردستی مسلمان بنا بھی لیا گیا اوراس نے ظاہراً کلمہ پڑھ بھی لیا اوروہ دل سے مسلمان نہیں ہوا تو اس کا مسلمان ہونا یا نہ ہونا دونوں برابر ہے۔

بین المذاہب مذاکرات (Interfaith Dialogue) کے سلسلے میں بھی قرآن کی تعلیمات صاف اورواضح ہیں۔ یہ دوآیتیں دیکھئے:

۱- تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ" (آل عمران)

"آؤ ہم سب ایک ایسے 'کلمہ' پر اتفاق کرلیں جو ہمارے درمیان برابر ہے (یعنی پہلے ہی سے تسلیم شدہ ہے) اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے بجائے ہم خود آپس ہی میں ایک دوسرے کو معبود نہ بنالیں"۔

۲- اُدْعُ إِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِیْ هِیَ أَحْسَنُ (النحل:۱۲۵) "اپنے رب کے راستے کی طرف لوگوں کو بلاؤ انتہائی دانشمندی اور ہمدردی کے ساتھ اور ان کے ساتھ بہتر طریقے پر مباحثہ (Dialogue) کرو"۔

پہلی آیت میں دنیا کے تمام انسانوں کو ان مشترک باتوں اور ان مسلمان کی دعوت دی جارہی ہے جن کے قبول کرنے میں کسی کو کوئی عار نہیں۔ جب کہ دوسری آیت میں مسلمانوں کو تلقین کی جارہی ہے کہ وہ اپنی بات دوسروں کے سامنے نہایت حکمت اور موعظت کے ساتھ رکھیں یعنی دانشمندی اور ہمدردی کے ساتھ۔ رہی تیسری بات کہ دہشت گردی (Terrorism) از اول تا آخر اسلام کے خلاف ہے، تو اس سلسلے میں بھی قرآن میں صاف وضاحت ملتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دہشت گردی کہیں سے کہیں تک بھی جائز نہیں۔ قرآن میں ہے:

۱- "مَن قَتَلَ نَفْساً بِغَیْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِیْ الْأَرْضِ فَکَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعاً" (المائدہ:۳۲) "جس نے کسی انسان کو بلاوجہ قتل کیا یا دنیا میں فساد پیدا کیا تو گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کرڈالا۔ اور جس نے ایک انسان کی زندگی بچائی اس نے گویا پوری انسانیت کی زندگی بچالی"۔

۲- ’’وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ‘‘ (القصص:۷۷) ’’اور زمین میں فساد مت پھیلاؤ کیونکہ اللہ فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں فرماتا‘‘۔

دنیا میں کون ایسا شخص ہوگا جو قرآن کی ان صاف صاف وضاحتوں سے مطمئن نہیں ہوگا۔لیکن جب مقصد محض مسلمانوں کو بے کار کے مسائل میں الجھانا ہو جب دنیا کی توجہ اپنی مکروہ اور ظلم و نا انصافیوں پر مبنی پالیسیوں سے ہٹانا ہو۔جب مقصد مسلمانوں کے ممالک کو کمزور کرنا اور ان کے وسائل پر قبضہ جمانا ہو تو اس کو ایک دو تو کیا ہزاروں دلیلوں سے بھی مطمئن نہیں کیا جاسکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سپر پاور طاقتوں اور بطور خاص اسرائیل کے فوائد اسی میں مضمر ہیں کہ دنیا میں انتشار موجود رہے، دہشت گردی کا خوف لوگوں کے ذہن پر ہمیشہ مسلط رہے تا کہ وہ پس پردہ اپنے مذموم عزائم کو عملی جامہ پہنا سکیں۔

اسلام کی تعلیم تو یہ ہے کہ دنیا میں جتنے بھی لوگ ہیں سب اللہ کے بندے ہیں، سب کو اللہ نے ایک ہی جان سے پیدا فرمایا ہے۔ارشاد ہے:’’يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَّنِسَاءً‘‘۔(سورہ نساء:۱)

’’ہم نے تم سب کو ایک جان سے پیدا کیا ہے‘‘۔اس آیت میں عموم ہے اس میں رنگ و نسل اور مذہب و مسلک کی کوئی تخصیص نہیں جو بھی آدم کی اولاد ہے وہ اللہ کا بندہ ہے۔سب انسان ہیں اور اللہ کو سب سے پیار ہے۔اللہ نے قرآن کو ساری انسانیت کے لئے نازل کیا اور اپنے آخری نبی ﷺ کو کل بنی نوع انسانی کی طرف مبعوث فرمایا۔قرآن سب کے لئے ہے اللہ کے رسول ﷺ سب کے لئے ہیں اور موجودہ دنیا کے تمام انسانوں کے لئے قیامت تک اور انفرادی حیثیت سے ہر

انسان کو اپنی موت کے آخری وقت تک ہدایت کا راستہ کھلا ہوا ہے کہ وہ جب چاہے ایک کلمہ کہے اور اللہ کی وسیع رحمتوں کے سائے میں آجائے۔

اسلامی تعلیمات کا اگر بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مذہب اسلام میں جو غالب عنصر پایا جاتا ہے وہ امن وسلامتی کا عنصر ہے۔ خود 'اسلام' کے معنی بھی سلامتی کے ہیں۔ اور یہ سلامتی صرف مسلمانوں کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام بنی نوع انسانی کے لئے ہے بلکہ کل کائنات کے لئے ہے۔ انسان وجن کے علاوہ اللہ کی دیگر مخلوقات، حیوانات، چرند و پرند حتی کہ جمادات بھی اس سلامتی میں شامل ہیں۔ اسلام کو سب کی سلامتی مطلوب ہے اور بظاہر یہ بات بدیہی بھی ہے کہ خود انسان کی سلامتی بھی حیوانات، جمادات اور نبادات کی سلامتی پر موقوف ہے ان کی سلامتی کے بغیر انسان کی سلامتی کوئی معنی ہی نہیں رکھتی۔ جب دنیا ہی محفوظ نہیں ہوگی اور اس میں انسانی غذا کے جو ذرائع ہیں اگر وہی محفوظ نہیں ہوں گے تو انسان کہاں تک محفوظ رہ سکے گا۔ اس لئے اسلام کو انسان کے علاوہ کائنات کے تمام انواع اور اجزاء کی سلامتی بھی مطلوب ہے۔

چونکہ اسلام انسانیت میں یقین رکھتا ہے، وہ انسانی بنیادوں پر ایک دوسرے کا احترام کرنا سکھاتا ہے اور محض انسان ہونے کے ناتے ایک دوسرے کے ساتھ جذبہ خیر سگالی کی تلقین کرتا ہے اسی لئے اس نے عالمی بھائی چارے کی دعوت دی۔ اور یہ بات بھی تو اپنی جگہ ہے کہ جب اسلام کی دعوت ساری دنیا کے لئے ہے تو ظاہر سی بات ہے کہ اسلام کو ساری دنیا سے محبت بھی ہونی چاہئے ورنہ اہل اسلام کس منہ سے اور کس بنیاد پر لوگوں سے کہیں گے: **تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ**" (آل عمران) "آؤ! ہم سب ایک ایسے 'کلمہ' پر اتفاق کرلیں جو ہمارے

درمیان برابر ہے (یعنی پہلے ہی سے تسلیم شدہ ہے) اور وہ یہ ہے کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کریں۔ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں اور اللہ کے بجائے ہم خود آپس ہی میں ایک دوسرے کو معبود نہ بنالیں''۔

اس آیت کو ہم صرف دعوتی نقطۂ نظر سے دیکھتے ہیں اور اسی لئے ہم سب کو اپنی طرف بلاتے ہیں تاہم اس میں دعوتی نقطۂ نظر کے بعد ایک اور نکتہ بھی پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم اس کو تاریخی نقطۂ نظر سے دیکھیں۔ یعنی ابتداء میں تو سب کا دین ایک ہی تھا سب لوگ آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام نبی اور خلیفہ بنا کر دنیا میں بھیجے گئے تھے۔ وہ تو بعد میں لوگوں نے الگ الگ راہیں نکال لیں۔ تو اس آیت میں وضاحت ہے کہ پہلے تو ہم سب ایک ہی 'نقطے' اور ایک ہی 'کلمہ' پر جمع تھے۔ آؤ پھر اسی کلمہ کی طرف لوٹ چلیں۔ اور اسی نقطے پر جمع ہو جائیں۔ قرآن میں ہے: وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّا اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا. (یونس:۱۹) ''لوگ ابتدا میں ایک ہی امت تھے یعنی ایک ہی طریقے پر کاربند تھے۔ بعد میں لوگوں نے اختلاف پیدا کیا اور وہ گروہ در گروہ ہو گئے''۔

ایسے کیسے ہو سکتا ہے کہ ماں اپنے بیٹے کو گرچہ وہ باغی اور سرکش ہو اپنی طرف بلائے اور اس کی آنکھوں میں اس کے لئے محبت اور پیار نہ ہو۔ اسی طرح ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ اسلام دوسروں کو اپنی طرف بلائے اور اس کی نگاہوں میں ان کے لئے پیار نہ ہو، ہمدردی نہ ہو۔ اس کے لہجے میں محبت کے جذبات کی گرمی نہ ہو اور انسیت و اپنائیت کا شائبہ نہ ہو۔ حدیث شریف میں ہے۔ جو شخص اللہ کے اس کنبہ سے محبت رکھے گا اور اس کے ساتھ حسن سلوک کرے گا وہ اللہ کا محبوب ہوگا۔ ارشاد ہے:

اَلْخَلْقُ عَيَالُ اللّٰهِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَى اللّٰهِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰى عَيَالِهٖ .

(البیہقی فی شعب الایمان: ۶/۴۲، رقم الحدیث، ۷۴۴۴)

''تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اس کو اپنی مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبے کے ساتھ بہتر سلوک کرتا ہے''۔

انسان کے ساتھ محبت ومودت کا سلوک کرنے اور اس کی عظمت کا اعتراف کرنے کی آسمانی ہدایت پر درج ذیل حدیث سے بڑھ کر اور کوئی دلیل اور ثبوت شاید ہی مل سکے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں:

ان الله عزوجل يقول يوم القيامة: يا ابن آدم، مرضت فلم تعدني، قال : يا رب ، كيف اعوذك وانت رب العالمين ؟ قال: اما علمت ان عبدى فلانا مرض فلم تعده ،اما علمت انك لو عدته لوجدتني عنده؟ يا ابن آدم ، استطعمتك فلم تطعمني ! قال: يا رب، وكيف اطعمك وانت رب العالمين؟ قال: اما علمت انه استطعمك عبدى فلان فلم تطعمه ؟ اما علمت انك لو اطعمته لوجدت ذلك عندى؟ يا ابن آدم، استسقيتك فلم تسقني، قال: يا رب ! كيف اسقيك وانت رب العالمين؟ قال: استسقاك عبدى فلان فلم تسقه، اما علمت : انك لو سقيته لوجدت ذلك عندى؟. (رواہ مسلم)

''قیامت کے دن اللہ تبارک وتعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری مزاج پرسی نہ کی۔ بندہ کہے گا: اے اللہ تو تو دونوں جہان کا پالنہار ہے، بھلا میں تیری مزاج پرسی کس طرح کرسکتا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے اس بات کا علم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار تھا اور تب بھی تو اس کی عیادت کے لئے نہیں گیا؟ کیا تو یہ نہ جانتا تھا کہ اگر تو اس کی عیادت کو جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا؟ اللہ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا اور تو نے نہ کھلایا، وہ کہے گا: اے

اللہ! تو تو دونوں جہان کا پالنہار ہے، بھلا میں تجھے کیسے کھلا سکتا تھا؟ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تو بھول گیا کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے انکار کر دیا تھا۔ کیا تجھے اس بات کا علم نہ تھا کہ اگر تو اس کو کھانا کھلاتا تو اسے میرے پاس پاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے مجھے پانی نہ دیا تھا، وہ کہے گا: اے اللہ! تو تو دونوں جہان کا پالنہار ہے، بھلا میں تجھے کیسے پانی پلا سکتا تھا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا اور تو نے منع کر دیا تھا۔ کیا تجھے اس کا علم نہیں تھا کہ اگر تو پانی پلاتا تو اس کو میرے پاس پاتا؟"۔

☆☆☆

خوف خدا پر ہونی چاہئے

اسلامی معاشرے کی بنیاد

حیرت ہے کہ آج کا مسلمان جس کا اللہ اور اس کے رسول پر ایمان ہے وہ ڈرتا ہے مال وزر کے زیاں سے، دکھ بیماری اور حادثات سے، حکومت وعدالت اور دنیاوی قانون سے زمین وآسمان کی گردشوں اور موسم کی غیر مناسب تبدیلی اور تغیرات سے، مگر نہیں ڈرتا اللہ کے فرمان سے اس کے قانون اور دستور وآئین سے تو اس کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہوسکتا ہے کہ آج کے مسلمان کا ایمان اللہ، اس کے رسول، اس کی کتاب، یوم آخرت، اچھے برے اعمال اور اس کی جزاء وسزا پر مکمل نہیں، ورنہ مسلمان جھوٹ ہرگز نہ بولتا، غیبت اور چغلخوری ہرگز نہ کرتا، دوسروں کے حقوق اور مال وجائداد کو ہڑپ کر مالدار بننے اور عیش وعشرت کی زندگی جینے پر یقین ہرگز نہ رکھتا، چوری، بے شرمی، بے حیائی، بے ایمانی، قمار بازی، شراب نوشی اور زنا کاری ہرگز نہ کرتا، پڑوسی اور غریبوں کا خیال رکھتا اور کسی ایک مسلمان کو بھی اپنے ہاتھ اپنی زبان اور زور وقوت سے نقصان پہنچانے کی ہرگز نہ سوچتا اور بہ تقاضائے

بشریت اس سے کوئی غلطی اور بھول اگر ہو بھی جاتی تو اللہ کے خوف سے کانپ جاتا، شرمندگی، ندامت اور افسوس سے اس کا سر اوقت جھکا رہتا جب تک کہ اس کی معافی اور مغفرت کی کوئی سبیل نہ پیدا ہو جاتی چاہے اس کے لئے اسے اپنی جان ہی کیوں نہ گنوانی پڑتی۔

آیئے دیکھتے ہیں کہ وہ پکے اور سچے مسلمان جن کا اللہ تعالیٰ پر مکمل بھروسہ اور ایمان تھا انہوں نے اپنی غلیوں اور کوتاہیوں کا ازالہ اور اللہ کے عذاب سے بچنے کا کون سا راستہ اور کون سے طریقے اپنائے اور ان کے پیش نظر کون سی چیز رہتی تھی جس کے لئے وہ جیتے اور مرتے تھے۔

مسلم معاشرے کے موجودہ حالات واقعات کے تناظر میں آیئے آج ذکر کریں اور کچھ سبق لیں اس مسلم معاشرے کے حالات واقعات سے، جس کی بنیاد خالصتہ خوف خدا پر رکھی گئی تھی۔ آج سے چودہ سو سال پہلے قرآن نے اللہ تعالیٰ کے بندوں کو تسلیم و رضا کا ایسا سبق سکھلایا تھا، بندگی اور اطاعت کا ایسا سبق پڑھایا تھا کہ پھر ایمان والوں اور اسلام کے فدائیوں کیلئے یہ ممکن نہ رہا تھا کہ وہ کسی جرم و خطا کے مرتکب ہوتے اور قرآنی سزا سے بچنے کی کوششیں کرتے وہ اعتراف جرم بھی کرتے تھے تا کہ ان کی اخروی زندگی پاک وصاف ہو جائے اور وہ خدا کے روبرو ایک فرمانبردار، پکے اور سچے مسلمان کی طرح حاضر ہوں اور اسکے عذاب سے کسی طرح بچ جائیں، دنیا کی چندروزہ زندگی باقی رہے یا نہ رہے ہمیشہ ہمیش کی زندگی بہر حال سنور جائے۔

قرآن کے روپ میں ان کے سامنے ایک ایسا قانون، آئین اور دستور العمل تھا جس کے ایک ایک لفظ، حروف اور نقطے پر عمل کرنا بلاشبہ ان کیلئے آخرت کی نجات اور سربلندی کا وسیلہ تھا اور یہ بات ان کے امکان سے یکسر خارج تھی کہ وہ کبھی قرآن احکامات سے سرتابی اور روگردانی بھی کر سکتے ہیں۔ انہیں حکم ملا کہ نشہ کی

حالت میں نماز نہ پڑھو انہوں نے جواب میں بیک آواز کہا ہم نے تسلیم کیا، انہیں حکم دیا گیا کہ تم پر شراب حرام کر دی گئی تو شراب کے خم کے خم لنڈھا دیئے گئے اور اب اس معاشرے کا یہ حال تھا کہ وہی لوگ جو شراب کے عادی تھے جوا کھیلنا جن کا محبوب مشغلہ تھا ان تمام برائیوں سے نہ صرف تائب ہوئے بلکہ ان برائیوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور دنیا کو بھلائی اور پاکیزگی کا عدیم المثال سبق بھی پڑھایا۔

ذرا دیکھئے مشہور صحابی حضرت ماعز کو انہیں اپنے قلب روح اور دماغ کو شمع نبوت سے منور کرنے کی سعادت ملی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی مجلسوں میں ایمان وعرفان کے روح نواز نغموں سے ان کے کان پوری طرح سے آشنا تھے، ان کی روح میں اسلام رچا بسا تھا مگر تھے تو وہ آخر ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہی میں سے!!

چنانچہ روایت ہے کہ حضرت ماعز ایک دن دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''حضور! مجھے پاک کیجئے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''جاؤ توبہ کرو اور اللہ سے مغفرت طلب کرو''۔

ماعز واپس ہو گئے اس حال میں کہ ان کی روح کانپ رہی تھی، اس جرم کے تصور سے جس سے ان کا دامن آلودہ ہو چکا تھا، وہ اللہ کی صفت علیم وخبیر اور بصیر سے پوری طرح واقف تھے، اور بخوبی یہ جانتے تھے کہ جو جرم ان سے سرزد ہوا ہے وہ نگاہ خداوندی سے ہرگز بچ نہیں سکتا، اس کی سزا تو بہرحال انہیں ملے گی۔ حضرت ماعز کا دل رو رہا تھا، آنکھوں سے آنسو امڈ رہے تھے اور صبر وقرار اب باقی نہ رہا تھا اس لئے راستے ہی سے لوٹ کر پھر دربار نبوت میں حاضر ہوئے اس حال میں کہ ان کے ہونٹ لرز رہے تھے اور دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئی تھیں عرض کیا:

''یا رسول اللہ ﷺ! مجھے پاک کیجئے''۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''ماعز جاؤ توبہ کرو اور اللہ سے مغفرت طلب کرو''۔

اسی طرح حضرت ماعز جب چوتھی بار وہی سوال لے کر دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے قدرے درشتی کے ساتھ فرمایا:

''ماعز! آخر تجھے کس چیز سے پاک کروں''

تو حضرت ماعز نے عرض کیا:

''یارسول اللہ ﷺ میں زنا کا مرتکب ہوا ہوں''۔

پھر حضور اکرم ﷺ نے ماعز کے بارے میں اس امر کی تحقیق کی کہ انہیں کہیں جنون کی بیماری تو لاحق نہیں۔ پتہ چلا کہ وہ پوری طرح صحیح الدماغ ہیں اور کوئی مرض انہیں لاحق نہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے ماعز سے پوری تحقیق کی اور حکم صادر فرمایا کہ ماعز کو رجم کیا جائے، چنانچہ انہیں سنگسار کر دیا گیا۔

اسی طرح اس صحابیہ حضرت غامدیہ کو دیکھو، جنہوں نے حضرت ماعز کا عبرت ناک انجام خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور خوب جانتی تھیں کہ ان کا انجام بھی حضرت ماعز سے کچھ مختلف نہ ہوگا پھر بھی وہ دربار رسالت میں حاضر ہوئیں اور پوری ہمت وعزیمت کے ساتھ فریاد کی:

''یارسول اللہ ﷺ مجھے بھی ماعز کی طرح ہی پاک کیجئے''۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت ماعز کی طرح ان سے بھی فرمایا کہ:

''جاؤ توبہ کرو اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو''۔

لیکن غامدیہ کے دل میں ایمان کا نور بھرا ہوا تھا اور ان کی رگوں میں جرأت ایمانی موجود تھی اس لئے واپس نہ ہوئیں اور انہوں نے پوری دلدہی اور یکسوئی کے ساتھ عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ میں اس لئے خدمت اقدس میں حاضر ہوئی کہ اپنی جان لے کر واپس جاؤں میں تو اپنی جان دے کر خود کو پاک کرنے کے لئے حاضر ہوئی ہوں''۔

حضرت غامدیہ نے رسول اللہ ﷺ کے مزید دریافت کرنے پر اس امر کا اقرار کیا کہ اس نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور حاملہ ہے۔

''رسول اللہ ﷺ نے یہ حکم صادر فرمایا کہ: جب تک بچہ پیدا نہ ہو جائے تم پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

چنانچہ جب بچہ تولد ہوا تو وہ پھر دربار رسالت میں سزا کے لئے پیش ہو گئیں۔ اور حضور اکرم ﷺ نے مسئلہ کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ حکم صادر فرمایا کہ: ''جب تک مدت رضاعت ختم نہ ہو جائے سزا نہیں دی جائے گی''۔

حضرت غامدیہ پھر واپس ہو گئیں اور مدت رضاعت کے ختم ہونے پر بچے کے ساتھ دربار رسالت میں حاضر ہو گئیں، سزاوار ہونے کے لئے زنا کے ارتکاب کے بعد مدت رضاعت کے خاتمے تک کی درمیانی مدت کئی سال کی تھی اور یہ پورا زمانہ اس حال میں گزرا کہ غامدیہ کو پورا موقع ملا کہ وہ اپنے بچے کی محبت میں اپنی زندگی برقرار رکھنے کی طرف مائل ہوں۔

لیکن تاریخ اور مسلم کی حدیث شاہد ہے کہ مہلت کے اس طویل زمانے میں بھی ان کے جوش ایمانی میں کوئی فرق نہ آیا اور ان کا ضمیر ان کے فعل پر برابر ملامت کرتا رہا۔ ان کے یہ ایام اطمینان و مسرت میں نہیں گذرے بلکہ ان کی راتیں اللہ کے حضور گریہ و نالہ میں بسر ہوئیں۔ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہتا رہا، ان کے لبوں نے مسکرانا چھوڑ دیا، ان کے دل میں یاد الٰہی ہمہ وقت قائم رہی اور باوجود اس کے کہ شاید اللہ کے رسول اللہ ﷺ کی یہ منشا ہو کہ وہ زمانہ مہلت میں اپنے اقرار سے منحرف ہو کر سزا سے بچ جائیں لیکن سزا سے بچنے کا تو کوئی تصور ہی ان کے ذہن میں نہ تھا اور وہ اپنی زندگی کو اس سے بدلنے پر پوری طرح آمادہ اور تیار تھیں تا کہ بارگاہ خداوندی میں سرخرو اور بامراد ہوں۔

حضرت غامدیہ رسول اللہ ﷺ کے حکم سے سنگسار کی جارہی تھیں دنیا دیکھتی رہی ان کا معصوم بچہ بھی اپنی معصوم نگاہوں سے یہ عبرت ناک منظر دیکھتا رہا، زمین وآسمان لرزتے رہے اور رہتی دنیا تک کے لئے طلب اور حصول پاکیزگی کی ایک بے مثال تاریخ رقم ہوگئی۔

یہ تھا وہ پاکیزہ معاشرہ جسے اسلام نے پیدا کرکے دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب برپا کردیا اور زندگی کا ایک نیا اور روح پرور تصور پیش کرکے دنیا کو پاکیزگی اور امن وسکون کا گہوارہ بنادیا۔

کہنے کو تو آج ہمارا بھی دعویٰ ہے کہ ہم بھی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ سے ڈرنے اور خوف کھانے والے ہم بھی ہیں مگر ہمارے یہ تمام دعوے کھوکھلے اور جھوٹے ہیں اگر ایسا نہ ہوتا تو آج قدم قدم پر گناہوں کے ارتکاب اور جرائم سے یقیناً ہماری بھی وہی کیفیت اور حالت ہوتی جیسی کہ زنا جیسی گناہ کے ارتکاب پر حضرت ماعز اور حضرت غامدیہ کی ہوئی تھی اور ہمیں بھی اس وقت تک چین وسکون نصیب نہ ہوتا جب تک کہ گناہوں سے ہم بھی پاک نہ ہوجاتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ہم دنیا کی ہر چیز سے ڈرتے ہیں مگر اللہ کے قانون، آئین ودستور اور احکامات سے کوئی خوف نہیں کھاتے ورنہ ہمارا آج کا معاشرہ بھی یقیناً اتنا ہی پاک وصاف اور پاکیزہ ہوتا جیسا کہ قرون اولیٰ کا اسلامی معاشرہ پاک وصاف اور پاکیزہ تھا۔

☆☆☆

تعریف اس خدا کی

سیرت عمر بن عبد العزیز لابن الحکم میں لکھتے ہیں کہ:

عراق سے ایک خاتون آپ سے باریابی کے لئے آئیں، جب آپ کے گھر پہنچیں تو معلوم ہوا کہ یہاں نہ دربار ہے نہ دربان، دریافت کیا کہ خلیفہ کے دولت خانہ پر کوئی باڈی گارڈ بھی نہیں؟ لوگوں نے کہا: نہیں، عام اجازت ہے۔

گھر میں ان کی ملاقات فاطمہ نامی خاتون سے ہوئی، یہ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ تھیں۔ جو معمولی حالت میں بیٹھی روئی درست کر رہی تھیں۔ خاتون نے سلام کیا، فاطمہ نے جواب دیا اور اندر آنے کی خواہش کی، آنے والی خاتون نے پورے گھر پر ایک نگاہ تجسس ڈالی اور دیکھا کہ خلیفہ کے گھر میں کوئی قابل ذکر چیز موجود نہیں ہے، یہ صورت حال ان کے لئے مایوس کن تھی، بے ساختہ زبان سے نکلا: ''ہائے میں اس ویران و برباد گھر سے اپنے گھر کو آباد کرنے کی امید لے کر آئی ہوں!'' فاطمہ نے کہا کہ: ''تمہیں جیسے لوگوں کے گھروں کو آباد کرنے کی کوشش میں اس گھر کا یہ حال ہو گیا ہے''۔

تھوڑی دیر گذری ہو گی کہ عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ بھی آئے، مکان کے ایک گوشہ میں کنواں تھا، آپ نے خود اس سے پانی کھینچا اور مکان کے سامنے پڑی ہوئی مٹی پر پانی ڈالنا شروع کیا، آپ پانی بھی کھینچتے جاتے اور بیوی فاطمہ کی طرف بار بار دیکھتے بھی جاتے، نو وارد خاتون نے ان کو معمولی مزدور سمجھا اور از راہ خیر خواہی فاطمہ سے کہا: اس مٹی کا کام کرنیوالے مزدور سے پردہ کا خیال رکھو، میں دیکھ رہی ہوں کہ بار بار وہ تمہیں گھور رہا ہے، فاطمہ نے جواب دیا: وہ مزدور نہیں ہیں، امیر المومنین ہیں! اس کام سے فارغ ہو کر حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ صحن سے اندر آئے، کمرہ میں ایک طرف مصلیٰ بچھا ہوا تھا، جہاں آپ نماز ادا کیا کرتے تھے، وہیں بیٹھے اور اپنی بیوی سے نو وارد خاتون کے بارے میں دریافت فرمایا، بیوی نے تعارف کرایا، ایک تھیلی میں کچھ انگور رکھا ہوا تھا، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ اٹھے اور اس میں سے کچھ انگور ان مہمان خاتون کیلئے منتخب کیے، پھر ان کی ضروریات دریافت کی۔

خاتون نے کہا: میری پانچ لڑکیاں ہیں لوگوں کیلئے ان سے نکاح کرنے میں رغبت کا کوئی سامان نہیں، میں آپ کے پاس اس لئے آئی ہوں کہ ان کے گذران کا کچھ سامان کریں، یعنی ان کے لئے کچھ وظیفہ مقرر ہو جائے، حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ پر ان کی بے کسی کا حال سن کر گریہ طاری ہو گیا، رونے لگے، قلم دوات لیا اور والیٔ عراق کے نام خط لکھنے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی ایک ایک لڑکی کا نام پوچھتے جاتے اور ان کے لئے وظیفہ مقرر کرتے جاتے اور ضرورت مند خاتون ''الحمد للہ'' کہتی جاتیں، جب چار لڑکیوں کا وظیفہ مقرر ہو گیا تو خوشی میں بے ساختہ زبان سے آپ کی تعریف اور آپ کے لئے دعاء نکلی، آپ نے ہاتھ روک لیا، فرمایا: ''جب تک تم اس ذات کی تعریف کر رہی تھیں، جو لائق تعریف ہے، یعنی اللہ تعالیٰ، ہم وظیفہ مقرر کرتے رہے، اب ان چاروں لڑکیوں سے کہو کہ وہی پانچویں لڑکی پر خرچ کریں''۔

خاتون فرحاں وشاداں فرمان لے کر والی عراق کے پاس پہنچیں والی عراق نے خط دیکھا تو رونے لگا اور کہتا جاتا کہ اللہ صاحب مکتوب پر رحم فرمائے۔! عراقی خاتون نے پوچھا کہ کیا خلیفہ کا انتقال ہوگیا ہے؟ والی نے اثبات میں جواب دیا۔ خاتون کی چیخ نکل گئی اور سوچا کہ ساری محنت ضائع ہوگئی ،مگر والی عراق نے تسلی دی اور کہا میں اس خط کو رد نہیں کر سکتا اور مقررہ وظائف جاری ہو گئے۔

☆☆☆

نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ

نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا تاکہ ان سے اچھی باتیں سنیں، ان سے اچھی خصلتیں سیکھیں اور جو لوگ نیک گزر گئے ہیں ان کے اچھے حالات کی کتابیں پڑھ کر یا پڑھوا کر ان کے حالات معلوم کرنا کہ یہ بھی ایسا ہی ہے جیسے گویا ان کے پاس ہی بیٹھ کر ان سے باتیں سنیں اور ان سے اچھی خصلتیں سیکھ لیں۔

فائدہ: چونکہ انسان کے اندر اللہ تعالیٰ نے یہ خاصیت رکھی ہے کہ دوسرے انسان کے خیالات اور حالات سے بہت جلد اور بہت قوت کے ساتھ اور بدون کسی خاص کوشش کے اثر قبول کر لیتا ہے۔ اچھا اثر بھی اور برا اثر بھی، اس لئے اچھی صحبت بہت ہی بڑے فائدے کی چیز ہے، اور اسی طرح بری صحبت بڑے نقصان کی چیز ہے، اور اچھی صحبت ایسے شخص کی صحبت ہے جس کو ضرورت کے موافق دین کی باتوں کی واقفیت بھی ہو اور جس کے عقیدے بھی اچھے ہوں، شرک و بدعت اور دنیا کی رسموں سے بچتا ہو، اعمال بھی اچھے ہوں، لین دین صاف ہو، حلال و حرام کی احتیاط، اخلاق ظاہری بھی اچھے ہوں، مزاج میں عاجزی ہو، کسی کو بے وجہ تکلیف نہ

دیتا ہو، غریبوں، حاجت مندوں کو ذلیل نہ سمجھتا ہوں، اخلاق باطنی بھی اچھے ہوں، خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کا خوف دل میں رکھتا ہو، دنیا کا لالچ دل میں نہ رکھتا ہو، دین کے مقابلہ میں مال اور راحت اور آبروں کی پرواہ نہ رکھتا ہو، آخرت کی زندگی کے سامنے دنیا کی زندگی کو عزیز نہ رکھتا ہو، ہر حال میں صبر و شکر کرتا ہو، جس شخص میں یہ باتیں پائی جائیں اس کی صحبت اکسیر ہے، اور جس شخص کو ان باتوں کی پوری پہچان نہ ہو سکے اس کے لئے یہ پہچان ہے کہ اپنے زمانے کے نیک لوگ (جن کو اکثر مسلمان نیک سمجھتے ہوں ایسے نیک لوگ) جس شخص کو اچھا کہتے ہوں اور دس پانچ بار اس کے پاس بیٹھنے سے بری باتوں سے دل ہٹنے لگے اور نیک باتوں کی طرف دل جھکنے لگے۔ بس تم اس کو اچھا سمجھو اور اس کی صحبت اختیار کرو اور جس شخص میں بری باتیں دیکھی جائیں، بدون کسی سخت مجبوری کے اس سے میل جول مت کرو کہ اس سے دین تو بالکل تباہ ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ دنیا کا بھی نقصان ہو جاتا ہے، کبھی تو جان کا کسی تکلیف یا پریشانی کا سامان ہو جاتا ہے اور کبھی مال کا کہ بری جگہ خرچ ہو گیا، یا دھوکہ میں آکر کسی کو دیدیا خواہ محبت کے جوش میں آکر مفت دیدیا، خواہ قرض کے طور پر دیا تھا، پھر وصول نہ ہوا اور کبھی آبرو کا کہ بروں کے ساتھ یہ بھی رسوا اور بدنام ہوا اور جس شخص میں نہ اچھی علامتیں معلوم ہوں اور نہ بری علامتیں، اس پر گمان تو نیک رکھو اس کی صحبت مت اختیار کرو۔

غرض تجربہ سے نیک صحبت کو دین کے سنورنے میں اور دل کے مضبوط ہونے میں بڑا دخل ہے، اور اسی طرح صحبت بد کو دین کے بگڑنے میں اور دل کے کمزور ہونے میں اب چند آیتیں اور حدیثیں صحبت نیک کی ترغیب میں اور صحبت بد کی مذمت میں لکھی جاتی ہیں۔ (۱) ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور جو لوگ (دین کے پکے اور سچے ہیں ان کے ساتھ رہو۔

فائدہ: ساتھ رہنے میں ظاہری صحبت بھی آ گئی اور ان کی راہ پر چلنا بھی آ گیا۔

(۲) ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے (اے مخاطب) جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات (اور احکام) میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں (کے پاس بیٹھنے) سے کنارہ کش ہو جا، یہاں تک کہ وہ کوئی اور بات میں لگ جائیں، اور اگر تجھ کو شیطان بہلائے (یعنی ایسی مجلس میں بیٹھنے کی ممانعت یاد نہ رہے) تو جب یاد آ جائے، یاد آ جانے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ (بلکہ فوراً اٹھ کھڑا ہو اور اس سے ایک آیت کے بعد ارشاد ہے اور (کچھ مجلس تکذیب کی تخصیص نہیں بلکہ) ایسے لوگوں سے کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے (اس) دین کو (جس کا ماننا ان کے ذمہ فرض تھا، یعنی اسلام کو) لہو ولعب بنا رکھا ہے۔ الخ (سورہ انعام)

(۳) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم جن لوگوں کے پاس بیٹھتے ہیں ان میں سب سے اچھا کون شخص ہے (کہ اسی کے پاس بیٹھا کریں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایسا شخص (پاس بیٹھنے کے لئے سب سے اچھا ہے) کہ جس کا دیکھنا تم کو اللہ تعالیٰ کی یاد دلائے اور اس کا بولنا تمہارے علم (دین) میں ترقی دے اور اس کا عمل تم کو آخرت کی یاد دلائے۔

فائدہ: میں نے جو اوپر نیک شخص کی علامتیں بیان کی ہیں اس حدیث میں ان سے بعض بڑی علامتیں مذکور ہیں۔

(۴) حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور یہ بھی احتمال ہے کہ شاید حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کا قول ہو، تب بھی حدیث ہی ہے، کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ اے بیٹا! تو علماء کے پاس بیٹھنے کو اپنے ذمے لازم رکھنا اور اہل حکمت کی باتوں کو سنتے رہنا۔ (حکمت دین کی باریک باتوں کو کہتے ہیں جیسی سچے درویش کیا کرتے ہیں)

کیونکہ اللہ تعالیٰ مردہ دل کو نورِ حکمت سے اس طرح زندہ کر دیتے ہیں جیسے مردہ زمین کو موسلا دھار پانی سے زندہ کر دیتے ہیں۔ (طبرانی الکبیر)

(۵) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میری محبت ایسے لوگوں کے لئے واجب ہے (یعنی ضروری الثبوت) ہوگئی جو میرے ہی علاقہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جو میرے ہی علاقہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھے ہیں الخ۔

فائدہ: یہ جو فرمایا میرے علاقہ سے، مطلب یہ کہ محض دین کے واسطے۔

(۶) حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ نیک ہمنشیں اور بد ہمنشیں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص مشک لئے ہو (یہ مثال ہے نیک صحبت کی) اور ایک بھٹی دھونک رہا ہو (یہ مثال ہے بدصحبت کی) سو وہ مشک والا تو تجھ کو دیدیگا، اور یا (اگر نہ بھی دیا تو) اس سے تجھ کو خوشبو ہی پہنچ جائے گی اور بھٹی کا دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑوں کو جلا دے گا (اگر کوئی چنگاری آپڑی) اور یا (اگر اس سے بچ بھی گیا تو) اس کی گندی بو ہی تجھ کو پہنچ جائے گی۔

فائدہ: یعنی نیک صحبت سے اگر کامل نفع نہ ہوا تب بھی کچھ تو ضرور ہو جائے گا، اور بدصحبت سے اگر کامل ضرر نہ ہوا تب بھی کچھ ضرور ہو جائے گا۔ (یہ سب حدیثیں ترغیب سے لی گئی ہیں)

(۷) حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ کسی کی صحبت اختیار مت کرو، بجز ایمان والے کے۔

فائدہ: اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ کافر کی صحبت میں مت بیٹھو، دوسرا یہ کہ جس کا ایمان کامل نہ ہو اس کے پاس مت بیٹھو پس پورا قابل صحبت وہ ہے جو مومن ہو، خصوصاً جو مومن کامل ہو یعنی دین کا پورا پابند ہو۔

(۸) حضرت ابوذ رین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو ایسی بات نہ بتلاؤ جو اس دین کا بڑا مدار ہے جس سے تم دنیا و آخرت کی بھلائی حاصل کر سکتے ہو، ایک تو اہل ذکر کی مجالس کو مضبوط پکڑ لو، اور دوسرے جب تنہا ہوا کرو جہاں تک ممکن ہو ذکر اللہ کے ساتھ زبان کو متحرک رکھو۔ اور تیسرے اللہ ہی کے لئے محبت رکھو اور اللہ ہی کے لئے بغض رکھو۔ الخ

فائدہ: یہ بات تجربہ سے بھی معلوم ہوتی ہے کہ صحبت نیک جڑ ہے تمام دین کی، دین کی حقیقت، دین کی حلاوت دین کی قوت کے جتنے ذریعے ہیں سب سے بڑھ کر ذریعہ ان چیزوں کا صحبت نیک ہے۔

(۹) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں یاقوت کے ستون ہیں، ان پر زبرجد کے بالا خانے قائم ہیں، ان میں کھلے ہوئے دروازے ہیں، جو تیز چمکدار ستارہ کی طرح چمکتے ہیں، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان بالا خانوں میں کون رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ اللہ کے لئے یعنی دین کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور جو لوگ اللہ کے لئے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور جو اللہ کے لئے آپس میں ملاقات کرتے ہیں، یہ سب حدیثیں مشکوٰۃ سے لی گئی ہیں)۔

(۱۰) حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کے ساتھ نہ سکونت کرو اور نہ ان کیساتھ یکجائی، (یعنی ان کی مجلس میں مت بیٹھو) جو شخص ان کے ساتھ سکونت کرے گا یا یکجائی کرے گا وہ انہی میں سے ہے۔ (ام جمع الفوائد) ان سب آیتوں اور حدیثوں سے مدعا کے ایک جزو کا ثابت ہونا ظاہر ہے یعنی نیک لوگوں کے پاس بیٹھنا، تاکہ ان سے اچھی باتیں سنیں اور اچھی خصلتیں سیکھیں اب مدعا کا دوسرا جزو رہ گیا، یعنی جو نیک لوگ گزر گئے ہیں کتابوں

سے ان کے اچھے حالات معلوم کرنا کہ اس سے بھی ویسے ہی فائدے حاصل ہوتے ہیں جیسے ان کے پاس بیٹھنے سے، آگے اس دوسرے جزو کا بیان کرتے ہیں۔

(۱۱) ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے (مذکورہ) قصے یعنی حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ اور حضرت ہود علیہ السلام کا اور حضرت صالح علیہ السلام کا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اور حضرت لوط علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا یہ سب قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔

فائدہ: یہ ایک فائدہ ہے نیکوں کے قصوں کے بیان کرنے کا ان سے دل کو مضبوطی اور تسلی ہوتی ہے کہ جیسے وہ حق پر مضبوط رہے ہم کو بھی مضبوط رہنا چاہئے اور جس طرح اس مضبوطی کی برکت سے خدا تعالیٰ نے ان کی مدد فرمائی اسی طرح اس مضبوطی پر ہماری بھی مدد ہوگی، جس کو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے کہ ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی یہاں دنیاوی زندگانی میں بھی مدد کرتے ہیں اور وہاں اس روز بھی مدد کریں گے جس میں گواہی دینے والے فرشتے کھڑے ہوں گے، مراد اس سے قیامت کا دن ہے اور وہاں کی مدد تو ظاہر ہے کہ حکم ماننے والے ظاہر میں بھی کامیاب ہوں گے اور بے حکمی کرنے والے ناکام ہوں گے اور یہاں کی مدد کبھی تو اس طرح کی ہوتی ہے اور کبھی دوسری طرح ہوتی ہے وہ اس طرح کہ اول بے حکموں کو حکم ماننے والوں پر غلبہ ہوگا، مگر من جانب اللہ کسی وقت ان سے بدلہ ضرور لیا گیا، چنانچہ تاریخ بھی اس کی گواہ ہے۔ (تفسیر ابن کثیر)

اور ان قصوں سے یوں بھی تسلی ہوتی ہے کہ جیسے دین پر مضبوط رہنے پر آخرت میں وہ بڑھے رہیں گے جس کی خبر کئی قصوں کے بعد اس ارشاد میں دی گئی ہے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کے لئے ہے، اسی طرح ہم سے بڑھے رہنے کا

وعدہ ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ جو لوگ متقی ہیں ان کافروں سے اعلیٰ درجہ کی حالت میں ہوں گے۔ (سورہ بقرہ)

(۱۲) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص ہمیشہ کے لئے کوئی طریقہ اختیار کرے جو گزر چکے ہیں، کیونکہ زندہ آدمی پر تو بچ جانے کا بھی شبہ ہے اس لئے زندہ آدمی کا طریقہ اسی وقت تک اختیار کیا جا سکتا ہے جب تک وہ راہ پر رہے یہ لوگ جن کا ہمیشہ کیلئے طریقہ لیا جا سکتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں اور اس حدیث کے آخر میں ہے کہ جہاں تک ہو سکے ان کے اخلاق وعادات کو سند بناؤ۔

فائدہ: اور یہ ظاہر ہے کہ صحابہؓ کے اخلاق وعادت کا اختیار کرنا تب ہی ممکن ہے جب انکے واقعات معلوم ہوں تو ایسی کتابوں کا پڑھنا، سننا ضروری ٹھہرا ہے۔

(۱۳) جس طرح قرآن مجید میں حضرات انبیاء وعلماء واولیاء کے قصے بمصلحت ان کی پیروی کرنے کے مذکور ہیں جو اس ارشاد میں مذکور ہے: "**فبهداهم اقتده**" اسی طرح حدیثوں میں بھی ان مقبولین کے قصے بکثرت مذکور ہیں چنانچہ حدیث کی اکثر کتابوں میں کتاب القصص ایک مستقل حصہ قرار دیا گیا ہے اس سے بھی ایسے قصوں کا مفید اور قابل اشتغال ہونا ثابت ہوتا ہے اسی وجہ سے بزرگوں نے ہمیشہ ایسے قصوں کی کتابیں لکھنے کا اہتمام رکھا ہے۔

اب میں ایسی چند کتابوں کے نام بتلاتا ہوں کہ ان کو پڑھا کریں یا سنا کریں، اگر سنانے والا عالم مل جائے تو سبحان اللہ ورنہ جو مل جائے۔

(۱) تاریخ حبیب الہ (۲) نشر الطیب (۳) مغازی الرسول (۴) قصص الانبیاء (۵) مجموعہ فتوح الشام والمصر والعجم (۶) فتوح العراق (۷) فتوحات بھنسیہ (۸) فردوس آسیہ (۹) حکایات الصالحین (۱۰) تذکرۃ اولیاء (۱۱) انوار المحسنین (۱۲) نزہۃ البساتین (۱۳) امداد المشتاق (۱۴) نیک بیبیاں۔☆☆☆

تاریخ کے روشن چراغ

اس کی آنکھیں آنسوؤں میں نہارہی تھیں، سناٹوں میں ڈوبی ہوئی رات سائیں سائیں کرتی ہوی پچھلے پہر میں داخل ہوچکی تھی ، وہ آج بڑا بے چین تھا۔ وقفہ وقفہ سے اس کے کانوں میں یہ الفاظ گونج رہے تھے ''اے مملکت اندلس کے باجبروت فرمانروا۔تخت شاہی ،اقتدار اعلیٰ اور زروجواہر کی فراوانی نے تمہاری عقل وخرد پرغفلت کا پردہ ڈال دیا ہے'' پھر اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کے آگے ملک کے عظیم المرتبت بزرگ منذر بن سعید کھڑے ہوئے ہیں اور ان کی پروقار آواز شاہی محل کی چھت سے ٹکرانے لگی ہے۔

''اے امیر عبد اللہ عبد الرحمٰن الناصر! یہ سچ ہے کہ تم نے یورپ کی عیسائی اقوام پر اپنی ظاہری شان وشوکت سے کافی رعب ڈالا ہے۔اور تم اپنے کروفر میں چار چاند لگانے کے لئے ایک رفیع الشان شہر مدینۃ الزہراتعمیر کرنا چاہتے ہو۔لیکن سن لواے اموی حکمران! کہ لیل ونہار کی چند گردشوں کے بعد سونے اور جواہر میں ڈوبا ہوا یہ شہر ایک خوفناک کھنڈر میں تبدیل ہو جائے گا۔اے امیر!تم اس بات کو نہ بھولو کہ تم اس سرائے فانی میں چند لمحوں کے مہمان ہو۔اس عارضی قیام گاہ کی آرائش

وزیبائش کی خاطر اپنی زندگی کی ساری توانائیوں کو جھونک دینا دانش مندی کے خلاف ہے۔ آخرت کی جن منزلوں میں تم کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رہنا ہے۔ وہاں کے لئے تم نے کیا کیا؟ کتنی راتوں کی نیند تم نے اس فکر میں گنوادی؟ کتنے دنوں کا آرام تم نے تج دیا'' اور پھر محل کی بلند و بالا دیواروں سے ٹکرانے والی یہ آواز دھیرے دھیرے ڈوبتی چلی گئی۔

امیر عبدالرحمٰن کا دل ڈوبتا چلا گیا۔ بے ساختہ طور پر اس کے ہاتھ اٹھ گئے اور وہ گڑگڑا کر دعا مانگنے لگا۔ ''پروردگار عالم! میں عجیب الجھن میں گرفتار ہوں مجھے راہ ہدایت پر چلا''۔ اس کی پیہم ہچکیوں نے قریب ہی سوئے ہوئے اس کے بیٹے حکم کو بیدار کر دیا، ''حضور ابا''! حکم آنکھیں ملتا ہوا اپنے باپ کے قریب آیا اور کہا'' آپ کی آنکھیں اور آنسو.....ہو نہ ہو کوئی غیر معمولی بات ہے۔'' خلیفہ نے فوراً اپنی آنکھیں پونچھ لیں اور درد بھرے لہجہ میں بولا'' ہاں! منذر نے ہماری توہین کی ہے۔ جامع مسجد میں ہمارے خلاف ایک تقریر کی ہے!'' حکم غصہ سے کپکپا اٹھا۔ وہ جوش میں بول رہا تھا''۔ اس کی یہ مجال میں اسے قتل!''

''خاموش، خلیفہ گرج اٹھا، زبان درازی نہ کر، منذر میری بھلائی ہی چاہتے ہیں، میرا ضمیر ان باتوں سے مطمئن ہے لیکن نفس سرکشی کر رہا ہے۔ پھر ایک لمحہ کی خاموشی کے بعد وہ کہنے لگا صاحبزادے، ہمارا تو یہ فیصلہ کرنے کو جی چاہتا ہے رشک فردوس مدینۃ الزہرا کو مسمار کر دیا جائے!''

''ابا جان!'' حکم کہہ رہا تھا'' حضور نے ۳۵ سال سے سالانہ تین لاکھ دینار کے حساب سے کیا اسی لئے خرچ کئے تھے کہ اسے آج کے دن توڑ پھوڑ دیا جائے۔ کیا جہاں پناہ نے بے حساب سونا، بار برادری پر اسی لئے صرف فرمایا تھا کہ مدینۃ الزہرا کی ایک دن اینٹ سے اینٹ بجادی جائے۔ عیسائی حکمرانوں نے اس حسین شہر کیلئے

خوبصورت منقش اور مزین حوض روانہ کئے تھے، قسطنطنیہ جیسے دور دراز شہر سے ایک عجیب وغریب مجسموں والا حوض آیا تھا۔ شیر، گھڑیال، عقاب، اژدھے اور ہاتھی کے مجسمے کیا آپ نے اسی لئے نصب کرائے تھے کہ ان کو چشم زدن میں تباہ کردیا جائے۔''

''ہاں بیٹا! مجھے وہ سب یاد ہے، افریقہ سے ایک ہزار خوبصورت، نظر فریب اور مضبوط ستون منگوانے میں مجھے کتنی محنت کرنی پڑی۔ میرا دل ہی خوب جانتا ہے۔ اس شہر میں ایک مسجد بھی تو ہم نے رضائے الٰہی کے حصول کے لئے بنائی!!''

اور ابا حضور! حکم نے یاد دلاتے ہوئے کہا ''مسجد کے قریب وضو کے لئے جو نہر بنائی گئی تھی اس میں تو میں نے اپنا کافی وقت لگایا ہے۔ سونے کے بنے ہوئے شیر کے مجسمے کی تنصیب میں ماہرین فن نے اپنی ساری ذہانت صرف کردی ہے۔ دور سے مجسمے کو دیکھئے تو یوں معلوم ہوگا کہ شیر اپنے منہ میں پانی لے کر تیزی سے حوض میں کلی کر رہا ہے۔ اتنے قیمتی اثاثے، اتنی عالی شان مسجد کو، اور اپنی زندگی کے ناقابل فراموش کارنامے کو صرف منذر کے کہنے پر برباد نہ کیجئے۔ کروڑوں کا سرمایہ لگ چکا ہے۔ اب ایسی بستی کو نہ اجاڑیئے'' پھر کچھ سوچ کر حکم بول اٹھا ''اگر آپ کی اجازت ہو تو میں منذر کو دینار و درہم اور زر و جواہر کا لالچ دے کر اس سے جواز کا فتویٰ حاصل کرسکتا ہوں''۔ خلیفہ ہنس پڑا اور کہنے لگا'' تم منذر کو خرید نہیں سکتے۔ وہ ایسے عالموں میں سے نہیں جو پیٹ کی خاطر اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بیچتے ہوں۔ وہ پہاڑ کی طرح اٹل ارادہ رکھنے والے آدمی ہیں۔ خبردار ایسی حرکت نہ کرنا، اب تم جاؤ اور آرام کرو ہم خود کل صبح تک کسی نہ کسی فیصلے پر پہنچ جائیں گے''۔

حکم چلا گیا، ادھر امیر بستر پر دراز ہوگیا تو تصور کے آگے اس کا نیا شہر مدینۃ الزہرا گھوم رہا تھا۔ عظیم الشان گنبدوں اور میناروں والی نظر نواز مسجد، دلفریب فوارے، موتیوں اور جواہرات میں ڈوبے ہوئے مجسمے، فردوس سامان محلات، اس

کے خوابوں کی حسین وجمیل تعبیر! ۳۵ برس کی انتھک مساعی کا دلکش مرقع نہیں نہیں، وہ ایسے شاندار شہر کو ہرگز مسمار نہیں کرے گا۔ بھلا زمین کو آباد کرنا، شہر بنانا؟ مسجدیں تعمیر کرنا، نہریں رواں کرنا، یہ سب کہاں سے جرم ہو گئے۔

ان تمام چیزوں میں باشندگان مملکت کی فلاح کا سامان ہی تو ہے وہ ضرور مدینۃ الزہرا کو آباد کرے گا۔ وہ تاریخ اسلام میں عدیم النظیر شہر ہوگا۔ رہتی دنیا تک اموی حکمرانوں کے جاہ وجلال کی داستان سنانے والا مدینۃ الزہرا، سوچتے سوچتے وہ سوگیا، گہری نیند میں وہ مدینۃ الزہرا کے حسین وجمیل حوضوں اور فلک بوس عمارتوں سے بھر پور بے ربط قسم کے خواب دیکھ رہا تھا''۔

سورج کی پہلی کرن کے ساتھ ہی پورے شہر میں منادی کی گئی کہ آج امیر عبد الناصر کا دربار منعقد ہوگا۔ جس میں مدینۃ الزہرا کی قسمت کا فیصلہ کیا جائے گا۔ چنانچہ لوگ کشاں کشاں دربار کی طرف جانے لگے، امراء اور روساء اپنی مخصوص سواریوں میں دربار میں پہنچ گئے تھے سب سے آخر میں منذر بن سعید نہایت ہی معمولی کپڑے زیب تن کئے دربار میں داخل ہوگئے وہاں جانے سے قبل ہی انہوں نے لوگوں کو کہہ دیا تھا کہ وہ غالباً زندہ واپس نہ ہوسکیں گے۔ کیونکہ وہ بھرے دربار میں حق کا اعلان کرنے جارہے تھے۔

''مملکت اندلس کے رفیع المرتبت امام!'' امیر عبدالرحمٰن کہہ رہا تھا'' آگے تشریف لائیے!'' منذر نے ایک گوشہ میں اپنے لئے جگہ سنبھالتے ہوئے جواب دیا ''نہیں نہیں! میں یہیں بیٹھ جاتا ہوں کیونکہ لوگوں کی گردنیں پھاند کر آگے جانا آداب مجلس کے خلاف ہے!'' بھرے دربار میں امیر کی خواہش کو منذر نے اس طرح رد کر دیا تھا کہ درباریوں نے بھانپ لیا کہ آج منذرؒ جیسے عالم دین کا خون فواروں کی طرح پھوٹ بہنے والا ہے۔ امیر خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا اور

درباریوں سے مخاطب ہو کر کہا ''اے معزز شہریان اندلس، مجھے بتاؤ کہ مجھ سے پہلے کسی نے مدینۃ الزہرا جیسا عدیم المثال کارنامہ انجام دیا ہے۔ ''نہیں نہیں'' جیسے سارے درباری ایک زبان ہو کر چیخ اٹھے ''امیر المومنین! آپ اپنے کارنامے میں بالکل منفرد ہیں۔'' امیر کا سر فخر و غرور سے بلند ہو گیا۔ شانے تن گئے خسروانہ تمکنت کے ساتھ وہ تمام حاضرین کی طرف دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو کہ شداد کہ جنت بھی مدینۃ الزہرا کے سامنے شرما جائے گی۔ ''اے منذر بن سعید'' امیر نے کہا ''آپ اپنی رائے پیش کریں اور بتائیں کہ آپ کو مدینۃ الزہرا جیسا جلال و جمال اور ہمارے دربار کی جیسی شان و شوکت کہیں اور نظر آئی؟''

امیر کے اس سوال پر منذر نے گردن اٹھائی اور دربار کے زرنگار پردوں، مزین و منقش دیواروں، کمانوں اور دروازوں پر ایک نگاہ غلط انداز ڈالی۔ دربار کا ہر ہر گوشہ پرکشش تھا۔ ہر طرف ایک جنت تھی، کتنا شاندار دربار کتنے قیمتی زر و جواہر، چند لمحوں تک وہ ایک ایک چیز کو بغور دیکھتے رہے۔ پھر اچانک نہ جانے کیا بات ہوئی کہ وہ رو پڑے، سارا دربار حیرت میں ڈوب گیا۔ پھر کچھ ہی دیر میں اکثر درباریوں کی آنکھیں بھی اشکبار ہو گئیں۔ امیر عبدالرحمٰن کا دل لرز اٹھا، دربار میں چاروں طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ کبھی کبھی رونے کی آواز ہچکی میں تبدیل ہو کر بلند ہو رہی تھی!

''اے امیر المومنین!'' منذر کی آواز درد میں ڈوبی ہوئی تھی، میں اپنی رائے دینے سے قبل آپ کو ابو جعفر منصور کا واقعہ یاد دلانا چاہتا ہوں۔ جس نے شہر بغداد بسایا تھا، ایک دفعہ اس نے اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث ابن طاؤس سے کہا کہ وہ کوئی حدیث بیان کریں، ابن طاؤس نے یہ دیکھ لیا تھا کہ ان کے پیچھے جلادوں کی ننگی تلواریں چمک رہی ہیں۔ انہوں نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ زمین کے مشرق و مغرب کی وسعتوں اور خزانوں کو

تمہارے قدموں کے نیچے ڈال دے گا، لیکن اس زمانے کے حکمران جہنم میں ہوں گے۔ سوائے ان لوگوں کے جو اللہ سے ڈر کر کام کریں گے اور امانت میں خیانت نہیں کریں گے!'' یہ حدیث سنا کر منصور کو نصیحت کرتے ہوئے ابن طاؤس نے کہا کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ معاملات میں اللہ رب العزت سے ڈرتا رہے۔ حاضرین دربار کو اب یقین ہو چکا تھا کہ پل بھر میں جلادوں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ سچ بولنے والے ابن طاؤس کا سر قلم کر دیں۔ لیکن منصور کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس نے کسی قدر توقف کے بعد کہا ابن طاؤس کچھ اور سنا'' ابن طاؤس نے اسی متانت سے کہا'' خلیفہ منصور سنو! اللہ رب العزت کا ارشاد سنو، مجھ کو اور اس شخص کو اپنے اپنے حال پر رہنے دو جس کو میں نے اکیلے پیدا کیا اور اس کو کثرت سے مال دیا۔ اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا۔ پھر بھی وہ اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ اس کو اور زیادہ دوں ہرگز نہیں، وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے عنقریب اس کے مرنے کے بعد اس کو دوزخ کے پہاڑ پر چڑھاؤں گا (مدثر) اس کے بعد ابن طاؤس نے وضاحت کرتے ہوئے کہ ''یہاں آیات الٰہی کا ارشاد ولید بن مغیرہ کی طرف ہے۔ لیکن اس کا عموم ہر اس شخص کی طرف جاسکتا ہے جو اللہ کی نعمت کی ناشکری کرے اللہ کے سامنے کبر اور سرکشی کا مظاہرہ کرے اور اپنے مال کو ناجائز طریقے پر خرچ کر ڈالے!!''

یہاں پہنچ کر منذر بن سعید نے کہا'' اے امیر الناصر میں آپ کا ہمیشہ سے خیر خواہ رہا ہوں مجھے اس بات کا وہم و گمان نہ تھا کہ آپ اتنی جلدی شیطان کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ آپ میں بہت سی خوبیاں ہیں لیکن افسوس کہ آپ اب کفر کے مقام کے قریب پہنچتے چلے جا رہے ہیں'' امیر عبدالرحمٰن کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کے گال پر طمانچہ جڑ دیا ہو۔ اس نے گرج کر کہا ''منذر ذرا سنبھل کر بات کرو تم آخر

کس طرح ثابت کروگے کہ میں مقام کفر کے قریب پہنچ گیا ہوں‘‘ منذر نے بادشاہ کے غصہ کی پروانہ کرتے ہوئے کہا ’’میں ہمیشہ سنبھل کر گفتگو کرنے کا عادی ہوں۔ آپ تفصیل سننا چاہتے ہیں تو سنیئے کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے‘‘۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت ہو جائیں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں کہ ان کے گھروں کی چھتیں سونے چاندی کی بنادے اور سیڑھیاں جن پر چڑھتے اترتے ہیں اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور خوب زینت اور آرائش کر دیتے اور یہ سب دنیا کی زندگانی کا تھوڑا اسامان ہے اور آخرت تمہارے پروردگار کے یہاں پرہیزگاروں کے لئے‘‘۔ (سورہ زخرف)

منذر بن سعید کی آواز پروقار تھی۔ وہ کہے جا رہے تھے۔ ’’اے امیر! ذرا غور فرمایئے! سوچیے کہ سونے کی یہ جگمگاتی ہوئی چھتیں، بلور کے یہ عکس آفریں زینے، زینت و آرائش پر کروڑوں دیناروں کا یہ خرچ! یہ سب آخر کیا ہیں؟ کیا یہ فضول خرچی اور اسراف میں داخل نہیں ہیں؟ کیا یہ سب شیطان کی لگائی ہوئی آگ نہیں ہے؟ مجھے بتایئے اے امیر المومنین! کہ اللہ رب العزت ان مجسموں سے خوش ہوگا جو آپ نے حوضوں کے اطراف نصب کئے ہیں۔ آپ محسن انسانیت ﷺ کے حکم کو کیوں بھولتے ہیں کہ مجسمے بنانا اور بت بنانا ایک ناجائز کام ہے۔ یاد رکھئے اے امیر!! یہ دنیا بڑی بے وفا ہے ایک دن ہمیں اس جہان فانی سے کوچ کرنا ہے۔ زندگی کی رنگینیوں سے آدمی بہت جلد دھوکا کھا جاتا ہے۔ آپ کی پچھلی زندگی شاندار کارناموں کا لاثانی مجموعہ ہے۔ آپ نے کفر و شرک کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ آپ نے ہر محاذ پر دشمنان اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ اب زندگی کے آخری لمحات میں ایسا سامان ساتھ نہ رکھئے کہ جس سے خدا ناراض ہو اور گزشتہ کی پاکیزہ زندگی بے وقعت ہو جائے!‘‘

منذر کی تقریر بڑی اثر آفریں تھی۔ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں سے نکل رہا تھا۔امیر الناصر کا دل دھیرے دھیرے نرم ہوتا جارہا تھا۔آنسوؤں کے گرم قطرے اس کی آنکھوں سے اُبل پڑے اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا''منذر سعید! تم اللہ کے ایک سچے اور برگزیدے بندے ہو۔تمہاری بے لاگ گفتگو کی میں دل سے قدر کرتا ہوں! تم تاریکیوں میں جگمگانے والے ایک روشن چراغ ہو۔تم روشنی کا ایک بلند مینار ہو جس سے نکلنے والی شعاعیں انسانیت کو راہ راست دکھاتی ہیں۔تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔میں تمہاری رہنمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں!!''

دربار برخاست ہوا تو امام منذر گھر پہنچے۔دیکھا کہ لوگ کھڑے ہیں۔امام نے مسکراتے ہوئے کہا''مجھے زندہ دیکھ کر غالباً آپ سبھوں کو حیرت ہو رہی ہوگی لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ سب سے بڑا جہاد یہی ہے کہ حق بات ،بادشاہوں، حکمرانوں اور صاحبان قوت واقتدار کے سامنے واضح طور پر کہی جائے! میں تو آج یہ سوچ کر گیا تھا کہ آج میرے جسم سے خون کے چھینٹے اڑ کر شاہی فرش کو سرخ جوڑے میں ملبوس کر دیں گے۔لیکن اللہ کی کبریائی اور اس کی کارسازی سب سے اعلیٰ ہوتی ہے!!'' ابھی ان کا سلسلہ کلام جاری ہی تھا کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک سپاہی تیز تیز ان کی طرف تیر کی طرح چلا آرہا ہے۔تمام لوگوں کا ماتھا ٹھنکا، امام منذر نے بھی اپنی گفتگو کو روک دیا۔جب وہ سپاہی قریب آیا تو انہوں نے کہا''امیر عبد الرحمٰن پر غالباً شیطان کا جادو پھر چل گیا اور غالباً تم میری گرفتاری کا حکم نامہ لے کر آئے ہو میں تو کب سے اللہ کی راہ میں شہید ہونے کی تمنا لئے پھر رہا تھا، چلو میں ابھی چلتا ہوں، تمہارے ہمراہ!!''

سارے لوگ دم بخود کھڑے تھے!! سپاہی نے ذرا دم لیا اور کہا!

''نہیں حضور! یہ بات نہیں!'' حاضرین کے چہرے رنگ بدلنے لگے۔

’’میں آپ کو ایک خوشخبری سنانے آیا ہوں ! سپاہی بول رہا تھا ’’بادشاہ سلامت نے محل کے گنبد مسمار کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کو نکال کر معمولی اشیاء لگانے کا فرمان جاری کردیا ہے اور محل کے سارے مجسمے بڑی سرعت سے توڑے جارہے ہیں!!‘‘۔

سپاہی کہتا جارہا تھا اور امام منذر بن سعید کا سر رب کائنات کے آگے جھکتا جارہا تھا، ان کی آنکھوں سے آنسو اچھل آئے اور بے ساختہ پکار اٹھے ’’اے بحر کرم کے مالک، امیر عبدالرحمٰن کی لغزشوں کو معاف کردے!

(یعقوب سروش، تذکیر، سیریز۲۶، ص،۱۴)

☆☆☆

عذابِ الٰہی.......اللہ کی پناہ

حضرت مولانا حقیق الرحمٰن صاحب مدظلہ العالی نے لکھا ہے کہ

امام ابن ماجہ نے کتاب الفتن میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا: اے مہاجرین کی جماعت اگر تم پانچ چیزوں میں مبتلا کر دیئے گئے اور میں اللہ سے پناہ چاہتا ہوں کہ تم انہیں پاؤ، کسی قوم میں گناہ کبھی ظاہر نہیں ہوا یہاں تک کہ وہ اسے جانتے ہوں مگر ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل گئیں جو ان سے پہلے گذرنے والوں میں نہ تھیں اور انہوں نے ناپ تول میں کمی نہیں کی یہاں تک کہ انہیں قحط، ٹیکس کی زیادتی اور بادشاہ کے ظلم میں مبتلا کر دیا گیا، اور انہوں نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں روکا، یہاں تک کہ آسمان سے بارش روک دی گئی اگر جانور نہ ہوتے تو بارش بالکل نہ ہوتی اور انہوں نے اللہ و رسول ﷺ کا عہد نہیں توڑا یہاں تک کہ اللہ نے ان پر دشمن مسلط کر دیا جس نے ان کے قبضے سے کچھ چیزیں لے لیں، اور جب تک ان کے مقتداؤں نے اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ نہیں کیا اور اللہ کی نازل کی ہوئی باتوں کو اختیار نہیں کیا اس وقت تک اللہ نے ان کے درمیان لوگوں کا خوف پیدا کر دیا۔

اس حدیث کا مفہوم ہمارے زمانے پر حرف بحرف صادق آرہا ہے ہم اتنی کثرت سے گناہ کئے جارہے ہیں جیسے کہ ہماری گرفت ہی نہ ہوگی، دوسری قوموں کا حال اپنی جگہ ہم مسلمانوں کی زندگی خطرناک حد تک اللہ کے نافرمانوں جیسی ہوگئی ہے دلوں میں اللہ کا خوف نہیں رہا دنیا کی لذتوں، شہوتوں اور اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والے اعمال زندگی کا حصہ بن گئے ہیں، غرض کہ ہر گناہ کی انتہاء ہوچکی ہے اور اللہ کا عذاب مختلف راستوں سے اپنی لپیٹ میں ہمیں لے رہا ہے، فواحش کا ارتکاب انسانوں کی اعلیٰ تہذیب کا فیشن بن گیا ہے، جس کی وجہ سے ابھی ایڈز جیسی مہلک اور لاعلاج بیماری کا شکار ہورہے تھے اور اس سے فرار کی صورت نہیں نکل سکی تھی کہ زلزلوں کی کثرت، پورے عالم میں بدامنی، بے گناہ لوگوں کی اچانک موت یعنی حدیث کی زبان میں ہرج کا سلسلہ چل رہا ہے ساتھ ساتھ عالمی سطح پر ہر سال کوئی ایسی ناگہانی مصیبت آجاتی ہے جس کا سامنا ہر فرد بشر کو کرنا پڑتا ہے، چنانچہ حال ہی میں بازار کی منڈی، اقتصادی زوال اور بنکوں کے دیوالیہ ہونے کی وجہ سے لاکھوں انسان جو اعلیٰ معیار کی زندگی بسر کررہے تھے سڑکوں پر آگئے اور کتنوں کی زندگی دوسروں کے لئے باعث عبرت بن گئی۔

ابھی حال میں ایک ایسی مہلک اور نئی بیماری کا انکشاف ہوا ہے جسے عالمی ادارۂ صحت نے لاعلاج بیماریوں میں سے شمار کیا ہے جس کا نام سوائن فلو یعنی خنزیری بخار ہے یہ سانس سے تعلق رکھنے والی بیماری ہے، جس کی شروعات خنزیروں کے درمیان ہوئی اور پھر ایسے انسان بھی اس کے شکار ہوئے جوان کے قریب رہتے ہیں اور پھر کھانسی اور چھینک کے ذریعہ اس کے اثرات دوسرے انسانوں میں منتقل ہونے لگے فی الحال اس بیماری میں ایڈز جیسی ابتلاء تو نہیں ہے البتہ میکسیکو میں دسیوں لوگ مر گئے ہیں، پوری عالمی مشینری اس خوفناک بیماری سے دہشت میں مبتلا

ہے اور اس کا علاج ڈھونڈ ھنے اور اس کا خاتمہ کرنے کے لئے تمام وسائل کا استعمال کر رہی ہے لیکن امید کی جانی چاہئے کہ یہ لوگ کبھی کامیاب نہ ہوسکیں گے، جب تک کہ ان کی ذہنی صلاحیت صحیح سمت میں صرف نہیں ہوگی، گناہ اور فواحش سے لوگ باز نہیں آئیں گے، رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ایسے لاعلاج امراض سے انسانیت دوچار رہے گی جب تک وہ گناہ اور فواحش کی مرتکب ہوگی۔

دنیا کی حرص اور مال کی بے پناہ محبت کی وجہ سے حلال وحرام کی قید سے لوگ آزاد ہوچکے ہیں، ناپ تول میں کمی، جھوٹ اور فریب کے ساتھ دوسروں کا روپیہ حاصل کرنے کیلئے شریعت اور شرافت کی ہر سرحد توڑی جارہی ہے جس کی وجہ سے قحط سالی، فصلوں کی تباہی ایک عام بات ہوچکی ہے، نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر جانور نہ ہوتے تو ایسے لوگ ایک بوند پانی کیلئے ترس جاتے اور اللہ ورسول ﷺ کا عہد توڑنے، دین سے بے پرواہ ہونے اور غفلت کی زندگی گذارنے کی وجہ سے ہم مسلمان ظالم حکمرانوں اور ان کی لوٹ گھسوٹ کا شکار ہیں، مسلم حکمراں اور مقتدا ان کے تمام امور کا فیصلہ کسی دنیوی قانون یا اپنی رائے سے کرتے ہیں، حکومتی یا علاقائی سطح پر شریعت کو زندگی کا اصول قرار دیا جانا اور اس پر عمل پیرا ہونا غیر تو غیر مسلمانوں ہی کی نظر میں کٹر پن انسانی آزادی کی پامالی اور رجعت پسندی تصور کیا جاتا ہے، جب ایمان اس حد تک کمزور ہوجائے تو بزدلی اور دلوں میں دشمنوں کا خوف بیٹھ جانا ایک طبعی چیز ہے جسے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب اللہ کی کتاب کی روشنی میں تمام امور کا حل تلاش نہ کیا جائے گا تو اللہ تعالیٰ دلوں میں خوف پیدا کردے گا۔

نبی کریم ﷺ نے جسے بہترین امت قرار دیا تھا اور وہ دوسروں کی ہدایت کے لئے پیدا کی گئی تھی آج اپنی ہی فکر سے غافل ہے دنیوی چمک دمک اور خواہشات نفس کی تکمیل میں بیقرار ہے اس طرح ایک ارب سے زائد امت مسلمہ کے آباد

ہونے کے باوجود عالم میں فساد برپا ہے، الٰہی قوانین توڑے جارہے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کی سنتیں ایک ایک کر کے پامال ہو رہی ہیں، مال ودولت کے پیچھے ہلاک ہوئے جارہے ہیں بے حیائی اور بدکاری کا کھلے عام ارتکاب ہو رہا ہے، گناہ کے وسائل بآسانی فراہم ہونے کی وجہ سے ہر عام وخاص اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہے اس وجہ سے دنیا بھر میں عذاب برپا ہے ایسی صورت میں سزا سے بچنے والا کوئی نہیں ہوسکتا، ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ کا ہے ہم ہلاک کردیئے جائیں گے؟ جب کہ ہمارے درمیان نیک لوگ موجود رہیں گے آپ نے فرمایا! ہاں! جب خبث یعنی اللہ کے عذاب کو دعوت دینے والے اعمال کثرت سے ہونے لگیں گے اس وقت نیک لوگ بھی عذاب کا شکار ہو جائیں گے، اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔

☆☆☆

اسلام میں مال شجرۂ ممنوعہ نہیں!

حضرت مولانا مفتی محمد یحییٰ صاحب قاسمی لکھتے ہیں کہ

دنیا میں کچھ اس طرح کی چیزیں بھی واقع ہوئی ہیں، جو نہ بذاتِ خود اچھی ہیں اور نہ بذات خود خراب۔ بلکہ ان کے اچھے اور خراب ہونے کا انحصار و مدار، ان کے متعلقات کے اچھے اور خراب ہونے پر ہے، مثلاً شعر و شاعری۔ اگر مضمون اچھا ہے تو شعر و شاعری اچھی ہے، ورنہ تو خراب۔ اسی طرح مذاق، کہ اگر مذاق میں خلافِ واقعہ چیز کا بیان نہیں ہے اور مقصود تنشیط طبع ہے، تو مذاق اچھی ہے اور اگر مذاق میں خلافِ واقعہ چیز کا بیان ہے، یا مقصود کسی کی دل شکنی اور دل آزاری ہے، تو مذاق برا ہے۔ امام ابو حامد محمد بن محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کا مال کے حوالے سے یہی نظریہ ہے کہ مال نہ تو فی نفسہٖ اچھی چیز ہے اور نہ فی نفسہٖ خراب۔ بلکہ اگر مال کے تعلق سے صاحب مال کی نیت اچھی ہے تو مال اچھا ہے، ورنہ وبال۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے مال کے تعلق سے وارد ہونے والی متضاد آیات و روایات میں جمع و تطبیق کا عمل بھی مکمل ہو جاتا ہے۔ نیز مال کے تعلق سے سادہ لوح لوگوں کے ذہنوں میں بسے وساوس و خلجانات بھی دور ہو جاتے ہیں۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ عَلٰی ذٰلِکَ۔

اَلْمَالُ مَحْمُوْدٌ بِالْاِضَافَةِ اِلَى الْمَقْصَدِ الْمَحْمُوْدِ وَمَذْمُوْمٌ بِالْاِضَافَةِ اِلَى الْمَقْصَدِ الْمَذْمُوْمِ. ''مال اچھا ہے، اگر مقصد اچھا ہے اور مال بُرا ہے اگر نیت بُری ہے''۔

مال فی حد ذاتہٖ اچھی چیز ہے

بلکہ اگر اس زاویے سے دیکھا جائے کہ اللہ جل شانہ نے اپنی کتاب میں مال کو، فضل اللہ، رحمۃ، حسنۃ اور خیر جیسے اچھے اوصاف سے تعبیر کیا ہے اور اوصاف کی اچھائی موصوف کی اچھائی کی غماز ہے۔ تو معلوم ہوگا کہ مال فی حد ذاتہٖ ایک اچھی چیز ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ مال کو قرآن میں خیر سے تعبیر کیا گیا ہے اور الخیر: لغۃً کہا جاتا ہے، ہر وہ چیز جو حسن لذاتہٖ ہو یعنی خوبی اور بہتری اس کی ذات میں ہو، اس میں ذاتی لذت، ذاتی نفع اور ذاتی خوش بختی ہو۔ (۲) اب اگر مال جیسی اچھی چیز کو کوئی اپنے لئے وبال بنالے، تو تعجب کیسا؟ حیرانگی کیسی؟ ''آخر انگور ہی سے تو شراب بنتی ہے''۔

مال کے بغیر بہت سے نیک کاموں کی انجام دہی ناممکن

جہاد کے لئے ہتھیار، نکاح کے لئے مہر، عبادت کے لئے قوت، انابت الی اللہ میں یکسوئی، شان استغناء کا حصول، تبادلۂ ہدایا کی سنت، اکرام ضیف کا نبوی طریقہ، رفاہی کام: جیسے مساجد کی تعمیر، مکاتب و مدارس کی تاسیس، ندیوں، پر پُلوں کا انتظام، ہاسپٹلوں کا قیام، سڑکوں پر سبیلیں، اور سرحدوں کی حفاظت، مال کے بغیر ناممکن، بلکہ ناممکن ہے، زندگی کی چکی کا پاٹ اسی مال کے ارد گرد گھومتا ہے، مال کے بنا زندگی کا چراغ گل تو ہوسکتا ہے، لیکن جل نہیں سکتا۔

اللہ جل شانہ، جس کو چاہے، نواز دے

ایک مرتبہ چند فقراء ومساکین جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی حضور! یہ مالدار مال کی بدولت کچھ نیک کام جیسے: خیرات وحج وغیرہ کر کے ثواب جمع کر لیتے ہیں اور ہم رہ جاتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہیں چند تسبیح وتمجید کے کلمات سکھائے دیتا ہوں، ان کے پڑھنے پر تمہیں صدقات وخیرات اور حج سے زیادہ ثواب ملے گا، اس طرح اجر وثواب میں تم مالداروں سے بڑھ جاؤ گے، اتفاق سے ایسا ہوا کہ مالداروں کو بھی وہ کلمات معلوم ہو گئے اور انہوں نے بھی ان کو پڑھنا شروع کر دیا۔ فقرائے صحابہ کو پھر فکر دامن گیر ہوئی کہ اس طرح مالدار پھر ہم سے اجر وثواب میں بڑھ جائیں گے، دوبارہ دربار نبوت میں حاضر ہو کر شکایت کی، لیکن اس بار حضور اکرم ﷺ نے یہ کہہ کر واپس کر دیا۔ ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء اللہ جس پر چاہے اپنا فضل کر دے، کسی کو کیا مجال اعتراض؟

مال ودولت میں کثرت اور برکت کی دعاء

الجامع الصحیح للامام البخاری میں ایک باب کا عنوان ہے۔ باب الدعاء بکثرۃ المال مع البرکۃ "برکت کے ساتھ مال کی کثرت کی دعا کا باب" آپ ﷺ نے اپنے خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے مال کی کثرت کے ساتھ مال میں برکت کی دعا کی: اللھم اکثر مالہ وبارک لہ فیما اعطیتہ. مشہور مالدار صحابی حضرت عبد الرحمٰن بن عوف کی مالداری حضور اکرم ﷺ کی دعا کا ثمرہ تھی۔ آپ ﷺ نے مدینہ کے صاع اور مد میں برکت کی دعا فرمائی۔ وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِہَا وَمُدِّہَا. جب حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں درخت کا پہلا پھل

لایا جاتا، تو آپ ﷺ پھلوں میں برکت کی دعا فرماتے۔ وَبَارِکْ لَنَا فِيْ ثِمَارِنَا. حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے ایک خاص موقع پر انصاری صحابی حضرت سعد بن الربیع کو یہ دعا دی تھی۔ "بَارَکَ اللّٰهُ فِيْ اَهْلِکَ وَمَالِکَ دَلَّنِيْ عَلٰى سُوْقٍ. اللہ آپ کے مال اور اہل وعیال میں برکت دے، مجھے تو بس بازار کا پتہ بتلا دیجئے۔

مال کی حفاظت کی خاطر جان پر کھیل جانا شہادت ہے

اگر ایک شخص کا مال اس سے چھینا جائے اور مال کا مالک اپنے مال کے دفاع اور بچاؤ میں اپنی جان پر کھیل جائے، یعنی اس کو قتل کر دیا جائے تو وہ شخص "شہید" مانا جائے گا، امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی کی "سنن ترمذی" کے ایک باب کا ترجمۃ الباب ہی ہے۔ **باب من قتل دون ماله فهو شهيد.** باب: جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں ظلماً قتل کر دیا جائے، وہ "شہید" ہے۔

قابل رشک مالدار

الحسد: **ان يرى الرجل لاخيه نعمة، فيتمنى، ان تزول عنه، وتكون له دونه، الغبطة: وهى ان يتمنى ان يكون له مثلما لغيره من غير ان يزول عنه.** کسی نعمت کے حصول کی اس طرح چاہت کہ اسی کو مل جائے، دوسرے سے چھن جائے، "حسد" ہے اور اس کو بھی مل جائے، یہ "غبطہ" یعنی رشک ہے۔ اول کی شرعاً اجازت نہیں لیکن دوسرا جائز ہے۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: دو شخص سب سے زیادہ قابلِ رشک ہیں: ایک تو وہ شخص جس کو قرآن کی نعمت مل جائے اور وہ قرآن پر عمل کو اپنا مقصد زندگی بنا لے۔ دوسرے وہ شخص جس کو اللہ مال دیدے اور پھر اللہ اس کو کار خیر میں خرچ کرنے کی توفیق دیدے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لاَ حَسَدَ اِلَّا عَلٰی اِثْنَیْنِ، رَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ الْقُرْآنَ، فَھُوَ یَقُوْمُ بِہٖ آنَا اللَّیْلِ وَآنَا النَّھَارِ، وَرَجُلٌ آتَاہُ اللّٰہُ مَالاً، فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ سِرًّا وَجَھْراً.

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: وہ شخص سب سے زیادہ قابل رشک ہیں۔ ایک وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن دیدیا ہو اور وہ رات ودن اس پر عمل کرتا ہو اور دوسرے وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے مال دے دیا ہو اور وہ چپکے چپکے اور علی الاعلان اس مال کو خرچ کرتا ہو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور مالداری

صحابہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی مالداری اور فیاضی مشہور تھی، آپ نے وفات سے پہلے اپنا بہت سا مال راہ خدا میں دے ڈالا، لیکن اسکے باوجود جب آپ کا انتقال ہوا تو آپ کی زوجیت میں چار بیویاں تھیں، جواز روئے شرع آپ کے ترکہ میں سے آٹھویں حصے کی حقدار ہوئیں، کل ترکہ کا آٹھواں حصہ تین لاکھ بیس ہزار ہوا، ہر ایک بیوی کے حصہ میں اسی ہزار درہم آئے، اندازہ اور حساب لگائیے کہ کل ترکہ کتنا رہا ہوگا۔ جب کہ یہ واقعہ آج سے چودہ صدی قبل کا ہے۔

ثم بعد ذلک کلہ خلف لورثتہ مالا، لا یکاد یحصیہ العد، الی قولہ، وکانت نساء اربعاً فبلغ ربع الثمن الذی خص کل واحدۃ منھن ثمانین الفا.

بایں ہمہ حضرت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنے ورثاء کے لئے ناقابل شمار مال چھوڑا، ان کی زوجیت میں چار عورتیں تھیں، ان میں سے ہر ایک کا مخصوص حصہ۔ آٹھویں کا چوتھائی۔ ۸۰ ہزار تھا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور مالداری

گھر والوں کی فرمائش پر حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لئے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مال اور اولاد میں برکت کی دعا فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ذاتی زندگی پر اس دعا کی گہری چھاپ اور گہرا اثر تھا، اولاد میں برکت کا یہ حال تھا کہ ایک قول کے مطابق آپ کے سو اولاد ہوئیں۔ اور مال میں برکت کا یہ عالم تھا کہ حضرت انس خود۔ بطور تحدیث نعمت فرمایا کرتے: انی لمن اکثر الانصار مالاً میں مالدار ترین انصاری صحابہ میں سے ایک ہوں۔

حضرت سعد بن الربیع الانصاری رضی اللہ عنہ اور مالداری

بے سروسامانی کی حالت میں حضرات مہاجرین مکہ سے مدینہ پہونچے تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اور انصار میں مؤاخات اور بھائی چارہ قائم کیا۔ مہاجر صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو انصاری صحابی حضرت سعد بن الربیع کا بھائی بنایا۔ ایک دن حضرت سعد بن الربیع نے اپنے مہاجر بھائی سے کہا ایسا ہے کہ میں ایک مالدار آدمی ہوں، مال آدھا آدھا ہم باہم تقسیم کر لیتے ہیں اور میری زوجیت میں بروقت دو عورتیں ہیں، جو تم کو زیادہ پسند ہو مجھ کو بتلا دو میں اسے طلاق دیدوں وہ عدت گذار لے اور اس کے بعد تم اس سے نکاح کر لو۔ لیکن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی غیور اور خوددار طبیعت نے احسان قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ جہاں ایثار کے باب میں اپنی مثال آپ ہے، وہیں اس بات کا بھی شاہد ہے کہ حضرت سعد بن الربیع ایک مالدار صحابی تھے۔

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ اور مالداری

حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ ایک بار اتنا شدید بیمار ہو گئے کہ انہیں خود اپنی موت کا اندیشہ ہونے لگا، حضور نبی اکریم صلی اللہ علیہ وسلم عیادت اور مزاج پرسی کی غرض سے تشریف لائے، حضرت سعد نے مشورۃً پوچھا: ان لی مالاً کثیراً ولیس یرثنی الا ابنتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس مال بہت ہے اور وارث صرف ایک بیٹی، کیا میں دو تہائی مال صدقہ کر دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، حضرت سعد نے فرمایا کہ آدھا مال ہی صدقہ کر دوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں: حضرت سعد نے کہا: ایک تہائی مال کا صدقہ کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک تہائی مال صدقہ کر دو اور ایک تہائی مال بھی فی نفسہ بہت ہے۔ حضرت سعد کا یہ جملہ: ان لی مالاً کثیراً بتلاتا ہے کہ وہ بھی صاحب مال تھے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور مالداری

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ تو اتنے مالدار تھے کہ ''غنی'' آپ کے نام کا ایک جز بن گیا 'غنی' عربی زبان میں سیٹھ اور مالدار کو کہا جاتا ہے۔ مختلف مشکلات میں ان کا مال اسلام اور مسلمانوں کے کام آیا مثلاً: حضرات صحابہ ہجرت کر کے مدینہ پہونچے، تو مسجد کی توسیع کی ضرورت پیش آئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی پیسے سے زمین خرید کر مسجد کو وقف کر دی، تاکہ مسجد کی توسیع کا انتظام ہو سکے، حضرات صحابہ ہجرت کر کے مدینہ پہونچے، پینے کے پانی کا کوئی مناسب نظم نہ تھا، حضرت عثمان نے ''بئر رومہ'' خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا، غزوہ تبوک کے موقع پر مسلمان مجاہدین کے ساتھ آپ کا بڑا خاص تعاون رہا۔

مال فاسق وفاجر کیلئے وبال ہے متقی وپرہیز گار کیلئے نہیں

یہ تو مشت از خروارے ان چند حضرات صحابہ کا تذکرہ تھا، جن کی مالداری کا نہ یہ کہ صرف نبی کریم ﷺ کو علم تھا، بلکہ ان میں کے اکثر کی مالداری آپ ﷺ کی دعاؤں کا ثمرہ تھی، ان کے تذکرے کا واحد مقصد اس بات کو اجاگر کرنا ہے کہ اسلام میں مال کوئی ایسا شجرۂ ممنوعہ نہیں ہے جس کو کھانا تو درکنار اس کے قریب بھی نہ جایا جائے، بلکہ مال کام اور ضرورت کی عمدہ چیز ہے، شرط ہے کہ حلال طریقے سے حاصل کیا جائے، حلال جگہوں پر خرچ کیا جائے، مال کے تعلق سے عائد شرعی حقوق واجبہ ادا کئے جائیں، مال دار کا دل اپنے دست وبازو کی طرف نہیں، اللہ کی طرف متوجہ رہے، اسی لئے اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا: **لا باس بالغنی لمن اتقٰی** ۔مال فاسق وفاجر کے لئے وبال جان ہے، متقی وپرہیز گار کے لئے نہیں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے: **نعم المال الصالح للرجل الصالح** . نیک آدمی کا مال حلال بہت خوب ہے۔ مال ہی کے حصول کی خاطر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت پر فائز ہونے کے بعد بھی تجارت کا پیشہ نہ چھوڑا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تجارت پیشہ تھے۔ سید التابعین سعید بن المسیب تجارت پیشہ تھے۔ اور انہوں نے ایک بار اپنے داماد عبداللہ ابن ابووداعہ کو ایک خطیر رقم پیش کی تھی۔ عبداللہ بن عمر نے سو یا سو سے زائد غلام آزاد کئے تھے۔

فقر اور غربت بے راہ روی کا باعث

کہا جاتا ہے کہ ''پیٹ نہ ہوتا، تو بھینٹ (ملاقات) نہ ہوتی'' دنیا کی چہل پہل، نقل وحرکت یہ سب پیٹ میں لگی آگ بجھانے ہی کی خاطر ہے، نہ پیٹ میں

بھوک کی آگ لگتی ہے نہ کسان صبح دم کھیت کا رخ کرتا۔ نہ غریب معصوم بچوں کے ہاتھوں میں کتابوں کے بستے کے بجائے ، رکشہ یا ہوٹل کی پلیٹ ،نظر آتی ، نہ نوکر کو سیٹھ صاحب کی ڈانٹ سننے اور سہنے کی ضرورت ہوتی ، نہ غریب کو سوال کے لئے ہاتھ پھیلانے کی حاجت ، کبھی غربت کے مارے کو شدت کی بھوک لگتی ہے۔ پاس ایک کوڑی بھی نہیں ہوتی تو وہ چوری ، نقب زنی ، ڈاکہ زنی کی ناجائز راہوں پر چل پڑتا ہے اور اتنی دور نکل جاتا ہے کہ تادم حیات سیدھی راہ کی جانب واپسی نہیں ہو پاتی ، عربوں کا مقولہ سچ ہے۔ اَلْخُلَّةُ تَدْعُوْ اِلٰی السَّلَةِ .غربت کبھی چوری چماری پر مجبور کر دیتی ہے۔

غربت اور محتاجگی میں کبھی کبھی ایمان بھی بک جاتا ہے

چوری تو چوری ، غربت کے ستائے کے منہ سے کبھی ایسے شکایت آمیز کلمات نکل جاتے ہیں ، کہ اس کا ایمان سلب ہو جاتا ہے اور آج کل تو عیسائی مشنریاں ، غریب مسلمانوں میں اپنے مذہب کی ترویج و تبلیغ کا کام کرتی ہیں ، مال و زر سے غریب مسلمانوں کو لبھاتی ہیں ، غریب مسلمان اونے پونے میں اپنا ایمان بیچ دیتا ہے اور حضور اکرم ﷺ کی پیشین گوئی ”کاد الفقر ان یکون کفراً ۔ممکن ہے کہ فقر ، کفر سے بدل جائے“ ناقابل انکار واقعہ بن کر سامنے آجاتی ہے۔

مجبوریوں سے فائدہ اٹھانا غیروں کی پرانی عادت

مسلمانوں کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھانا غیروں کا پرانا شیوہ ہے ، غزوۂ تبوک میں حضرت کعب بن مالک شرکت کا ارادہ رکھنے کے باوجود اب تب میں نہ جا سکے۔ نتیجۃً دربارِ نبوت میں بھی معتوب ہوئے اور حضرات صحابہ نے بھی سلام کلام

تک بند کر دیا، عرصۂ حیات تنگ ہو گیا، شاہ غسان کو صورتحال کا علم ہوا، تو اس نے حضرت کعب کے نام خط لکھ بھیجا، خط کے مضمون کا مقصد حضرت کعب کو حضور اکرم ﷺ سے نفرت دلا کر اپنے یہاں بلانا تھا۔ حضرت کعب بن مالک اپنی فراستِ ایمانی سے اصل حقیقت تاڑ گئے اور یہ کہہ کر "ہذا ایضا من البلاء" یہ بھی ایک آزمائش ہے" خط کو نذر آتش کر دیا۔

ٹوٹ جاتا ہے غریبی میں جو رشتہ خاص ہوتا ہے

غریب شخص سماج میں اپنا وزن کھو بیٹھتا ہے، قریب سے قریب تر رشتے دار، رشتہ داری کا سلوک و برتاؤ تو دور کی بات، رشتہ داری کے زبانی اظہار سے بھی کتراتا بلکہ گھبراتا ہے، جب کہ مالدار سے لوگ زبردستی رشتے داریاں جوڑ لیتے ہیں، سماج تو سماج رہا، والدین کی نظر میں وہی اولاد عقلمند اور عزیز ہوتی ہے جو مال کما کر اس کے ہوس کے دامن کو بھر دیتی ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی صلاح

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کسی زمانہ میں دینار و درہم اسلام کی آنکھ کا تنکا رہے ہوں گے لیکن اب اس ایمانی دور انحطاط و زوال میں وہ ایمان کے حق میں سپر اور ڈھال ہیں۔ میری نظر میں اگر دینار و درہم اس دور انحطاط میں نہ ہوں گے تو انسان مفلسی سے نجات کے لئے سب سے پہلے اپنے ایمان کو داؤ پر لگائے گا یعنی اس کو بیچ دے گا۔ اس لئے اس ایمانی دور انحطاط میں مسلمانوں کو میرا پیغام یہ ہے کہ وہ اپنی مال پوزیشن مستحکم تر کریں۔ تا کہ غیروں کو مال و دولت سے کسی مسلمان کے ایمان کو خریدنے کا موقع نہ مل سکے۔

عن سفیان الثوری قال: کان المال فیما مضی یکرہ فاما الیوم فھو ترس المومن وقال: لولا ھذہ الدنیا نیر لتمندل بنا ھؤلاء الملوک ، وقال: من کان فی یدہ من ھذہ شیئ ، فلیصلحہ ، فانہ زمان ان احتاج، کان اول من یبذل دینہ.

سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کہ پچھلے زمانوں میں مال ناپسندیدہ تھا، رہا آج تو مومن کی ڈھال ہے، اگر دنانیر نہ ہوں گے تو دنیا کے بادشاہ ہمیں ہاتھ اور برتن صاف کرنے کا کپڑا سمجھ لیں گے، کسی کے پاس دنانیر ہوں تو اس کو تجارت میں لگائے کیوں کہ ایسا زمانہ آگیا کہ اگر محتاجگی آئی، تو سب سے پہلے آدمی اپنے دین کو داؤں پر لگادے گا۔

حضرت ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کا مشورہ

حضرت مولانا ابرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بخل شرعی تو مذموم ہے کہ جائز وناجائز کی فکر ہو اور واجبات ادا نہ کرنا، لیکن بخل لغوی مطلوب ہے، اس زمانہ میں کچھ مال بھی ہونا مطلوب ہے، تاکہ جمعیت قلب رہے۔ البتہ مال سے قلبی لگاؤ نہ ہو"۔

حدیث "الفقر فخری" موضوع اور باطل

کچھ خطباء اور مقررین اللہ کے رسول کا یہ فرمان: "**اللھم احینی مسکینا، وامتنی مسکینا، واحشرنی فی زمرۃ المساکین**" تلاوت کرتے ہیں اور بڑے طمطراق سے یہ ترجمہ اور مطلب بیان کرتے ہیں کہ اے اللہ! تو مجھے فقر کی حالت میں زندہ رکھ، اسی حالت میں وفات دے اور فقراء کے ساتھ میرا حشر فرما۔ واضح رہے کہ حدیث کا یہ ترجمہ اور مطلب غلط ہے ورنہ تو یہ لازم آئے گا کہ ایک

طرف فقر اتنا بُرا ہے کہ اس سے پناہ مانگی جاتی ہے، دوسری طرف اتنا محبوب ہے کہ حین حیات اور بوقت ممات فقر مانگا جارہا ہے اور فقراء کے ساتھ حشر ونشر ہو، اس کی دعا مانگی جارہی ہے۔ حدیث میں مسکین سے متواضع مراد ہے۔ اور ترجمہ اور مطلب یہ ہے کہ اللہ! تو زندگی میں بھی متواضع رکھ بوقت موت بھی متواضع رکھ اور متواضعین کے ساتھ مرا حشر فرما، ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **قال بعضهم: اجعلني متواضعا لا جباراً متكبراً**. اب تعارض نہ رہا۔

اگر ذہن میں یہ خلجان پیدا ہو کہ ایک طرف حدیث میں فقر سے پناہ مانگی جاتی ہے جس کا مطلب ہے کہ فقر بُری چیز ہے دوسری طرف حدیث میں ہے کہ فقراء ، اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں جائیں گے، جس کا معنی ہوا کہ فقر ایک محمود ومطلوب چیز ہے یہ تو تعارض ہے، تو عرض ہے کہ فقر بری چیز ہے لیکن اگر کوئی فقر کا شکار ہو جائے تو یہ احادیث اس کے لئے مرہم اور سامان تسلی ہیں، یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ مرض متفقہ طور پر ایک بُری چیز ہے لیکن اگر کوئی شخص مرض کا شکار ہو جائے تو اس کو تسلی کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنایا جائے۔ **مامن مسلم يصيب اذى من مرض او ما سواه الا حط الله به سيئاته كما تحط الشجرة ورقها.** بیماری وغیرہ سے مسلمان کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جیسے کہ موسم خزاں میں درخت کے پتے جھڑتے ہیں۔

☆☆☆

محفوظ راستہ

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ

اے فرزند! دنیا آزمائش وابتلا کی جگہ ہے، اس کے ظاہر کو طرح طرح کی ملمع کاریوں سے مزین کیا گیا ہے، خیالی ووہمی خال وخط اور زلف وخد سے آراستہ ہے، دیکھنے میں شریں اور تروتازہ، لیکن حقیقت میں یہ دنیا ایک مردار ہے، عطر لگایا ہوا گندگیوں کا ایک ڈھیر ہے، مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا ایک سراب ہے۔ آب نما اور ایک مٹھاس ہے زہریلی، اس کا باطن ظاہر ہے برعکس خراب وابتر ہے اور مزا یہ ہے کہ ان گندگیوں کے باوجود اس کا معاملہ اپنے چاہنے والوں کے ساتھ نہایت برا ہے اس کا فریفتہ، دیوانہ ومسحور ہے اور اس کا گرفتار، فریب خوردہ ومجنون، جو بھی اس کے ظاہر پر ریجھا نقصان ابدی اس کے پلے پڑا، اور جو بھی اس کی حلاوت وطراوت پر مائل ہوا ندامت سرمدی، (دائمی ندامت) اس کے حصے میں آئی۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: دنیا اور آخرت سوکنیں ہیں، اگر ایک راضی ہوئی تو دوسری ناخوش، لہٰذا جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اس سے ناراض ہوئی۔ آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں، اللہ ہمیں اور تمہیں دنیا اور دنیا داروں سے پناہ میں رکھے۔ آمین!

اے فرزند! اللہ تعالیٰ نے کمال مہربانی سے تجھے ابتدائے جوانی میں توبہ کی توفیق عنایت کی تھی، مجھے معلوم نہیں کہ نفس وشیطان کے قبضے سے چھٹکارا پا کر تجھے توبہ پر ثبات وقرار میسر ہوا یا نہیں، بظاہر تو استقامت مشکل نظر آتی ہے کیونکہ موسم عنفوان جوانی کا ہے، دنیا کے اسباب میسر ہیں اور نامناسب دوستوں، ہم نشینوں کی کثرت ہے، کام یہ ہے کہ فضول مباحات سے بچایا جائے اور بقدر ضرورت پر اکتفا کی جائے، اور مباحات کا بقدر ضرورت استعمال بھی جمعیت خاطر کی نیت سے ہونا چاہئے تا کہ وظائف بندگی ادا کرنے میں تشویش پیدا نہ ہو، مثلاً کھانے کی غرض یہ ہے کہ ادائے طاعات پر قوت وقدرت نصیب ہو اور لباس کا مقصد یہ ہے کہ اس سے جسم ڈھانپنے اور سردی گرمی دفع کرنے کا کام لیا جائے اسی قیاس پر تمام ضروری مباحات کو سمجھنا چاہئے۔ اکابر نقشبندیہ قدس سرہم نے عزیمت کا عمل اختیار کیا ہے اور حتی الامکان رخصت سے اجتناب کرتے رہے ہیں۔ عزیمتوں میں ایک عزیمت یہ بھی ہے کہ بقدر ضرورت پر اکتفا کیا جائے اور اگر یہ دولت میسر نہ ہو تو مباحات کے دائرے سے نکل کر مشتبہ اور حرام چیزوں کی طرف ہرگز نہ جانا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ نے کمال کرم سے مباحات اور نعمتوں کا دائرہ خود ہی بہت وسیع کر دیا ہے ان نعمتوں سے قطع نظر کون سا عیش اس بات کے برابر ہے کہ بندے کا مولیٰ اس کے کردار سے راضی ہو اور کون سی جفا اس بات کے برابر ہوگی کہ اس کا آقا اس کے اعمال سے ناراض ہو، جنت میں اللہ کی رضا جنت سے بہتر ہے اور دوزخ میں اللہ کی ناراضی دوزخ سے بدتر ہے، اللہ نے انسان کو اپنا بیٹا نہیں بنایا اور نہ اس کو پوری چھوٹ دے دی ہے کہ جو چاہے کرے، سوچنا چاہئے اور اپنی عقل دور اندیش کو کام میں لانا چاہئے۔ کل قیامت میں ندامت ونقصان کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا، کام کا وقت موسم جوانی ہے، جواں مرد وہ ہے جو اس کو ہاتھ سے نہ جانے دے

اور فرصت کو غنیمت سمجھے، یہ بالکل ممکن ہے کہ بڑھاپے تک اسے زندگی ہی نہ ملے اور اگر بالفرض بڑھاپے تک پہنچ گیا تو اطمینان میسر نہ ہوا اور اگر یہ بھی ہو تو ضعف اور سستی کی وجہ سے کام نہ کر سکے۔

اس وقت اسباب اطمینان میسر ہیں، والدین کا وجود بھی اللہ کے انعامات میں سے ہے کہ اس نوجوان کی معیشت کی فکر بھی انہیں کے سر ہے، موسم فرصت ہے اور زمانہ قوت واستطاعت، پھر کس عذر کی بناء پر آج کو کل پر ٹالا جائے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ادائے طاعات میں تاخیر کرنے والے اور ''عنقریب کروں، عنقریب کروں گا'' کہنے والے ہلاک ہوئے، ہاں، اگر مہمات ومعاملات دنیا کو کل پر چھوڑ دیں اور آج کو اعمال آخرت میں مشغول رکھیں، تو کیا کہنا!

عنفوان جوانی کے اس زمانے میں کہ دشمنان دین، نفس وشیطان کا غلبہ ہے، تھوڑے عمل کا بھی اتنا اعتبار ہے کہ ان کا غلبہ نہ ہونے کی صورت میں اس سے ۱۰ گنا عمل کا بھی نہیں، فوجی قواعد میں بھی دشمنوں کے حملے وغلبے کے وقت کارگزار سپاہیوں کی بڑی قدر ہے اور اس وقت ان کی تھوڑی دوڑ دھوپ اور کارگزاری بھی لائق اعتبار ونمایاں ہوتی ہے۔

اے فرزند! انسان جو موجودات کا خلاصہ ہے اس کی تخلیق کا مقصد نہ لہو ولعب ہے اور نہ کھانا اور سونا، بلکہ اس کی تخلیق کا مقصد اللہ کی بندگی، تواضع وانکسار، عجز وفقر اور بارگاہ قدس میں ہمیشہ التجا وتضرع ہے اللہ کی بندگی وعبادت سے مراد وہ عبادتیں ہیں جن کی تعلیم شریعت محمدی ﷺ نے دی ہے ان عبادتوں کی منفعتیں اور مصلحتیں خود بندوں کو حاصل ہوتی ہیں ان سے خدا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا، اس لئے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے پرہیز، دل وجان سے جذبۂ احسان مندی اور کامل اطاعت وانقیاد کے ساتھ ہونا چاہیئے اور اپنی پوری سعی صرف کر دینی چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے

اپنے مکمل استغنا کے باوجود صرف ہمارے فائدے کے لئے ہمیں اوامر ونواہی سے سرفراز فرمایا، ہم محتاجوں کو تو اس نعمت کا شکریہ پورے طور پر ادا کرنا چاہیئے۔

اے فرزند! تم جانتے ہو کہ اگر دنیا کا کوئی زبردست اپنے کسی زیردست کو کسی خدمت پر سرفراز کرتا ہے تو اس حقیقت کے باوجود کہ اس خدمت کا نفع اس حاکم کو بھی ملنے والا ہے، وہ زیردست اس کے حکم کو کس قدر عزیز رکھتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ ایک عظیم القدر شخص نے یہ خدمت اس کے سپرد کی ہے اس لئے کامل احسان مندی کے ساتھ اس کو بجالانا چاہیئے۔ کیا مصیبت ہے کہ انسان کو رب ذوالجلال کی عظمت اس شخص کی عظمت سے بھی کم نظر آتی ہے کہ اس کے احکام کی بجا آوری میں کوشش نہیں کرتا، شرم کرنی چاہیئے اور اپنے کو خواب خرگوش سے بیدار کرنا چاہیئے، احکام الٰہی کی نافرمانی دو چیز سے خالی نہیں، یا شریعت کی خبروں کو جھوٹ سمجھتا ہے اور باور نہیں کرتا، یا دنیا والوں کی عظمت کے مقابلے میں اللہ کی عظمت حقیر نظر آتی ہے اس بات کی شناعت اور خرابی پر اچھی طرح غور کرنا چاہیئے۔

اے فرزند! ایک ایسا شخص جس کی کذب بیانی کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے، کہتا ہے کہ دشمنوں کی مسلح فوج فلاں قوم پر شب خون مارنے والی ہے۔ سنتے ہی اس قوم کے عقل مند اپنی محافظت میں لگ جاتے ہیں اور اس بلا کو دفع کرنے کی فکر کرتے ہیں، حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ خبر دینے والا جھوٹ بولنے کا عادی ہے، مگر ان کی دلیل یہ ہوتی ہے کہ جہاں خطرے کا وہم بھی ہو وہاں عقل مندوں پر احتراز لازم ہے لیکن مخبر صادق علیہ السلام نے بڑی تاکید کے ساتھ عذاب اخروی سے خبردار کیا ہے اس کے باوجود کچھ بھی متاثر نہیں ہوتے اور ہوتے بھی ہیں تو اس کو دفع کرنے کی فکر نہیں کرتے، حالانکہ اس کو دفع کرنے کی تدبیر بھی مخبر صادق سے معلوم ہو چکی ہے، پس یہ ایسا ایمان ہے کہ سچے کی خبر جھوٹے کی خبر کے برابر بھی اعتبار نہیں رکھتی!

یقین حاصل کرنا چاہئے کہ صرف صورت اسلام نجات بخش نہیں، یقین کہاں ہے، ظن بھی نہیں، بلکہ وہم بھی نہیں ہے کیونکہ عقل مند خطرے کے موقع پر وہم کا بھی اعتبار کرتے ہیں اسی طرح اللہ نے کلام مجید میں فرمایا: وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ (البقرہ:۲/۹۶) ''اللہ تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے''۔ اس کے باوجود برے اعمال میں مشغول ہیں اگر ان کو معلوم ہو کہ کوئی حقیر شخص بھی ان کے اعمال کو دیکھ رہا ہے تو یہ ہرگز عمل شنیع اس کی نظر کے سامنے نہیں کرتے، اس کا سبب دو امر سے خالی نہیں، اللہ کی خبر کو باور نہیں کرتے، یا اللہ کی اطلاع کا اعتبار نہیں کرتے، اس قسم کا کردار ایمان کی علامت ہے یا کفر کی نشانی؟

اے فرزند! تم پر لازم ہے کہ ازسرنو تجدید ایمان کرو، نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے: کلمہ لا الہ الا اللہ کے ذریعے اپنے ایمان کی تجدید کرتے رہو، نامرضیات حق سے توبہ نصوح کا ازسرنو اعادہ کرو، جن امور کو حرام قرار دیا گیا ہے اور ان سے نہی فرمائی گئی ہے ان سے محترز و مجتنب رہو، پنج وقتہ نماز باجماعت ادا کرو، اگر قیام لیل یعنی تہجد میسر ہو تو زہے سعادت!

مال کی زکوۃ دینا بھی ارکان اسلام میں سے ہے، اسے ضرور ادا کرو، زکوۃ ادا کرنے کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے مال میں سے جو کچھ فقراء کا حق ہے، ہر سال زکوۃ کی نیت سے الگ محفوظ کر دے اور پورے سال اس کو مصارف زکوۃ میں صرف کرتا رہے، اس طرح ہر مرتبہ ادائے زکوۃ کی نیت ضروری و لازم نہ رہے گی، یعنی ایک ہی دفعہ زکوۃ کی نیت کر کے اس کو علیحدہ کرنا کافی ہوگا۔ (تمام فرائض کی طرح زکوۃ کی ادائیگی کا بھی اصل طریقہ یہی ہے کہ اس کو اجتماعی طور پر ادا کیا جائے۔ لیکن جہاں کہیں اجتماعی نظم موجود نہ ہو وہاں انفرادی طور پر ادا کرنے سے بھی زکوۃ ادا ہو جاتی ہے۔

اسی طرح تمام عبادتوں میں خیال رکھو، کسی عبادت کی ادائیگی میں اپنے نفس کو ڈھیل نہ دو، بندوں کے حقوق ادا کرنے میں بھی سعی بلیغ کرو تاکہ کسی کا حق تمہارے ذمے باقی نہ رہ جائے، یہاں دنیا میں ان کا ادا کرنا آسان ہے کل قیامت میں یہ آسانی باقی نہ رہے گی، وہاں کی جواب دہی مشکل اور ناقابل علاج ہے، احکام شرعیہ علمائے آخرت سے پوچھنے چاہئیں۔ان کی باتوں میں تاثیر ہی دوسری ہے ممکن ہے کہ ان کے کلام کی برکت توفیق عمل دیدے، علماء دنیا سے جنہوں نے علم کو مال اور جاہ ومرتبے کے حصول کا ذریعہ ووسیلہ بنالیا ہے دور رہنا چاہئے، ہاں جہاں متقی علماء موجود نہ ہوں، وہاں بقدر ضرورت ان سے مسئلہ دریافت کرسکتے ہو۔

اے فرزند! یہ مسئلے اور نصیحتیں تمہیں پہلے سے معلوم ہوں گی، لیکن مقصود عمل ہے نہ کہ صرف علم، جو بیمار اپنے مرض کی دوا جانتا ہے وہ جب تک اسے استعمال نہ کرے صحت یاب نہیں ہوسکتا، یہ مبالغہ وتاکید بھی عمل ہی کے لئے ہے ورنہ عالم بے عمل کے بارے میں تو یہ حدیث آئی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت میں سخت ترین عذاب اس عالم پر ہوگا جس نے علم کے مطابق عمل نہیں کیا"۔

☆☆☆

یہ آزمائشیں، الارم ہیں!

قرآنی بیان ہے ''کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ محض یہ کہہ دینے پر چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور انہیں آزمایا نہیں جائے گا؟ اور ہم نے تو ان لوگوں کو بھی آزمایا جو ان سے پہلے گذرے ہیں، اللہ کو تو ضرور یہ دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں؟'' (العنکبوت:۲-۳)

آزمائشوں کی بھٹی میں تپا کر کھرے کھوٹے کا اندازہ کرنا، مصائب ومشاکل کے عالم میں صبر وتحمل سے رہنے والے اور گھبرانے اور واویلا کرنے والے کا اندازہ کرنا، کوہ استقامت اور بزدل کو چھانٹ کر الگ الگ کر دینا خدائے ذوالجلال کا وہ قانون وسنت ہے جو ازل سے آج تک جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی، یہی وہ حقیقت ہے کہ جس کی صراحت مذکورہ بالا آیت کر رہی ہے۔ نبوت کے ابتدائی دور میں زبان نبوت کے بموجب اسلام کسمپرسی، اجنبیت وغربت کے عالم میں تھا، چند مخلص جو دامن اسلام سے وابستہ تھے وہ مصائب ومحن کے طوفان سے نبرد آزما تھے، دل دہلانے والے، رونگٹے کھڑے کر دینے والے اور جسم وجان کو چور چور کرنے والے مصائب وحالات کا سامنا تھا، اس صورتحال سے ان کے پائے استقامت

وثبات میں لغزش اور تزلزل تو نہ آیا تھا مگر تقاضۂ فطرت انسانی کے بموجب ان پر اضطرابی شدید کیفیت طاری رہا کرتی تھی۔ قرآن کریم کی اس آیت میں اسی اضطرابی حالت کو صبر وتحمل سے بدلنے کیلئے یہ سمجھایا گیا ہے کہ صرف زبانی اور قولی دعوائے ایمان دنیوی ودینی کامیابیوں کے حصول کیلئے کافی نہیں ہے بلکہ اس کے لئے آزمائشوں سے دوچار ہونا پڑے گا، جنت کی آسائشیں اور خدا کی نوازشیں اتنی ارزاں نہیں کہ صرف دعوائے ایمان ان کے حصول کیلئے کافی ہوسکے، بلکہ ان کے محن ومصائب کا مقابلہ کرنا ہوگا، جان ومال کا زیاں سہنا ہوگا، آزمائشیں آئیں گی اور ان میں کھرا اترنا ہوگا، دشمنوں کے زہر گداز مصائب کے سامنے کوہ استقامت بننا پڑے گا، اللہ کی یہ سنت رہی ہے کہ وہ ہر دور میں اہل حق کو آزماتا رہا ہے اور اسی آزمائش کے ذریعہ سچے اور کھرے اور جھوٹے اور کھوٹے کو پرکھا گیا ہے۔

''آزمائش کا یہ طریقہ نیا نہیں ہے، یہ شروع سے چلا آرہا ہے، ہر قوم وتحریک کو اس کا سامنا رہا ہے اور قیامت تک رہے گا، اور اس آزمائش کا مقصد مسلمانوں کو فتنہ میں مبتلا کرنا نہیں ہے، بلکہ آزمائش وامتحان کے ذریعہ ان کے سچوں اور جھوٹوں اور مخلصین ومنافقین کو چھانٹ کر الگ الگ کرنا مقصود ہے''۔

اس آیت کے ذیل میں مولانا امین احسن اصلاحی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''جہاں تک اللہ تعالیٰ کے علم کا تعلق ہی وہ ہر چیز کو محیط ہے وہ ہر ایک کے باطن سے اچھی طرح باخبر ہے کہ مخلص کون ہے اور منافق کون، لیکن وہ لوگوں کے ساتھ جزا وسزا کا معاملہ مجرد اپنے علم کی بنیاد پر نہیں کرتا بلکہ لوگوں کے عمل کی بنیاد پر کرتا ہے، اس وجہ سے وہ ہر ایک کو امتحان میں ڈال کر پرکھتا ہے اور اسی امتحان سے ہر ایک مدارج معین ہوتے ہیں''۔

فوائد عثمانیہ میں مرقوم ہے ”زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنا کچھ سہل نہیں، جو دعویٰ کرے امتحان و ابتلاء کے لئے تیار ہو جائے، یہی کسوٹی ہے، جس پر کھرا کھوٹا کسا جاتا ہے، حدیث میں ہے کہ سب سے سخت امتحان انبیاء کا ہے، ان کے بعد صالحین کا، پھر درجہ بدرجہ ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں، نیز امتحان آدمی کا اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتا ہے جس قدر کوئی شخص دین میں مضبوط اور سخت ہوگا اسی قدر امتحان میں سختی کی جائے گی“۔

اس آزمائش کا ذکر مختلف آیات و احادیث میں ملتا ہے۔ (مثلاً سورہ بقرہ کی آیت ۲۱۴، سورہ آل عمران: ۱۴۲، سورہ محمد: ۳۱، سورہ آل عمران: ۱۷۹، و۱۴۵، سورہ توبہ ۱۶، وغیرہ ملاحظہ ہوں)

علماء بلاغین نے آیت کے الفاظ سے یہ نکتہ اخذ کیا ہے کہ سچوں کا ذکر ”الذین صدقوا“ کے الفاظ یعنی فعل سے کیا گیا ہے، جب کہ جھوٹوں کے لئے ”الکاذبین“ اسم فاعل کا استعمال ہوا ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ کاذبین میں کذب کی خصلت پوری طرح رچی بسی ہوئی ہے اور مسلسل موجود ہے، اسم فاعل میں دوام کے معنی ہوتے ہیں، جب کہ فعل میں تجدد ہوتا ہے اور اس سے رسوخ و دوام کا معنی نہیں لیا جا سکتا، گویا کاذبین کی تعداد زیادہ ہوتی ہے اور صادقین کی تعداد کم ہوتی ہے اور جو کچھ ہوتے ہیں ان میں سے کم ہی میں صدق راسخ ہوتا ہے“۔

ایک حدیث میں دنیا کو مومن کے لئے قید خانہ بتایا گیا ہے، اس میں بھی اشارہ ہے کہ اہل ایمان پر فتنے اور آزمائشیں آئیں گی۔ یہ فتنے متنوع ہو سکتے ہیں اور مختلف شکلوں میں آسکتے ہیں، مال و دولت، زن زر زمین، اختلاف و انتشار، جنگ ولڑائی، مصائب سب فتنے ہیں۔ سید قطب شہید نے اس آیت کا پیغام اور روح ان الفاظ میں بیان کی ہے کہ ایمان محض ایک قول نہیں بلکہ وہ حقیقت کبریٰ ہے، وہ امانت عظمیٰ ہے، وہ جہاد اکبر ہے جو صبر و تحمل کا مطالبہ کرتا ہے، وہ جد وجہد ہے، اس

لئے محض دعوائے ایمان پر نجات وفلاح نہیں ہوسکتی، آزمائشوں کے طوفان میں ثابت قدمی اور اس کے منجدھار سے خلوص قلب اور استقامت کے ذریعہ رستگاری پاکر ہی نجات مل سکتی ہے، ایمان اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کی امانت ہے، اس امانت کے حامل وہی افراد ہوتے ہیں جو اہل ہوں اور ان کے دل آلائشوں سے پاک اور مصفیٰ ہوں، جو راحت وآرام کو ایمان پر قربان کرسکتے ہوں، یہ اتنی عظیم امانت ہے کہ اس کا بار بہت کم ہی افراد اٹھا سکتے ہیں، اور اس کے حاملین کا خلوص وصدق آزمائشوں سے پرکھا جاتا ہے"۔

اس وقت مختلف سطحوں پر مختلف مقامات پر، مختلف طریقوں سے اہل اسلام پر جو کافرانہ اور دشمنانہ یلغار جاری ہے وہ بھی ان کی آزمائش ہے، ان کی بدعملیوں کی خدائی سزاء ہے، ان کے لئے درس عبرت ہے، ان کی بیداری کا الارم ہے، ان کو یہ آگاہی ہے کہ ابھی وقت ہے، باز آجاؤ، بیدار ہوجاؤ، اپنا مقام سمجھو، قربانیاں دو زندہ رہنا ہے تو مرنے کے لئے تیار ہوجاؤ، اور یاد رکھو کہ موت کو تم سے ڈرنا چاہئے نہ کہ تم کو موت سے اور یہ ذہن نشین کرلو کہ موت روح کی جدائی سے نہیں بلکہ ایمان کی کمی اور یقین سے محرومی سے ہوتی ہے۔یہی آیت کا مطالبہ وپیغام اور وقت کا تقاضا ہے، اقبال نے اسی کی ترجمانی یوں کی ہے ۔

از مرگ ترسی اے زندہ جاوید
مرگ است صیدے تو در کمینی
جانے کہ بخشند دیگر نگیرند
آدم بمیرد از بے یقینی

(مولانا محمد اسجد قاسمی، ماہنامہ نقوش عالم، ماہ اپریل ۲۰۰۴ صفحہ ۳۱ تا ۳۲)

☆☆☆

”جھوٹ“

دنیا و آخرت کی تباہی کا ذریعہ ہے

کذب بیانی اور جھوٹ آج ہماری زندگیوں میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہے جیسے رگوں میں خون، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے زبان سے جھوٹ نکل جاتا ہے، کبھی تو ہم مذاق میں اور کبھی کچھ فائدہ حاصل کرنے کے لئے زبان سے جھوٹ بات نکال دیتے ہیں، اس کا رواج اس قدر ہو گیا ہے کہ لوگ اس کو ناجائز اور گناہ بھی نہیں سمجھتے۔ جب کہ حدیث میں جھوٹ بولنے کو نفاق کی علامت قرار دیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تین عادتیں ایسی ہیں جو منافق ہونے کی نشانی ہیں وہ یہ ہیں کہ جب وہ بات کرے تو جھوٹ بولے، اور جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی جائے تو وہ خیانت کرے۔ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ چاہے وہ نماز بھی پڑھتا ہو اور روزے بھی رکھتا ہو اور چاہے وہ دعویٰ کرتا ہو کہ وہ مسلمان ہے، لیکن حقیقت میں وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کسی مسلمان کا یہ کام نہیں ہے کہ وہ جھوٹ بولے، یا وعدہ خلافی کرے، یا امانت میں خیانت کرے اور اگر کسی میں یہ باتیں پائی جارہی ہیں تو سمجھ لو کہ وہ منافق ہے وہ مسلمان کہلانے کے لائق نہیں ہے۔

آج ہمارے ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ دین نام ہے نماز، روزے کا، تھوڑا سا نماز، روزے کا اہتمام کرلیا تو سمجھ لیا کہ بس اب ہم پکے مسلمان ہوگئے، اب ہم سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں ہے اب دھڑلے سے جھوٹ بولا جارہا ہے، وعدہ کا کوئی پاس ولحاظ نہیں، امانت میں خیانت ہورہی ہے اور اپنے کو پکا مسلمان بھی سمجھ رہے ہیں، جب کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمادیا کہ: ایسا شخص چاہے نماز بھی پڑھ رہا ہو اور روزے رکھ رہا ہو، لیکن وہ مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں۔

جھوٹ ہر مذہب میں حرام ہے

جھوٹ بولنا ایسا حرام ہے کہ کوئی ملت اور کوئی مذہب ایسا نہیں گزرا جس میں جھوٹ بولنا حرام وناجائز نہ سمجھا جاتا ہو، یہاں تک کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ بھی جھوٹ بولنے کو برا سمجھتے تھے، چنانچہ جب حضور اقدس ﷺ نے روم کے بادشاہ کے پاس اسلام کی دعوت کے لئے خط بھیجا تو خط پڑھنے کے بعد اس نے اپنے درباریوں سے کہا کہ ہمارے ملک میں اگر ایسے لوگ موجود ہوں جو ان سے یعنی حضور اکرم ﷺ سے واقف ہوں تو ان کو میرے پاس لاؤ، تاکہ میں ان سے حالات معلوم کروں کہ وہ کیسے ہیں، اتفاق سے اس وقت ابوسفیان رضی اللہ عنہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ وہاں گئے ہوئے تھے، چنانچہ ان کو لوگ بادشاہ کے پاس لے گئے، جب یہ بادشاہ کے پاس پہنچے تو بادشاہ نے سوالات کرنا شروع کیا، پہلا سوال یہ کیا کہ بتاؤ! یہ (محمد ﷺ) کس خاندان سے تعلق رکھتے

ہیں؟ وہ کیسا خاندان ہے؟ اس کی شہرت کیسی ہے؟ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ وہ تو بڑے اعلیٰ درجہ کا خاندان ہے اور سارا عرب اس خاندان کی شرافت کا قائل ہے، بادشاہ نے تصدیق کرتے ہوئے کہا: بالکل ٹھیک ہے۔ جو اللہ کے نبی ہوتے ہیں وہ اعلیٰ خاندان سے ہوتے ہیں۔

دوسرا سوال بادشاہ نے یہ کیا کہ ان کی پیروی کرنے والے معمولی درجے کے لوگ ہیں یا بڑے بڑے روساء ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ ان کی پیروی کرنے والوں کی اکثریت کم درجے کے معمولی قسم کے لوگ ہیں، بادشاہ نے تصدیق کی کہ نبی کہ متبعین ابتداء ضعیف اور کمزور قسم کے لوگ ہوتے ہیں، پھر سوال کیا کہ تمہاری جب ان کے ساتھ جنگ ہوتی ہے تو تم جیت جاتے ہو یا وہ؟ اس وقت تک چونکہ صرف دو جنگیں ہوئی تھیں۔ ایک جنگ بدر، دوسری جنگ احد، اور غزوہ احد میں چونکہ مسلمانوں کو تھوڑی سی شکست ہوئی تھی، اس لئے انہوں نے اس موقع پر جواب دیا کہ کبھی ہم غالب آجاتے ہیں اور کبھی وہ غالب آجاتے ہیں۔ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ اسلام لانے کے بعد فرماتے تھے کہ اس وقت تو میں کافر تھا، اس لئے اس فکر میں تھا کہ کوئی ایسا جملہ کہہ دوں جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تاثر قائم ہو، لیکن اس بادشاہ نے جتنے سوالات کئے۔ ان کے جواب میں اس قسم کی کوئی بات کہنے کا موقع نہ ملا۔ اس لئے کہ جو سوال وہ کرتا تھا اس کا جواب تو مجھے دینا تھا، اور جھوٹ بول نہیں سکتا تھا، اس لئے میں جتنے جوابات دے رہا تھا وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں جا رہے تھے۔

بہر حال! جاہلیت کے لوگ جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے وہ بھی جھوٹ بولنے کو گوارہ نہیں کرتے تھے، چہ جائیکہ مسلمان اسلام لانے کے بعد جھوٹ بولے۔

(اصلاحی خطبات: ۳/۱۲۵)

جھوٹ بولنے پر وعیدیں

جھوٹ بولنا یہ بدترین عیب اور عظیم گناہ ہے، احادیث میں جھوٹ بولنے پر سخت وعیدیں آئی ہیں، چند احادیث اس سلسلہ کی ذکر کی جاتی ہیں۔ اسماعیل بن واسط کہتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تقریر کرتے ہوئے سنا، انہوں نے فرمایا کہ ہجرت کے پہلے سال سرکار دو عالم ﷺ ہمارے درمیان اسی جگہ قیام فرماتے تھے۔ جہاں میں کھڑا ہوں، اتنا کہہ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ پھر یہ حدیث بیان فرمائی۔ "**ایاکم والکذب فانه مع الفجور وهما فی النار وعلیکم بالصدق فانه مع البر وهما فی الجنة**" جھوٹ سے بچو! اس لئے کہ وہ بدکاری کے ساتھ ہے اور جھوٹ اور بدکاری دونوں جہنم میں جانے والے ہیں اور سچ کو اختیار کرو، اس لئے کہ یہ نیکی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں جنت میں جانے والے ہیں۔ (ابن ماجہ، نساء)

اسی طرح ایک مقام پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "**التجار هم الفجار**" تاجر فاجر ہوتے ہیں صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! تاجروں کو فاجر کیوں فرمایا گیا؟ کیا اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال نہیں کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: **نعم! ولكنهم يحلفون ويأثمون ويحدثون فيكذبون**' ہاں! لیکن تاجر جھوٹے حلف اٹھاتے ہیں اور گناہ کماتے ہیں، بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔ (حاکم، بیہقی)

ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: تین آدمی ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ بات کرے گا، نہ ان کی طرف دیکھے گا، ایک وہ جو دے کر احسان جتلائے، دوسرا وہ جو قسم کھا کر اپنا مال بیچے۔ تیسرا وہ جو اپنا پائجامہ ٹخنوں سے نیچے لٹکائے۔ (مسلم)

اب وہ حضرات غور کریں جو جھوٹ بولنے کے عادی ہیں، اور بات بات میں جھوٹی قسمیں بے جھجک کھا لیتے ہیں، مذکورہ بالا روایات میں آپ ﷺ نے ایسے لوگوں کے بارے میں کس قدر سخت وعید بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے قیامت میں بات نہیں کرے گا، نہ ان کی طرف نظر کرے گا، لہٰذا اس قبیح صفت سے اپنے کو بچانے کی سخت ضرورت ہے، خصوصاً تاجر حضرات کو تو بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ تاجروں کی اکثریت اس عظیم گناہ میں مبتلا ہے۔

مذاق میں بھی جھوٹ بولنا جائز نہیں

بہت سے لوگ مذاق اور تفریح میں زبان سے جھوٹی بات نکال دیتے ہیں اور خلاف واقعہ بات اس لئے کہتے ہیں کہ لوگ اس کی بات کو سن کر ہنسیں، لطف اندوز ہوں، حالانکہ نبی اکرم ﷺ نے مذاق میں بھی جھوٹ بات کہنے سے منع فرمایا ہے: چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: اس شخص کے لئے ہلاکت ہو جو لوگوں کو ہنسانے کے لئے جھوٹ بولے اس کے لئے ہلاک ہو، اس کے لئے بربادی ہو۔

بچوں سے بھی جھوٹی بات نہ کہنا چاہئے

عبد اللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی اکرم ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے، میں اس وقت چھوٹا تھا، اس لئے کھیلنے چلا گیا، میری والدہ نے کہا: اے عبد اللہ یہاں آؤ! میں تمہیں ایک چیز دوں گی، رسول اللہ ﷺ نے والدہ سے دریافت کیا کہ تم کیا چیز دینا چاہتی تھیں؟ انہوں نے عرض کیا: کھجور، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ایسا نہ کرتی (یعنی اگر تمہارا کھجور دینے کا ارادہ نہ ہوتا، بلکہ محض بچے کو بہلانے کے لئے کہتی کہ میں تمہیں کھجور دوں گی) تو تمہارے نامہ اعمال میں ایک جھوٹ لکھا جاتا۔ (ابوداؤد)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بچوں سے بھی کوئی جھوٹ بات نہ کہنی چاہئے اور نہ ان سے کسی طرح کا کوئی جھوٹا وعدہ کرنا چاہئے، اس لئے کہ بچوں کے ساتھ جھوٹ بولنے اور ان سے جھوٹا وعدہ کرنے میں جھوٹ کے گناہ کے ساتھ ساتھ یہ برائی بھی ہے کہ بچہ کے دل سے جھوٹ کی نفرت نکل جائے گی۔ جب بچہ یہ دیکھے گا کہ باپ جھوٹ بول رہا ہے، ماں جھوٹ بول رہی ہے تو اس کے دل سے جھوٹ کی برائی اور نفرت نکل جائے گی اور وہ یہ سمجھے گا کہ جھوٹ بولنا تو روزانہ کا معمول ہے اس میں کوئی برائی نہیں ہے، اس لئے بچپن ہی سے بچوں کے دل میں جھوٹ کی نفرت پیدا کی جائے، ماں باپ خود بچوں کے سامنے خاص طور سے جھوٹی بات کہنے سے پرہیز کریں اور بچوں سے اس طرح بات کریں کہ ان کے دل میں جھوٹ کی نفرت بیٹھ جائے اور سچائی کی محبت پیدا ہو۔ (اصلاحی خطبات:۳)

کن مواقع میں جھوٹ بولنے کی اجازت ہے؟

بعض مواقع ایسے ہیں جن میں شریعت نے جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے ان میں سے ایک موقع یہ ہے کہ جب انسان اپنی یا کسی دوسرے مسلمان کی جان بچانے کے لئے جھوٹ بولنے پر مجبور ہو جائے اور جان بچانے کے لئے اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ ہو، یا کسی ناقابل برداشت ظلم و تکلیف کا اندیشہ ہو کہ اگر جھوٹی بات نہ کہی جائے تو وہ ایسے ظلم و تکلیف کا شکار ہو جائے گا جو قابل برداشت نہیں ہے۔ تو ایسی صورت میں شریعت نے جھوٹ بولنے کی اجازت دی ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں آپ ﷺ نے دشمنوں سے جنگ کے موقع پر جھوٹ کی اجازت دی ہے اور جنگ کے موقع پر جھوٹ کی اجازت کا مقصد یہی ہے کہ اس سے اسلام اور مسلمان دنوں کی دشمنوں کے شر سے حفاظت ہو گی۔ اسی طرح اگر دو مسلمانوں کی آپس میں دشمنی و عداوت ہو، اور ان دونوں کے درمیان صلح

کرانے کے لئے جھوٹ بولنا پڑ جائے اور جھوٹ کے بغیر صلح ممکن نہ ہو تو جھوٹی بات کہہ کر ان دونوں میں صلح کرا دینا جائز ہے۔

تیسرا موقع جہاں پر جھوٹ کی اجازت ہے وہ میاں بیوی کی باہمی گفتگو کے اوقات ہیں کہ میاں، بیوی میں سے ہر ایک کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ایک دوسرے کو خوش کرنے کے لئے ایسی بات کہہ دے جو خلاف واقعہ ہو۔ مثلاً دونوں میں سے کوئی دوسرے سے یہ کہے کہ میں تم سے بے انتہاء محبت کرتا ہوں، خواہ یہ کہنے والے کے دل میں اس کی محبت اس قدر نہ ہو تو یہ جائز ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے، حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ان تین مواقع کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی جھوٹ کی اجازت دیتے ہوئے نہیں سنا۔ ایک دو شخصوں کے درمیان صلح کرانے کے لئے۔ دوسرے جنگ میں تیسرے میاں بیوی کی باہمی گفتگو کے درمیان۔ (مسلم شریف: بحوالہ احیاء العلوم ارو: ۳/۴۴۴)

یاد رہے کہ جو مواقع جھوٹ کی اجازت کے ذکر کئے گئے ہیں۔ ان میں بھی حتی الامکان جھوٹ بولنے سے بچنے کا اہتمام کرنا چاہئے، کوشش یہ کرنی چاہئے کہ صریح جھوٹ نہ بولنا پڑے، بلکہ کوئی ایسا گول مول لفظ بول دے، جس سے وقتی مصیبت ٹل جائے، اور صریح جھوٹ بھی نہ ہو، اس کو شریعت کی اصطلاح میں ''تعریض'' اور توریہ کہا جاتا ہے، یعنی کوئی ایسا لفظ بول دیا جائے جس کے ظاہری معنی تو کچھ اور سمجھ میں آرہے ہیں، لیکن درحقیقت دل میں آپ نے اس کے دوسرے معنی مراد لئے ہیں۔ اس لئے کہ جن مواقع میں جھوٹ کی اجازت ہے ان میں صریح جھوٹ بولنے کی صورت میں بعض اوقات آدمی ضروری جھوٹ بولنے کی صورت میں بعض اوقات وہاں تک پہنچ جاتا ہے جو کہ ناجائز اور حرام ہے، لہٰذا ایسے مواقع پر اگر جھوٹ بولنا ناگزیر ہو جائے تو بہت احتیاط کے ساتھ بقدر ضرورت ہی پر اکتفا کرنا چاہئے۔ اور اس سے تجاوز ہرگز جائز نہیں۔ ☆☆☆

جنت میں لے جانے والی پانچ چیزیں

۱-نامۂ اعمال: سورہ ق: ۵۰،آیت:۱۸،''کوئی بات اس کی زبان پر نہیں آتی مگر(کراماً کاتبین میں سے)ایک نگہبان(اس کو لکھنے کے لئے)اس کے پاس تیار رہتا ہے''۔ہمیں چاہئے کہ ہم اپنے منہ سے صرف اچھی بات ہی نکالیں تا کہ اسے نیکیوں والا فرشتہ لکھے۔

۲-اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا احساس: سورہ مجادلہ: ۵۸، آیت: ۷،''جب سرگوشی کرتے ہوئے تین شخص صلاح مشورہ کرتے ہیں ان میں چوتھا وہ یعنی اللہ ہوتا ہے اور جب پانچ ہوتے ہیں تو وہ ان میں چھٹا ہوتا ہے اور وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے خواہ وہ کہیں بھی ہوں۔ پھر جو کام یہ کرتے ہیں، قیامت کے دن وہ ان کو بتائے گا، بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے''۔چنانچہ ہمیں چاہئے کہ ہم ہر وقت یہ احساس رکھیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے پاس موجود ہے۔ہم مؤدب رہیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جو اس پاک ہستی کو ناپسند ہو۔۳-نماز میں خلوص اور محبت: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔سورہ طٰہٰ: ۲۰، آیت: ۱۴،''مجھے نماز کے ذریعے یاد کرو''سورہ علق: ۹۶، آیت ۱۹،''سجدہ کرو اور میرے قریب ہو جاؤ''۔چنانچہ ہمیں چاہئے کہ جب اذان ہو تو ہم

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس جیسی عظیم اور بزرگ و برتر ہستی ہماری منتظر ہے۔ رکوع کرتے وقت ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس نیت سے جھک جائیں کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم ہمارے سر آنکھوں پر ہے۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم قرآنی احکام اور احادیث صحیحہ سے آگاہی حاصل کریں۔ اور ان پر عمل کرنے کی پر خلوص کوشش کریں۔ سجدے کی حالت میں ہم خوش محسوس کریں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی قربت نصیب ہو رہی ہے۔

۴- دکھ اور تکلیف میں صبر: سورہ بقرہ: ۲، آیت: ۱۵۳، ''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے''۔ اگر کسی کی طرف سے رنج یا تکلیف پہنچے تو اس کو محبت کی نظر سے دیکھیں اور صبر کریں۔ اللہ تعالیٰ کی رفاقت سے بڑی نعمت اور کوئی نہیں۔ سورہ حم السجدہ: ۴۱، آیت: ۳۴-۳۵، ''جو برائی کے جواب میں بھلائی کرتے ہیں وہ دیکھیں گے کہ جو ان کا دشمن ہے وہ اب ان کا دوست ہے اور یہ چیز ان کو حاصل ہوئی ہے جن کا بڑا نصیب ہے''۔ یعنی جنت میں بھی ان کا اعلیٰ مقام ہوگا۔

۵- اللہ تعالیٰ کی محبت کا احساس: اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت بڑا اشرف عطا کیا ہے۔ سورہ ص: ۳۸، آیت: ۷۱-۷۲، ''تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں مٹی سے ایک انسان بناتا ہوں جب اس کو ٹھیک بنا چکوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو اسکے آگے سجدے میں گر جانا''۔ جس سے بے پناہ محبت ہوتی ہے یعنی اسکو مسجود ملائک کا اعزاز بخشا جائے۔ اس محبت کا احساس اور یہ خوشی کہ اس قدر محبت کرنے والی ہستی کا سایہ سر پر ہے انسان کو اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان رکھتے ہیں اس طرح زندگی کا ایک ایک لمحہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے معمور ہوتا ہے اور نامۂ اعمال میں بطور نیکی لکھا جاتا ہے، لہٰذا یہ خوشی انسان کو جنت میں لے جاتی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

سورہ الم نشرح: ۹۴، آیت، ۷-۸، ''جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کرو اور اپنے پروردگار کی طرف دل لگاؤ''۔ جیسے نماز میں سجدہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی قربت نصیب ہو صبر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رفاقت حاصل ہو اور فارغ اوقات میں جو اللہ تعالیٰ جیسی محبت کرنے والی ہستی سے دل لگائے وہ کبھی بھی اپنے آپ کو تنہا محسوس نہیں کرے گا۔ اسے انتہائی بابرکت صحبت حاصل ہوگی، اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں گی اور وہ سب غموں سے آزاد ہوگا۔

زمانے بھر کے غم اور اک تیرا غم
یہ غم ہو گا تو کتنے غم نہ ہوں گے

قرآن مجید میں ہے: سورہ انعام: ۶، آیت: ۱۶۲، ''تم کہو کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کیلئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے''۔

جہنم میں لے جانے والی پانچ چیزیں

۱- شرک: سورہ النساء: ۴، آیت: ۱۱۶، ''اللہ تعالیٰ نہیں بخشے گا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے سوا جس کو چاہے گا بخش دے گا''۔ ہمارا یہ پختہ ایمان ہونا چاہئے کہ ہمیں جو کچھ بھی ملتا ہے وہ اللہ سے ملتا ہے۔ باقی سب ذرائع ہیں جن کا پیدا کرنے والا بھی اللہ ہے۔ چنانچہ ہمیں چاہئے کہ ہم ان کی بھی قدر کریں۔

۲- اللہ تعالیٰ کے احکام سے غفلت: سورہ ص: ۳۸، آیت: ۲۹، ''ہم نے تم پر ایک بابرکت کتاب نازل کی ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر دھیان دیں اور عقل مند نصیحت حاصل کریں''۔

سورہ یونس: ۱۰، آیت: ۷-۸، ''وہ جو تمہاری آیتوں سے غفلت کرتے ہیں ان کا ٹھکانا دوزخ ہے وہ دنیا کی زندگی پسند کر بیٹھے''۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ:

۱-قرآن مجید آہستہ آہستہ سمجھ کر پڑھا جائے اور اس پر غور کیا جائے۔

۲-اللہ تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے اس پر کامل ایمان ہو۔

۳-اللہ تعالیٰ کی ہدایات پر عمل کرنے کا پکا ارادہ اور پر خلوص کوشش ہو۔

قرآن مجید میں ہے۔سورہ کہف:۱۸، آیت:۱۰۳-۱۰۴، ''وہ لوگ عملوں کے لحاظ سے بڑے نقصان میں ہیں جن کی کوشش دنیا کی زندگی میں برباد ہوگئی اور وہ سمجھتے ہیں کہ اچھے کام کر رہے ہیں۔''

سورہ النازعات:۷۹، آیت:۳۸-۴۱، ''(جس نے) دنیا کی زندگی کو مقدم سمجھا اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور جو (قیامت کے دن) اپنے پروردگار کے سامنے پیش ہونے سے ڈرتا رہا اور نفسانی خواہشوں کو روکتا رہا اس کا ٹھکانا جنت ہے''۔

سورہ نجم:۵۳، آیت:۳۹-۴۱، ''انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اس کی کوشش دیکھی جائے گی''۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ ''دنیاوی زندگی کو اتنی اہمیت دو جتنا اس میں رہنا ہے اور آخرت کی زندگی کو اتنی اہمیت دو جتنا وہاں رہنا ہے''۔دیکھا جائے تو عقل و دانش کا یہی تقاضا ہے۔

۴-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے غفلت:سورہ احزاب:۳۳، آیت: ۶۶، ''جس دن وہ منہ کے بل (جہنم کی) آگ میں ڈالے جائیں گے تو کہیں گے اے کاش، ہم نے اللہ کا کہا مانا ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہا مانا ہوتا''۔

سورہ النساء:۴، آیت ۸۰، ''جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان قبول کیا اس نے اللہ کا حکم مانا''۔

سورہ فرقان: ۲۵، آیت: ۲۷، ''آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان قیامت کے روز اپنے ہاتھ کاٹے گا کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا''۔پیروی وہی کرے گا جسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کا علم

ہوگا۔ دنیاوی کاموں میں انسان اس قدر کھو جاتا ہے۔ کہ ان چیزوں کے لئے اسے وقت نہیں ملتا۔

سورہ التکاثر: ۱۰۲، آیت: ۱-۳، ''زیادہ مال کی حرص نے تم کو غفلت میں رکھا۔ یہاں تک کہ تم نے قبروں کو دیکھ لیا، اب اس کا انجام تم دیکھو گے''۔

۴-منافقت (یعنی جو زبان پر ہے وہ دل میں نہیں): سورہ النساء: ۴، آیت: ۱۴۵، ''بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے درجے میں ہوں گے اور تم ان کا کسی کو مددگار نہ پاؤ گے'' نماز میں انسان جو کچھ کہتا ہے وہ اگر دل میں نہیں تو یہ منافقت ہے۔

۵-قرآن مجید کی آیات کو چھپانا یا کوئی اور مطلب نکالنا: سورہ: ۲، آیت ۱۷۴، ''جو لوگ اللہ کی کتاب سے ان (آیتوں) کو جو اس نے نازل کی ہیں (کسی غرض سے) چھپاتے ہیں اور ان کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کرتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں محض آگ بھرتے ہیں ایسے لوگوں سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ کلام کرے گا اور نہ ان کو پاک کرے گا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔

سورہ حج: ۲۲، آیت ۵۱، ''اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو (غلط مطلب نکال کر ہرانے کی کوشش کی تو وہی لوگ جہنم کے رہنے والے ہیں''۔

☆☆☆

مخلوق سے اچھی توقعات ختم کردو

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مواعظ میں بڑے تجربے کی بات فرمائی ہے:

فرمایا کہ دنیا میں راحت سے رہنے کا صرف ایک ہی نسخہ ہے۔ وہ یہ کہ مخلوق سے توقعات ختم کردو..... مثلاً یہ توقع رکھنا کہ فلاں شخص میرے ساتھ اچھائی کرے گا، فلاں شخص میرے کام آئے گا، فلاں شخص میرے دکھ درد میں شریک ہوگا..... یہ تمام توقعات ختم کر کے صرف ایک ذات یعنی اللہ جل شانہ..... سے توقع رکھو...... اس لئے کہ مخلوقات سے توقع ختم کرنے کے بعد اگر ان کی طرف سے کوئی اچھائی ملے گی تو خلاف توقع ملے گی..... اس کے نتیجے میں خوشی بہت ہوگی....... کیونکہ خلاف توقع ملی ہے اور اگر مخلوق کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے گی تو پھر رنج زیادہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اچھائی کی توقع تو تھی نہیں..... تکلیف ہی کی توقع تھی....... وہ تکلیف توقع کے مطابق ہی ملی..... اس لئے صدمہ اور رنج زیادہ نہیں ہوگا۔

ایک بزرگ کا واقعہ

حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بزرگ کے بارے میں لکھا ہے کہ ان سے کسی نے پوچھا کہ حضرت کیا حال ہے؟ کیسے مزاج ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ الحمدللہ بہت اچھا حال ہے......پھر فرمایا کہ میاں اس شخص کا کیا حال پوچھتے ہو کہ اس کائنات میں کوئی کام میری مرضی کے خلاف نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر کام میری مرضی کے مطابق ہوتا ہے۔ اور کائنات کے سب کام جس کی مرضی کے مطابق ہو رہے ہوں اس سے زیادہ خوش اور اس سے زیادہ عیش میں کون ہو سکتا ہے؟ سوال کرنے والے کو بڑا تعجب ہوا......اس نے کہا کہ یہ بات تو انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل نہیں ہوئی تھی کہ اس کائنات کا ہر کام ان کی مرضی کے مطابق ہوتا ہو.....بلکہ ان کی مرضی کے خلاف بھی کام ہوتے تھے.....آپ کا ہر کام آپ کی مرضی کے مطابق کیسے ہو جاتا ہے؟ ان بزرگ نے جواب دیا کہ میں نے اپنی مرضی کو اللہ کی مرضی کے تابع بنا دیا ہے......بس جو میرے اللہ کی مرضی ہے وہ میری مرضی.....جو میرے اللہ کی مشیت وہی میری مشیت......اور اس کائنات میں ہر کام اللہ کی مرضی اور اللہ کی مشیت کے مطابق ہو رہا ہے......کیونکہ وہ اللہ کی مرضی سے ہو رہا ہے۔ اس لئے میں بڑا خوش ہوں......اور عیش و عشرت میں ہوں۔

یہ گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ؟

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ لوگ بہت اشتیاق سے پوچھتے ہیں کہ فلاں گناہ صغیرہ ہے یا کبیرہ ہے؟ اور پوچھنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اگر صغیرہ ہے تو کر لیں گے، اور کبیرہ ہے تو اس کے کرنے میں تھوڑا ڈر

اور خوف محسوس ہوگا۔ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کی مثال ایسی ہے جیسے ایک چنگاری اور ایک بڑا انگارہ کبھی آپ نے کسی کو دیکھا کہ ایک چھوٹی سی چنگاری کو صندوق میں رکھ لے..... اور یہ سوچے کہ یہ تو ایک چھوٹی سی چنگاری ہے..... کوئی عقلمند انسان ایسا نہیں کرے گا...... کیونکہ صندوق میں رکھنے کے بعد وہ آگ بن جائے گی اور صندوق کے اندر جتنی چیزیں ہوں گی ان سب کو جلا دے گی اور صندوق کو بھی جلا دے گی۔ اور ہوسکتا ہے کہ وہ پورے گھر کو جلا دے۔ یہی حال گناہ کا ہے ...... گناہ چھوٹا ہو یا بڑا ہو...... وہ آگ کی چنگاری ہے۔ اگر تم اپنے اختیار سے ایک گناہ کرو گے تو ہوسکتا ہے کہ وہ ایک گناہ تمہاری پوری زندگی کی پونجی خاکستر کر دے۔ اس لئے اس فکر میں مت پڑو کہ چھوٹا ہے یا بڑا۔ بلکہ دیکھو کہ گناہ ہے یا نہیں...... یہ کام ناجائز ہے یا نہیں؟ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا یا نہیں؟ جب یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کا احساس پیدا کر کے یہ سوچو کہ یہ گناہ کر کے میں اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھاؤں گا۔ بہر حال ..... اس آیت کا مصداق بننے کا طریقہ یہ ہے کہ جب بھی انسان کے دل میں گناہ کا داعیہ پیدا ہو تو اس وقت اللہ تعالیٰ کے سامنے موجود ہونے کا دل میں دھیان کرے اور اس کے ذریعہ گناہ چھوڑ دے۔

☆☆☆

بدگمانی اسلام کی نظر میں

انسانی معاشرے کو جو چیزیں گھن کی طرح کھائی جارہی ہیں ان میں سے ایک بدگمانی ہے۔ یہ ایسا مرض ہے جو افراد کے مابین نفرتوں کی دیوار کھڑی کردیتا ہے۔عداوتوں کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کردیتا ہے اور یہ ایسی وبا ہے جو لمحوں میں معاشرے کو کھوکھلا کرکے رکھ دیتی ہے۔ بدگمانی معاشرے کے بگاڑ کا ایک بنیادی سبب ہے۔ یہ فتنہ وفساد کی جڑ، اختلاف وانتشار کا باعث اور جنگ وجدل کا پیش خیمہ ہے۔ جب کسی معاشرے میں بدگمانی کا مرض پیدا ہوتا ہے تو وہ معاشرہ بدامنی کی آماج گاہ بن جاتا ہے۔ایک دوسرے پر سے اعتماد اٹھ جاتا ہے، ہرکوئی دوسرے کو شک کی نظروں سے دیکھنے لگتا ہے،تعلقات میں بگاڑ پیدا ہوجاتا ہے، دوستیاں دشمنیوں میں اور محبتیں عداوتوں میں تبدیل ہوجاتی ہیں، دوریاں پیدا ہونے اور نفرتیں جنم لینے لگتی ہیں، ماحول کا امن وسکون غارت ہوجاتا ہے اور جنت نما گھر جہنم کی آگ برسانے لگتا ہے۔

انہیں خرابیوں کی وجہ سے اسلام نے بدگمانی کو جرم عظیم اور گناہ کبیرہ قرار دیا ہے۔چنانچہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:**ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث.** (مسلم باب تحریم الظن والتجسس...) ''تم بدگمانی سے بچو، کیوں کہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے''۔

معاشرے میں پائے جانے والے افراد کے مابین کبھی ناخوشگوار واقعات کا پیدا ہوجانا فطری بات ہے، حالات کبھی کشیدہ ہوجاتے ہیں اور ناچاقیاں کبھی ابھر جاتی ہیں ان حالات میں بدگمانی جلتے پر تیل کا سبب بنتی ہے، اسی لئے اسلام نے یہ تعلیم دی ہے کہ دوسروں کے سلسلے میں رائے قائم کرنے میں احتیاط برتیں، حسن ظن سے کام لیں اور بدگمانی سے پرہیز کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيراً مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْم.** ''اے ایمان والو! بہت بدگمانیوں سے بچو، یقین مانو کہ بعض بدگمانیاں گناہ ہیں''۔ (الحجرات:۱۲)

شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، اس کی کوشش ہوتی ہے کہ مسلمان کے درمیان نفرت کے بیج بوئے جائیں، حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: **ان الشيطان قد ايس ان يعبده المصلون فى جزيرة العرب ولكن التحريش بينهم.** (مسلم: باب تحریش الشیطان وبعثہ سرایاہ) ''شیطان اس بات سے مایوں ہوچکا ہے کہ جزیرۃ العرب میں مسلمان اس کی فرماں برادری کریں، اس لئے اب اس کی کوشش ہوتی ہے کہ مسلمان کو آپس میں لڑائے''۔

آپ ﷺ نے جو اسلامی معاشرہ قائم کیا اس کے افراد صحابہ کرام رضی اللہ عنہ تھے، جو انبیاء کے بعد سب سے افضل تھے، مگر شیطان نے بدگمانی کا یہ حربہ ان کے خلاف بھی استعمال کیا اور اس کے ذریعے انہیں بھی زیر کرنے کی کوشش کی، رسول اکرم ﷺ نے ایسے تمام موقعوں پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کی صحیح رہنمائی فرمائی اور انہیں اس مرض کے مہلک اثرات سے بچالیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات رسول اکرم ﷺ میرے گھر تشریف لائے، رات کا کچھ حصہ جب گزر گیا تو آپ خاموشی کے ساتھ بستر سے اٹھے اور گھر سے باہر چلے گئے، میں بھی آپ کے پیچھے ہولی، آپ سیدھے

قبرستان گئے اور دیر تک کھڑے ہوکر وہاں مدفون مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت کرتے رہے، پھر واپس آئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جب دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہورہے ہیں تو دوڑتے ہوئے آئیں اور اپنے بستر پر لیٹ گئیں، دوڑتے ہوئے آنے کی وجہ سے ان کی سانس پھول رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا میرے بارے میں بدگمانی میں مبتلا ہوئیں، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اظننت ان یحیف اللہ علیک ورسولہ۔ اے عائشہ رضی اللہ عنہا! کیا تو سمجھتی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تیرے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کریں گے۔ پھر آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا: بات دراصل یہ ہے کہ میرے پاس جبرئیل آئے اور انہوں نے کہا کہ اللہ کا حکم ہے کہ آپ بقیع تشریف لے جائیں اور وہاں مدفون مسلمانوں کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔ (مسلم: باب مایقال عند دخول القبور)

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے، پھر اپنی قوم میں جا کر ان کی امامت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ عشا کی نماز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ادا کر کے اپنی قوم میں گئے اور ان کو نماز پڑھانے لگے، سورہ فاتحہ کے بعد سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کردی، ان کی قوم کے لوگ کسان تھے، دن بھر کھیتوں میں کام کر کے تھک جاتے تھے، ایک شخص نے جب دیکھا کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کردیئے ہیں تو اس نے نماز توڑ دی اور تنہا پڑھ کر گھر واپس ہوگیا۔ جب یہ بات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا: وہ شخص منافق ہے اطلاع ملنے پر اس شخص نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی شکایت کرتے ہوئے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انا نعمل ایدینا ونسقی بنوا ضحنا وان معاذ ا صلی بنا البارحة فقرأ البقرة فتجوزت فزعم انی منافق. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے کہا: یا

معاذ افتان انت (ثلاثا) اقرا والشمس وضحھا وسبح اسم ربک الاعلیٰ ونحوھا. (بخاری) ''اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم محنت مزدوری کرنے والے لوگ، ہم خود ہی اپنی کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں، (رات تھک کر آتے ہیں اور معاذ رضی اللہ عنہ لمبی لمبی نمازیں پڑھاتے ہیں) کل رات انہوں نے (سورہ فاتحہ کے بعد) سورہ بقرہ کی تلاوت شروع کردی تو میں نے نماز توڑ دی، جس کی بناپر وہ مجھ پر نفاق کا الزام لگا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے معاذ رضی اللہ عنہ کی سرزنش کرتے ہوئے کہا: اے معاذ! کیا تم (اتنی طویل طویل سورتیں پڑھا کر) لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتے ہو؟ تمہیں چاہئے کہ سورہ شمس، سورہ اعلیٰ جیسی چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھو۔ (بخاری)

آپ ﷺ کی اس تربیت کا اثر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ پر ایسا ہوا کہ دوسروں پر بدگمانی کرنے کے سلسلے میں بہت ہی محتاط ہوگئے۔ بلکہ آپ کی موجودگی میں اگر کسی پر بدگمانی کی جاتی تو اس کی جانب سے دفاع کرتے۔ جنگ تبوک میں پیچھے رہ جانے والے صحابہ رضی اللہ عنہ میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بھی تھے، تبوک کے میدان میں پہنچنے کے بعد آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا جائزہ لیا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کو اس جنگ میں نہ پاکر لوگوں سے ان کے بارے میں دریافت کیا۔ ایک شخص نے کہا: **حبسہ برداہ والنظر فی عطفیہ**۔ ان کو ان کی طاقت کے غرور اور دولت کے نشے نے اس جنگ میں شریک ہونے سے روکے رکھا ہے۔ یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فوراً اس شخص کی کیر کی اور کہا: **بئس ما قلت**۔ تم نے ایک مسلمان کے تعلق سے کیوں بری بات کہی ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے رسول ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم نے ان کو ہمیشہ بہتر پایا، ہم ان کے بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں، ممکن ہے کسی مجبوری کی وجہ سے وہ اس جنگ میں شریک نہ ہوئے ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ خاموش رہے۔ (مسلم: باب حدیث توبۃ کعب بن مالک...)

میاں بیوی کے تعلقات میں بگاڑ کی اکثر وجہ بدگمانی ہوا کرتی ہے، بسا اوقات طلاق وخلع کی نوبت بھی آجاتی ہے۔سعودی عرب کی ایک رپورٹ کے مطابق سعودیہ میں چالیس فیصد طلاق او فسخ نکاح کے واقعات میاں بیوی کی ایک دوسرے پر بدگمانی کے نتیجے میں پیش آتے ہیں۔اسی لئے آپ ﷺ نے میاں بیوی کو ایک دوسرے سے حسن ظن سے کام لینے کا حکم دیا اور بلا وجہ بدگمانی کرنے سے منع فرمایا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کے پاس آیا اور اپنی بیوی کی پاک دامنی پر شک کرتے ہوئے کہنے لگا کہ میری بیوی نے ایک سیاہ (بدصورت) بچہ جنم دیا ہے۔ (حالانکہ ہم دونوں خوبصورت ہیں) آپ ﷺ سمجھ گئے کہ یہ شخص اپنی بیوی پر بدگمانی کر رہا ہے۔آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے کہا: ہاں ! میرے پاس بہت سے اونٹ ہیں۔آپ ﷺ نے پوچھا کہ ان کا رنگ کیسا ہے؟اس نے کہا کہ یہ سب سرخ رنگ کے ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا ان میں کوئی سیارہ رنگ کا نہیں؟ اس نے کہا: ہاں، ان میں ایک سیارہ رنگ کا بھی ہے۔آپ ﷺ نے پھر اس سے پوچھا کہ ان سرخ اونٹوں میں سیاہ رنگ کا یہ اونٹ کہاں سے آگیا؟ اس نے کہا: ممکن ہے ان اونٹوں کی نسل میں کوئی سیاہ رنگ کا ہو اور اس اونٹ میں اس کی شباہت آگئی ہو۔آپ ﷺ نے فرمایا: تب یہ بھی ممکن ہے کہ تمہاری بیوی کے خاندان میں کوئی سیاہ رنگ کا ہو اور تمہارے اس بچے میں بھی اس کی شباہت آگئی ہو۔تب اس آدمی کو بات سمجھ میں آگئی، اس کا شک دور ہو گیا اور بدگمانی کی کیفیت جاتی رہی۔ (بخاری مسلم)

بدگمانی کی وجہ سے معاشرے کا امن وسکون کس قدر متاثر ہوتا ہے۔اس کا اندازہ واقعہ افک سے لگایا جاسکتا ہے، جس کی تفصیل صحیح بخاری میں موجود ہے۔ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ جب کسی طویل سفر پر روانہ ہوتے یا جنگ کے لئے نکلتے

تو ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کو اپنے ساتھ لے لیتے۔غزوہ بنوالمصطلق میں آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ جنگ سے واپسی میں مدینہ کے قریب ایک جگہ اسلامی لشکر رکا۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے گئیں، واپس آنے میں تاخیر ہوگئی کیوں کہ ان کے گلے کا ہار گم ہوگیا تھا۔اس کی تلاش میں تاخیر ہوگئی، جب واپس آئیں تو دیکھا کہ لشکر جاچکا ہے۔پھر وہ لوٹ کر آئے گا اس خیال سے وہ وہیں بیٹھ گئیں، اتنے میں ان کی آنکھ لگ گئی، کچھ دیر کے بعد وہاں سے حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا، انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حجاب کے احکام نازل ہونے سے قبل دیکھا تھا، وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو پہلی ہی نظر میں پہچان گئے اور ان کی زبان سے انا للہ وانا الیہ راجعون کے الفاظ نکلے۔ یہ الفاظ جیسے ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے کان میں پڑے ان کی آنکھ کھل گئی، وہ فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم! صفوان نے مجھ سے کوئی بات کی نہ ان کی زبان سے انا للہ کے علاوہ کوئی اور کلمہ نکلا۔ انہوں نے اپنی سواری بٹھادی، میں اس پر سوار ہوگئی اور وہ اونٹ کی نکیل تھامے ہوئے پیدل چلتے رہے۔جب اسلامی لشکر کے پاس پہنچے تو رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنہا آتے دیکھا تو بدگمانی کرنے لگے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بدکاری کا الزام لگا دیا اور اس زور وشور سے اس کا پروپیگنڈا کیا کہ سارے مدینہ میں یہ بات پھیل گئی، بعض سادہ لوح مسلمان بھی اس شیطانی فریب کا شکار ہوگئے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر لگائے گئے الزام کی تائید کرنے لگے۔ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب پریشان تھے، کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آرہا تھا کہ کیا کیا جائے؟ مدینہ کی فضا آلودہ ہوچکی تھی، آپ ﷺ اس سلسلے میں کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تو کبھی حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مشورہ کرتے، کبھی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے تو کبھی

انصار اور مہاجرین کے اجلہ صحابہ سے رائے طلب کرتے کہ کیا کیا جائے؟ مگر کوئی حل کسی کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا، مسلسل ایک مہینہ تک یہی کیفیت رہی۔ ایک مہینہ کے بعد آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت کا اعلان کیا گیا اور جو لوگ بے بنیاد الزامات لگا رہے تھے اور بدگمانی کر رہے تھے ان پر اسی کوڑے برسانے کا حکم دیا گیا۔ ساتھ ہی مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی: **لولا اذ سمعتموہ ظن المومنون والمومنات بانفسھم خیراً و قالوا ھذا افک مبین** (النور:۱۲) ''اسے سنتے ہی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ کھلم کھلا صریح بہتان ہے''۔

ایک مومن کو چاہئے کہ کسی مسلمان پر بدگمانی نہ کرے اور اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آجائے تو بدگمانی کرنے کی بجائے پہلے تحقیق کرلے، تحقیق کے بعد جو نتیجہ سامنے آئے اس کے مطابق فیصلہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا، وہاں کے لوگ بڑے شرپسند تھے، انہوں نے خلیفہ سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ انہیں صحیح طور سے نماز پڑھنی نہیں آتی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب عمار رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ شکایت پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے جلد بازی سے کام نہیں لیا۔ ان کے بارے میں بدگمانی کرنے کی بجائے حسن ظن سے کام لیا کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ عمار رضی اللہ عنہ سابقین اولین میں سے ہیں۔ اور آپ ﷺ کی صحبت میں ۲۳/سال کا طویل عرصہ گزار چکے ہیں۔ وہ اچھی طرح نماز پڑھنا اور پڑھانا جانتے ہیں، مگر اس شکایت کا نوٹس لینا بھی ضروری تھا۔ اس لئے انہوں نے عمار رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے دریافت کیا کہ تم کیسے نماز پڑھتے اور پڑھاتے ہو؟ انہوں نے کہا میں آپ ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہی نماز پڑھتا اور پڑھاتا ہوں، پھر نماز پڑھ کر بتایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یقین ہوگیا کہ یہ

کوفہ والوں کی شرارت ہے کہ انہوں نے عمار رضی اللہ عنہ پر جھوٹا الزام لگایا ہے۔ اس تحقیق کے بعد انہوں نے عمار رضی اللہ عنہ سے کہا: ذاک ظننا بک یا ابا اسحاق. (الخلاف، اسبابہ وآدابہ، دکتور عائض القرنی، ص:۵۸) ''اے ابو اسحاق! تمہارے بارے میں ہمارا یہی حسن ظن تھا''۔

اسی طرح اہل ایمان کو چاہئے کہ ان اسباب سے بھی اجتناب کریں، جو لوگوں میں بدگمانی پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں، مشہور واقعہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ رمضان المبارک میں اعتکاف میں تھے، ام المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے لئے آئیں، رات کا وقت تھا، جب واپس ہونے لگیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں رخصت کرنے کیلئے مسجد کے دروازے تک آئے، دروازے کے قریب پہنچے ہی تھے کہ دو انصاری صحابہ کا وہاں سے گزر ہوا، انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر سلام کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دینے کے بعد ان سے کہا کہ ٹھہر جاؤ، پھر ان دونوں سے کہا: یہ میری بیوی صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان دونوں نے کہا: سبحان اللہ! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر شک یا برا گمان کیسے کیا جاسکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الشیطان یجری من ابن آدم مجری الدم وانی خشیت ان یقذف فی قلوبکما شیئا. (ابن ماجہ، حدیث نمبر:۱۷۷۹) ''شیطان ابن آدم کی رگوں میں خون کی مانند گردش کرتا رہتا ہے۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں براخیال یا بدگمانی نہ پیدا کردے''۔

ان تعلیمات کی روشنی میں ہر مسلمان کو چاہئے کہ دوسرے مسلمان کی عزت وآبرو کی حفاظت کا خیال رکھے، اس کے بارے میں حسن ظن سے کام لے اور بدگمانی سے اجتناب کرے۔ کوئی شخص کسی کے بارے میں بدگمانی پھیلا رہا ہے تو اسے روکے اور مظلوم کے سلسلے میں حسن ظن کا اظہار کرے۔ موجودہ دور میں مسلمانوں کا رویہ اس معاملے میں نہایت ہی افسوس ناک ہے۔ بدگمانی کرنا اور بدگمانی پھیلانا

اس وقت مسلمانوں کا شعار سا بن چکا ہے۔ اتنی گھناؤنی حرکت کرتے ہوئے احساس تک نہیں ہوتا کہ ہم گناہ کبیرہ کر رہے ہیں اور نہ ہی سننے والوں میں اتنی جرأت ہوتی ہے کہ وہ بدگمانی کرنے والے کا منہ بند کریں۔ اس معاملے میں چھوٹے بڑے، پڑھے لکھے ان پڑھ سب برابر ہیں۔ اس کی وجہ سے مسلم معاشرے سے خیر و برکت اٹھ چکی ہے۔ کسی کی عزت محفوظ نہیں ہے اور حسن ظن کے فقدان کی بنا پر آپسی تعاون کے ذریعے کوئی بڑا ملی اور قومی کام کم ہی ہو پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بدگمانی سے محفوظ رکھے۔ آمین!

☆☆☆

قیلولہ کرو، کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا

یقیناً آپ جانتے ہیں کہ آج کے دور میں سنت پر عمل کرنا سو شہیدوں کے برابر ثواب پانا ہے۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مل کر کھایا کرو، الگ الگ نہ کھاؤ، کیونکہ جماعت کے ساتھ کھانے میں برکت ہے۔

علامہ منذری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مل کر کھانا مستحب ہے لہٰذا تنہا نہ کھائے، جس قدر لوگ ہوں گے اسی قدر برکت زائد ہوگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر جماعت کھڑی ہو جائے اور کھانا آ جائے تو کھانا کھالو۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے امام نافع رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کھانا کھا رہے تھے اور آپ کی قرأت سن رہے تھے، یعنی قرآن سن کر کھانا نہیں چھوڑا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ کھانے کو جماعت پر مقدم کرنے کا حکم اس وجہ سے ہے کہ قلب فارغ ہو جائے، دھیان نہ لگا رہے۔

حضرت سہل ابن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ جمعہ کے دن جمعہ کے بعد کھانا کھاتے اور قیلولہ کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دن کو سو کر رات کو عبادت پر قوت حاصل کرو۔

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب دوپہر کو ہمارے پاس سے گزرتے تو فرماتے جاؤ قیلولہ کرو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ قیلولہ کرو، کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔

☆☆☆

لعنت والے کاموں سے بچو

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''میری امت کے آخری زمانے میں کچھ لوگ ہوں گے وہ مسجدوں کے دروازوں پر اتریں گے (یعنی نماز تو پڑھتے ہوں گے مگر) ان کی عورتیں پہن کر بھی بے لباس ہوں گی، ان عورتوں کے سر پر بختی اونٹ کے کوہانوں کی طرح کوئی چیز ہوگی، ان پر لعنت کرو کیوں کہ وہ معلونہ ہیں''۔ (مسند)

مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ مسلمان اور نمازی ہونے کے باوجود اپنی عورتوں کو نیم برہنہ لباس پہننے سے نہیں روکیں گے، الفاظ حدیث میں ایسے لوگوں کو رجال (مرد) نہیں بلکہ کاشباہِ الرجال (مردوں کی طرح) کہا گیا ہے کیونکہ حقیقی مرد تو وہ ہے جو اپنی عورتوں کو بے حیائی کے کاموں سے روکے، ان کے ستر کو غیر مردوں کی نگاہوں سے بچائے، نہ یہ کہ وہ خود خواتین کو باریک اور چست کپڑے لا کر دے جن سے ان کا جسم صاف نظر آئے، وہ لباس پہننے کے باوجود ننگی رہیں گی کیوں کہ جو لباس کا مقصد ہے ''ستر پوشی'' وہ حاصل نہ ہوا۔

نیز اس حدیث میں کوہان نما بال (کہ اپنے بالوں کو سر کے بالکل اوپر جمع کر کے باندھ لینا) بنانے سے بھی منع کیا گیا ہے کہ یہ بدکار عورتوں کا خاص طریقہ تھا اوراس دور میں خاص ان کی ہی نشانی تھی۔ (شرح مسلم للنووی)

یادرہے کہ! کہ کوہان نما بال کو اپنی طرف مائل کرنے کی نیت سے بنانے والی عورتوں پر لعنت اور وعید آئی ہے۔ لہٰذا اول تو ایسے بال بنا کر باہر نکلنا جائز نہیں کیوں کہ وعید میں داخل ہونے کا خطرہ ہے اور گھر میں رہنے والی خواتین بھی اگر غیر محرموں کے لئے "خبرو" نظر آنے کی نیت سے بال اونچے باندھ لیں تو وہ بھی وعید میں داخل ہو جائیں گی البتہ محض بال سمیٹ کر اوپر یا سر کی نچلی طرف باندھ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جیسے آج کل کی لڑکیاں کام کاج کرتے وقت یا گھروں میں جس وقت چٹیا نہ بنائی ہو بال اکٹھے کر کے کلپ لگا کر سر کے پیچھے جمع کر لیتی ہیں لیکن یہ احتیاط رہے کہ نامحرموں سے سامنا نہ ہو۔

مردوں سے مشابہت

رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اور مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (صحیح بخاری)

مرد وعورت دونوں کی پیدائش کا مقصد جدا جدا ہے، مرد کو مرد پیدا کرنے میں اور عورت کو عورت بنانے میں خالق کائنات کی حکمت وقدرت کو دخل ہے، اس پر بندے کو راضی رہنا چاہئے نہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق کو بدلنے اور اس کی قدرت سے مقابلہ کرنے کی کوشش کی جائے۔

ارشاد خداوندی: لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ (الروم:۳۰) "اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت بدلی نہیں جاتی"۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تبدیلی ناجائز ہے اسی طرح مردوں کو عورتوں کی اور عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنا ناجائز ہے اور یہ اللہ کی تخلیق سے ناراض ہونے کی علامت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے عورت کا لباس پہننے والے مرد اور مرد کا لباس پہننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (ابوداؤد)

آج کل خواتین میں پتلون (پینٹ) پہننے کا رواج عام ہوتا چلا جا رہا ہے نیز عورتیں مردوں کی طرح بال تراش کر اور مرد عورتوں کی طرح پونی ٹیل باندھے گھومتے پھر رہے ہیں اور اس خیال خام میں مبتلا ہیں کہ ہم ترقی کے زینہ پر پہنچ گئے، بھلا جو چیز اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی لعنت کا سبب ہو اس میں ترقی کیسے ہو سکتی ہے؟ یہ ایمانی ترقی نہیں گناہ گاری ترقی ہے جس پر لعنت آئی ہے۔

شوہر کی بات نہ ماننا

جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جب شوہر اپنی بیوی کو بستر پر بلائے، عورت نہ آئے، شوہر اس سے ناراض ہو کر رات گزار دے تو صبح تک فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں''۔ (صحیح بخاری) کیوں کہ شوہر اس کے انکار پر مایوس ہو کر کوئی ایسا قدم اٹھا سکتا ہے کہ پھر اس کیلئے سوائے پچھتاوے کے کچھ نہ ہوگا دوسری طرف شوہر بھی صحت و بیماری کا خیال رکھے غرض کہ دونوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا چاہئے۔

کفن چوری کرنا

رسول اللہ ﷺ نے کفن چوری کرنے والے مرد اور عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ (بیہقی)

☆☆☆

برقعہ اور نظرِ بد

اسلام ہی ایک ایسا نظام حیات ہے جس کا ہر اصول معتدل، مناسب اور فطرت انسانی کے عین مطابق ہے اور کیوں نہ ہو؟ جب کہ اس کا واضع خود وہ ذات پاک ہے جس نے آسمان وزمین، انسان اور تمام مخلوقات کو اپنی بے مثل قدرت کاملہ سے پیدا فرمایا ہے، وہ انسانی خوبیوں اور خامیوں کو نہ صرف جانتا ہے بلکہ انہیں ودیعت فرمانے والا بھی ہے، انسان کس کس راہ سے کون کونسی بے راہ روی کا شکار ہوسکتا ہے۔ اور کس برائی سے اسے بچانے کی کونسی تدبیر کامیاب ہوسکتی ہے بھلا اس سے بہتر کون جانے گا، جب کہ وہ حکیم ہے اس کا کوئی کام یا فرمان حکمت سے خالی ہونا غیر ممکن ہے، اس کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا یہ ایک ادنی کرشمہ ہے کہ اس نے نسل انسانی کی بقا کے لئے دونوں صنف یعنی مرد وعورت میں ایک دوسرے کی طرف ایسی کشش رکھی ہے جو انہیں بقائے نسل کیلئے کٹھن سے کٹھن مراحل بآسانی بلکہ شوق کے ساتھ طے کرنے پر آمادہ رکھتی ہے، مرد وعورت میں یہی صنفی کشش اور شہوانی میلان نہ ہوتو کارخانہ عالم کے لئے نئے کارندے اور نوع انسانی کی نئی نسلیں کیسے آئیں گی، کوئی عورت حمل سے لے کر دودھ پلانے اور بچے کی ہر ضرورت پوری

کرنے جیسی مصیبت کیونکر برداشت کرے گی، کوئی مرد اپنی بیوی اور اولاد کے لئے روزی کمانے وغیرہ کی دشوار گذار ذمہ داری اپنے سر کیونکر لے گا، ظاہر ہے کہ یہ سب خوشی خوشی کرنے پر آمادہ کرنے والی ہمارے درمیان اللہ کی پیدا کردہ وہی شہوانی میلان اور باہمی الفت ہے جس کے نہ ہونے سے یہ سب ہونا ناممکن ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے وجود میں شہوانی میلان پیدا فرما کر اسے کچھ اصولوں کا پابند بنا دیا ہے چنانچہ اگر ایسا نہ ہوتا بلکہ جانوروں کی طرح انسان کو بھی خواہشات کی تکمیل کے لئے آزاد چھوڑ دیا جاتا، تو نہ صرف یہ کہ بقائے نسل کا مقصد حاصل نہ ہوتا بلکہ پورا عالم فساد کا گہوارہ بن جاتا، جیسا کہ آج کی بے لگام اور فسق زدہ دنیا میں انسانیت تباہ ہورہی ہے۔ شہوت کی آگ بجھانے کی دوڑ میں تمام انسانی قدریں پامال ہورہی ہیں اور خوب سے خوب تر کی تلاش میں نہ ایک مرد کسی عورت کے ساتھ وفادارانہ زندگی بسر کرنے پر آمادہ ہے اور نہ ہی کوئی عورت کسی ایک مرد پر قناعت کرنے کے لئے تیار ہے۔ نتیجۃً طلاق وجدائی اور خانگی آوارگی سے انسانی معاشرہ تباہ ہورہا ہے، شہوت کی تکمیل کے لئے روپیہ جو کہ بڑا ہتھیار ہے اس کے حصول کے لئے جھوٹ، فریب، خیانت وغیرہ تمام بدترین راہیں اختیار کی جارہی ہیں۔

☆☆☆

نظر بد قرآن کریم کی روشنی میں

سورہ یوسف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''کہا اے میرے بیٹو ایک دروازے سے داخل نہ ہونا۔ جدا جدا دروازوں سے جانا۔ میں تمہیں اللہ عزوجل سے بچا نہیں سکتا۔ حکم تو سب اللہ عزوجل کا ہی ہے۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور اسی پر بھروسہ کرنا چاہئے اور جب وہ داخل ہوئے جہاں سے ان کے باپ نے حکم دیا تھا۔ وہ کچھ انہیں اللہ سے بچا نہ سکتا۔ ہاں یعقوب علیہ السلام کے جی کی ایک خواہش تھی جو اس نے پوری کرلی اور بے شک وہ صاحب علم ہے ہمارے سکھائے سے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے''۔ (یوسف: ٦٧-٦٨)

اس آیات مبارکہ کی کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نے سیدنا یعقوب علیہ السلام کی زبانی فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹوں کو روانہ کرتے وقت یہ حکم دیا کہ سب کے سب ایک دروازے سے داخل نہ ہوں یعنی جس وقت آپ علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو حضرت بنیامین کے ساتھ روانہ کیا تو یہ حکم دیا۔ حافظ ابن کثیر، حضرت عبداللہ ابن عباس، حضرت محمد بن کعب، حضرت مجاہد، حضرت ضحاک، حضرت قتادہ اور حضرت سدی جیسے جلیل القدر اصحاب نے اس

آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو یہ حکم اسلیئے دیا تا کہ انہیں اکٹھا دیکھ کر کسی کی نظر نہ لگ جائے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے سبھی بیٹے بالخصوص حضرت یوسف علیہ السلام بہت خوبصورت اور جوان تھے۔ (تفسیر ابن کثیر، ج ۲)

سورہ قلم کی آیت ۵۱ کی تفسیر میں ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: "لیزلقونک" سے مراد ہے کہ یہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی آنکھوں سے نظر لگانے کی کوشش کرتے ہیں۔

نظر بد اور احادیث نبویہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نظر لگنا برحق ہے، حضرت عبداللہ ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی کریم رؤف الرحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر لگنا برحق ہے۔ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے سکتی تو وہ نظر ہوتی۔ (اوکما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر آدمی پر اس قدر اثر انداز ہوتی ہے کہ آدمی پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے پھر وہاں سے نیچے گر جاتا ہے۔ حضرت جابر سے روایت ہے کہ نبی کریم طٰہٰ ویٰس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، نظر آدمی کو قبر میں اور جانور کو دیگ میں پہنچا دیتی ہے۔ اس حدیث مبارکہ کی تفسیر میں محدثین عظام نے فرمایا نظر لگ جانے سے انسان کا قتل بھی ہو سکتا ہے۔ وہ بیمار ہو کر مر بھی سکتا ہے۔ اور قبر میں چلا جاتا ہے۔ جانور کو نظر لگنے سے بیماری لاحق ہو جاتی ہے اور اس کے مرنے کے ڈر سے اس کا مالک اس کو ذبح کر دیتا ہے۔ اس طرح جانور کا گوشت فروخت ہو کر دیگ (ہانڈی) میں چلا جاتا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قضا و قدر کے بعد میری امت میں سب سے زیادہ اموات نظر بد سے ہوں گی۔

ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے عائشہ رضی اللہ عنہا! نظر سے اللہ کی پناہ مانگو کیوں کہ نظر لگنا برحق ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہریلے ڈنک او رپھوڑے پھنسیوں ،نظر سے بچنے کے لئے دم کرنے کی اجازت دی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد پاک ہے:

العین حق ،(مشکوۃ شریف) نظر لگ جانا برحق ہے۔

Smiting by an evil is a fact

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔آقائے دوجہاں مالک انس وجاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر بد ابلیس لعین کے زہر آلود تیروں میں سے ایک تیر ہے۔ جو نظر بد کرنا چھوڑ دے اللہ عزوجل کے خوف کی بنا پر اس کو اللہ عزوجل ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کی مٹھاس یہ اپنے دل میں پائے گا۔(لقط المرجان فی احکام الجان)

عاملین کاملین نے نظر بد کی دو قسمیں بیان کی ہیں۔ ایک نظر انسانی، ایک نظر جناتی، نظر انسانی عام طور پر زیادہ رائج ہے۔دوسری قسم نظر جناتی کہلاتی ہے۔
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے جنات کی نظر بد سے پھر انسان کی نظر بد سے اللہ عزوجل کی پناہ طلب کرتے۔ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے ایک لڑکی جو میرے گھر میں تھی ، اس کو دیکھا، اس کے چہرہ پر ایک دھبہ (داغ) تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ام سلمہ اس پر دم کرو، اس کو نظر لگی ہے۔

محدثین فرماتے ہیں یہ نظر جناتی تھی۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے ایک دن نبی رحمت شفیع الامت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسما بنت عمیس کے یہاں تشریف لائے ،فرمایا اے اسماء کیا وجہ

ہے میں اپنے بھتیجوں کے جسم دبلے پتلے دیکھ رہا ہوں کیا انہیں غربت کی شکایت ہے؟ حضرت اسماء فرماتی ہے میں نے کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ! ایسی بات نہیں ہے، ان کو نظر بہت جلد لگ جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا ان پر دم کرو۔

روایت میں آتا ہے حضرت عامر بن ربیعہ نے ایک مرتبہ حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ غسل فرما رہے تھے۔ عامر بن ربیعہ نے کہا اللہ کی قسم میں نے ایسا خوبصورت جسم کسی مرد کو نہیں دیکھا یہ کہنا تھا حضرت سہیل بن حنیف اسی وقت بے ہوش ہو گئے۔ آپ ﷺ کو اس کی خبر ملی۔ آپ کے چہرۂ اقدس پر غصے کے آثار ظاہر تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت عامر بن ربیعہ کو طلب کیا۔ فرمایا تم اپنے مسلمان بھائی کو کیوں ہلاک کرتے ہو۔ تم نے ان کے لئے برکت کی دعا کیوں نہیں کی؟ جب تمہاری تیز نظر ان کی خوبصورتی پر پڑی تو تم نے یہ دعا کیوں نہیں پڑھی: "اللھم بارک علیه" اگر تم یہ دعا پڑھ لیتے تو ان کو نظر نہیں لگتی۔ آپ ﷺ نے کچھ دعا و علاج تجویز کیا۔ حضرت سہیل اسی وقت ہوش میں آ کر کھڑے ہو گئے۔

عاملین فرماتے ہیں:

بدنظری ایک طرح کا حاسدانہ زہر ہے جو بعض انسانوں کے اندر ہوتا ہے، اگر ایسا آدمی یا عورت کسی کو گہری نظر سے دیکھ لے تو اس کو نظر لگ جاتی ہے۔ اس لئے نظر کا لگ جانا عین حقیقت ہے۔ نظر لگ جانا صرف آدمی، عورت تک ہی محدود نہیں، نظر جانوروں، کھیتی، باغ، مکان، کاروبار، مال وغیرہ ہر چیز کو لگ سکتی ہے۔

راقم الحروف کے غریب خانے میں نظر بد کے حسب ذیل نمونے نظر آئے:

ایک دیہاتی عورت میرے غریب خانے میں آئی اور گھر کے کونے کونے کو گہری نظروں سے دیکھتی رہی۔ اس عورت کے چلے جانے کے بعد گھر کے ہر کونے میں عجیب و غریب قسم کے کیڑے نظر آئے۔ روحانی تشخیص کے مطابق مکان پر نظر بد کا

اثر ہو گیا تھا۔ اس نظر بد کا نتیجہ تھا کہ گھر میں کپڑے ہی کپڑے نظر آتے۔ عارف باللہ حضرت امام قشیری قدس سرہ فرماتے ہیں میرے پڑوس میں ایک نوجوان لڑکا تھا جو بہت بیمار رہوا۔ کسی علاج سے افاقہ نہ ہو سکا۔ یہاں تک کہ مرنے کے قریب تھا۔ میری قسمت کا ستارہ چمکا، طبیب کائنات ﷺ کا دیدار ہوا۔ آپ نے فرمایا، اے قشیری اس لڑکے کو نظر لگی ہے تم آیات شفا (منتخب آیا کا مجموعہ) لکھ کر پانی میں گھول کر پلا دو۔ حضرت قشیری فرماتے ہیں میں نے آیات شفاء لکھ کر دی وہ لڑکا شفایاب ہو گیا۔ (بحمدہ تعالیٰ)

نظر بد اکابر علمائے اہل سنت کی نظر میں

(۱) حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں، نظر لگنا اور اس کا اثر ہونا برحق ہے لیکن تاثیر اللہ عزوجل کے حکم سے ہوتی ہے (۲) حافظ ابن حجر نے فرمایا، نظر دراصل ایسی نظر ہوتی ہے جو کسی خوبصورت چیز کو حسد سے دیکھی جائے۔ مزید برآں یہ کہ دیکھنے والا خبیث باطن رکھتا ہے اور جس شخص یا چیز کو اپنی نظر سے دیکھتا ہے اس کو نقصا پہنچتا ہے۔ (۳) ابن اثیر فرماتے ہیں جب یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو نظر لگ گئی یہ تب ہوتا ہے جب کوئی دشمن یا حاسد اسے بری نظر سے دیکھتا ہے، اسے دیکھنے کی وجہ سے وہ شخص بیمار ہو جاتا ہے۔ (۴) حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، نظر بد انسان کو قبر میں اور جانور کو ہانڈی (دیگ) میں پہنچا دیتی ہے۔ (۵) حافظ ابن قیم منکر نظر بد کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں بعض کم عقل لوگ ایسے بھی ہیں جو نظر کی تاثیر کو جھٹلاتے ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ یہ محض وہم کی باتیں ہے، ان کی کوئی حقیقت نہیں۔ ابن قیم کہتے ہیں کہ یہ لوگ جاہل ترین لگ ہیں۔ ان کی عقلوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ارواح نفوس کی معرفت، ان کی صفات، افعال اور تاثیر سے

نابلند ہیں۔ دنیا کے تمام مذاہب، قومیں اپنے ادیان و مذاہب کے اختلاف کے باوجود اس امر پر یقین رکھتی ہے کہ نظر بد ضرور لگتی ہے۔

آگے چل کر ابن قیم رقم طراز ہیں، اس میں شک نہیں کہ اللہ عزوجل نے اجسام اور ارواح میں مختلف قوتیں اور طبیعتیں پیدا فرمائی اور ان میں چند ایسی مخصوص کیفیتیں ودیعت فرمائی ہیں جس کی حیرت انگیز تاثیریں ہیں۔ ان تاثیروں کا انکار کوئی کم عقل ہی کر سکتا ہے۔ دوسری اہم بات یہ ہے کہ نظر لگنے میں ضروری نہیں کہ آنکھ کا استعمال کیا جائے کیوں کہ تاثیر تو دراصل روح کی ہوتی ہے۔ یوں بھی ہوسکتا ہے کہ اندھے کے سامنے کسی خوبصورت شخص یا چیز کا وصف بیان کیا جائے اور اس کو نظر لگ جائے۔ یہ تاثیر اس روح کی ہوتی ہے۔ روح کے اندر جتنا خبث اور حسد ہوگا نظر اتنی شدید ہوگی۔ اس کی مثال ابن قیم یوں بیان کرتے ہیں:

سانپ کے اندر زہر ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے دشمن کو دیکھتا ہے تو اس کے اندر ایک خبیث قوت جو شدید غصے سے بھری ہوتی ہے جنم لیتی ہے۔ یہ قوت ایک موذی کیفیت میں بدل جاتی ہے۔ بعض سانپوں میں اس کیفیت کی شدت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ ان کو دیکھتے ہی انسان پر برا اثر پڑتا ہے''۔

صحیح بخاری کی روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سانپوں کی دو قسمیں ہیں، یہ دونوں بینائی اچک لیتے ہیں اور حمل گرا دیتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک سفر میں تھا۔ میرے پاس ایک بہت تیز و چست و چالاک اونٹ تھا۔ اتفاقاً ایک منزل پر میں رک گیا۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا حضرت یہاں پر ایک ایسا شخص ہے جو نظر لگانے میں مشہور ہے۔ اور وہ آپ کے اونٹ کو کہیں نظر نہ لگا دے۔ کیوں کہ آپ کا اونٹ بہت عمدہ ہے۔ حضرت عبد اللہ کہتے ہیں میں نے جواب دیا میرے اونٹ پر اس کی نظر نہیں لگے گی۔ اتفاقاً اس شخص کو میری بات کی خبر

ہوگئی اس شخص نے اسی وقت میرے اونٹ کو نظر بھر کے دیکھا۔ اس کو دیکھتے ہی اونٹ گر پڑا اور تڑپنے لگا۔ لوگوں نے بتایا حضور یہ وہی شخص تھا جو آپ کے اونٹ کو نظر لگا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے ایک دعا پڑھی اور اونٹ پر دم کیا۔ اونٹ اچھا ہوگیا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور آپ ﷺ کو غمگین پایا۔ پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے چہرۂ انور پر غم کے آثار کیوں ہیں؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا، جبرئیل حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) کو نظر لگ گئی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا، نظر بد کو سچا جانیں کیوں کہ نظر بد واقعی ہے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سرکار دو جہاں ﷺ کو یہ کلمات مقدسہ دیئے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ دونوں شہزادوں پر دم فرمادیں۔

اللهم یاذا السلطان العظیم ذالمن القدیم ذالرحمة الکریم.

(کنز العمال، ج ۱۰، ص ۱۰۸)

غرض یہ نظر بد ایک ایسی حقیقت ہے جو آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں نظر بد اور اس پر عمل شواہد حضور علیہ السلام کے عہد مبارک میں بھی کثرت سے سامنے آئے اور کتب احادیث میں مرقوم ہوئے۔ نظر بد سے حفاظت اور علاج دونوں رحمۃ للعلمین ﷺ نے وضاحت سے امت کو سکھائے ہیں۔ حسب ذیل علامات نظر کو عاملیں کاملین نے قلم بند کیا:

چہرے پر پیلا پن، بار بار پیشاب آنا، کثرت سے پسینہ آنا، بھوک کم لگنا، ہاتھ پاؤں سن ہونا (چیونٹی کے چلنے کی کیفیت ہونا) جسم میں سرسراہٹ گھبراہٹ (بے چینی) پیٹھ کے نچلے حصے اور کندھوں کے درمیان بوجھ اور درد ہونا، غمگین، رات میں شدید خوف، بے چینی، غصہ، کثرت سے ڈکار آنا، جمائی، آہ بھرنا، تنہائی پسند کرنا، کاہلی، کثرت سے نیند آنا، طبیبوں اور ڈاکٹروں کی سمجھ میں مرض نہ آنا صحت وتندرستی

گرتی جانا، اکثر پیٹ میں درد وسر میں درد رہنا، سوتے میں کروٹ بدلنا، خوفناک خواب نظر آنا۔ خواب میں خون، ہڈی، گوشت، موذی جانور، وغیرہ نظر آنا۔ آنکھوں کا متورم ہونا۔ چڑچڑاہٹ وغیرہ۔

نظر بد کا علاج

یوں تو نظر بد کے بے شمار علاج عاملین وکاملین کی بیاضوں میں قلم بند ہیں۔ قارئین کو تین منتخب علاج بتاتے ہیں۔:

(۱) سورۂ فاتحہ، آیۃ الکرسی جو شخص بھی پڑھے گا نبی کریم ﷺ نے فرمایا، اس دن اس شخص کو نہ کسی انسان کی نظر لگے گی نہ کسی جنات کی۔ (۲) ایک کچا مٹی کا پیالہ لے کر مریض کی ایڑی کے نیچے رکھ دے یہ کلما مقدسہ ۴۱ بار پڑھے۔ اول آخر ۳-۳ بار درود پاک، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، یاشافی شفاء دے نظر بد کو ہٹادے بحق بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جس وقت مریض زور سے ایڑی مار دے تاکہ پیالہ ٹوٹ جائے۔ انشاء اللہ پیالہ ٹوٹتے ہی نظر بد کا اثر باطل ہو جائے گا۔

نظر بد کی حقیقت

انسان کو لاحق ہونے والی بیماریوں میں سے ایک خطرناک بیماری ''نظر بد'' ہے۔ نظر بد کا مطلب ہے کہ کسی کی خوبی یا اچھائی سے متاثر ہو کر اس کو حسد یا رشک کی ایسی نظر سے دیکھنا کہ اس کو نقصان پہنچے یا بیماری لاحق ہو۔

نظر بد کی وجہ سے آدمی مختلف قسم کے عوارض میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حضرت اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہا (حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیوی) فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور ان سے کہا: مالی أری

أجسام بني أخي ضارعة تصيبهم الحاجة. کیا وجہ ہے کہ میرے بھائی کے یہ بچے سوکھتے چلے جارہے ہیں، کیا انہیں کوئی بیماری لاحق ہوئی ہے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جواب دیا: لا ولكن العين تسرع اليهم. نہیں! انہیں کوئی بیماری نہیں، البتہ انہیں نظر بہت جلد لگ جاتی ہے۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نظر بد کا علاج بتایا۔ (مسلم: باب استحباب الرقية من العين)

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان العين لتولع الرجل باذن الله حتى يصعد القائم يتردى منه.

(صحیح وضعیف الجامع الصغیر: ۲۵۶۱)

''نظر بد انسانوں پر اثر انداز ہوتی ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی اونچی جگہ پر کھڑا ہو تو نظر بد کی وجہ سے گر بھی سکتا ہے''۔

بسا اوقات نظر بد کی وجہ سے موت بھی واقع ہو جاتی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اكثر من يموت من امتي بعد قضاء الله وقدره بالعين.

(السلسلة الصحيحة: ۷۴۷) ''تقدیر کے فیصلے کے بعد میری امت کے لوگ سب سے زیادہ جس چیز سے موت کا شکار ہوں گے، وہ نظر بد ہے''۔

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لو كان شئى سابق القدر سبقته العين.

(مسلم: باب الطب والمرض والرقی)

''اگر کسی چیز میں تقدیر کو ٹالنے کی طاقت ہوتی تو نظر بد میں ہوتی''۔

یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد سے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: استعيذوا بالله من العين فان العين حق. (صحیح وضعیف الجامع الصغیر: ۹۴۰)

''نظر بد سے اللہ کی پناہ چاہو، کیوں کہ نظر کا لگنا یقینی ہے''۔

نظر بد کے اسباب

نظر بد کا سبب عام طور پر حسد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم ﷺ کو نبوت ورسالت کا جو عظیم منصب عطا کیا تھا، اس کی وجہ سے کفار ومشرکین حسد کیا کرتے تھے۔ اسی حسد کی بنا پر آپ ﷺ کو ان کی نظر لگنے کا بہت امکان تھا۔ جیسا کہ فرمایا گیا: **وَاِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ** (القلم:۵۲) ”اور قریب ہے کہ کافر اپنی تیز نگاہوں سے آپ کو پھسلا دیں جب کبھی وہ قرآن کو سنتے ہیں“۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں: **وفی هذه الآية دليل على ان العين اصابتها وتاثير ها حق با مر الله عزوجل.** (تفسیر ابن کثیر، سورہ قلم:۵۲) ”اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر بد کا لگنا اور باذن اللہ اس کا اثر انداز ہونا یقینی امر ہے“۔

نظر بد کا ایک سبب بے لگام حیرت وتعجب بھی ہو سکتا ہے۔ حضرت ابوامامہ بن سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے والد سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو حضرت عامر ب ربیعہ رضی اللہ عنہ نے غسل کرتے دیکھ لیا اور کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں نے آج تک تم جیسا حسین اور خوبصورت شخص نہیں دیکھا۔ اس پر سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو نظر لگ گئی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ (ابن ماجہ:۳۵۰۹)

نظر بد کی قسمیں

علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نظر بد کی دو قسمیں ہیں ایک کا تعلق انسان سے اور دوسرے کا جنات سے ہے۔ (مختصر زاد المعاد:۳۵۱)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، وہ فرماتے ہیں: **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتعوذ من عین الجان وعین الانس** (سنن نسائی:۵۴۹۴) "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگتے تھے"۔ امام بغوی فرماتے ہیں کہ جناتی نظر نیزوں کی نوک سے زیادہ تیز ہوتی ہے۔ (مختصر زاد المعاد:۳۵۱)

اکثر انسان دوسروں کی نظر بد کا شکار ہوتا ہے۔ مگر بسا اوقات آدمی کو خود اپنی نظر بھی لگ جاتی ہے، اسی لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے کہ جب بھی اپنی کوئی چیز پسند آئے تو فوراً برکت کی دعا کریں۔ حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اذا رأی احدکم من نفسه او ماله او من اخيه ما يعجبه فليدع له بالبركة فان العين حق.** (صحیح وضعیف الجامع الصغیر:۵۵۷) "جب تم میں سے کسی کو اپنا نفس یا اپنا مال یا اپنے بھائی کی کوئی چیز بھلی لگے تو اسے چاہئے کہ برکت کی دعا کرے، کیونکہ نظر کا لگنا یقینی ہے"۔

سورہ کہف میں ایک مال دار شخص کا ذکر ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے دو عمدہ اور پھل دار باغ عطا کئے تھے۔ اللہ کی اس نعمت کو پا کر شکر بجا لانے کی بجائے وہ غرور وتکبر میں مبتلا ہو گیا اور کہنے لگا: مجھے یقین ہے کہ میرے یہ باغ کبھی برباد نہیں ہوں گے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنی نظر کا شکار ہو گیا۔ اس کی نظر بد اور بداعمالیوں کے سبب اس کے باغات تباہ ہو گئے۔ اس کا ایک مومن ساتھی اسے نصیحت کرتے ہوئے کہنے لگا:

وَلَوْ لَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَکَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ. (الکہف:۳۹)

"جب تو اپنے باغ میں داخل ہوا تو یہ کیوں نہ کہا: "**مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ**"

اس واقعے کی تفسیر میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **ولهذا قال بعض السلف من اعجبه شئی من حاله او من ماله او ولده فليقل "مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" وهذا ماخوذ من هذه الآية الكريمة.** (تفسیر ابن کثیر، سورہ کہف:۳۹)

"اس واقعہ سے استدلال کرتے ہوئے بعض ائمہ سلف نے بیان کیا ہے کہ جب کسی شخص کو اپنی صورت حال، مال و دولت یا اولاد وغیرہ کو دیکھ کر خوشی محسوس ہو تو اس تو اسے "مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" (جو اللہ چاہے وہی ہوتا ہے اللہ کی قوت وطاقت کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا) پڑھنا چاہئے۔ اور یہ دعا اسی آیت سے ماخوذ ہے"۔

حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد کو جب بھی کوئی چیز پسند آتی یا وہ باغ میں داخل ہوتے تو کہتے: مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ

(الطب النبوی: فصل فی ہدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی علاج المصاب بالعین)

نظر بد سے بچاؤ کی تدابیر

نظر بد سے بچاؤ کے لئے پیشگی حفاظت کے جو بھی اقدامات ہوسکتے ہیں انہیں اپنانا چاہئے۔ مثلاً اپنے محاسن اور خوبیوں کو اور اہم معاملات کو لوگوں سے مخفی رکھنا، تاکہ لوگوں کے حسد اور بری نظر سے محفوظ رہ سکیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے، سورج اور چاند انہیں سجدہ کررہے ہیں۔ اس عجیب وغریب خواب کا تذکرہ اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے کیا، تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا: يٰبُنَیَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا، اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ. (سورہ یوسف: ۵) "پیارے بیٹے! اپنے اس خواب کو ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں۔ شیطان تو انسان کا کھلا دشمن ہے"۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ ناصر عبد الرحمٰن السعدی فرماتے ہیں کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، وہ دن رات اور کھلے چھپے اس پر وار کرنے میں کبھی کوتاہی نہیں کرتا۔ اس لئے ان اسباب سے دور رہنا بہتر ہے جن کے ذریعے سے وہ انسانوں پر تسلط حاصل کرتا ہے"۔ (تفسیر السعدی: ۱۲۳۹/۲)

اسی طرح اپنی اولاد کو بھی نظر بد سے بچانے کی احتیاطی تدابیر اختیار کرنا چاہئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے قحط کے زمانے میں غلہ لانے کے لئے جب مصر روانہ ہونے لگے تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: **يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ** (یوسف:۶۷) ''اے میرے بچو! تم سب ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ کئی جدا جدا دروازوں میں سے داخل ہونا''۔

حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو الگ الگ دروازوں سے داخل ہونے کا جو حکم دیا تھا اس کی وجہ بیان کرتے ہوئے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **انه خشی علیهم العین وذالک انهم کانوا ذوی جمال وهیئة حسنة.** (ابن کثیر، تفسیر سورہ یوسف:۶۷) یعقوب علیہ السلام کو ڈر رہا کہ کہیں ان کے بچوں کو نظر نہ لگ جائے کیونکہ وہ بہت ہی خوب صورت تھے''۔

اگر کسی مومن بھائی میں کوئی خوبی دیکھیں تو اسے برکت کی دعا دینی چاہئے۔ تاکہ وہ نظر بد سے محفوظ رہ سکے۔ حضرت ابوامامہ بن سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **علام یقتل احدکم اخاه اذا رای احدکم من اخیه ما یعجبه فلیدع بالبرکة.** (الجامع الصغیر:۷۶۶۷)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معمول تھا کہ اگر کسی کے اندر کوئی خوبی دیکھتے تو فوراً برکت کی دعا دیتے۔ حضرت عروہ بارقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک دینار دے کر کہا کہ ایک بکری خرید لاؤ، وہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک دینار میں دو بکریاں خرید لیں، پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار میں بیچ دیا، ایک بکری اور ایک دینار لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سارا واقعہ سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور کہا: **بارک الله فی صفقة یمینک.** ''اللہ تمہاری کمائی میں برکت عطا کرے''۔ (سنن ترمذی:۱۲۵۸)

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ اپنے قبول اسلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ (فتح مکہ کے موقع پر) میں اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ سفر پر روانہ ہوا، راستے میں اذان کی آواز سنائی دی، ہم مؤذن کا مذاق اڑاتے ہوئے بلند آواز سے اس کی نقل اتارنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہمیں پکڑ کر لے آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم میں سے کون بلند آواز سے اذان دے رہا تھا۔ سب نے میری طرف اشارہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا: اٹھو، اذان دو۔ میں کھڑا تو ہوا گیا مگر اس وقت میری کیفیت یہ تھی کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور آپ کے اس حکم سے انتہائی نفرت محسوس ہو رہی تھی، بہر حال میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مجھے اذان کے کلمات سکھائے، جب میں اذان سے فارغ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک تھیلی میرے حوالے کی اس میں کچھ چاندی تھی، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سر پر رکھا، پھر میرے چہرے اور سینے پر پھیرا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ ناف تک پہنچا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **بارک اللہ لک وبارک علیک.** ''اللہ تجھے برکت دے اور تجھ پر برکت نازل فرمائے۔'' (سنن ابن ماجہ: باب الترجیع فی الاذان: ۷۰۸)

نظر بد کا علاج

قرآن مجید اور احادیث میں نظر بد کے علاج کے مختلف طریقوں کی نشان دہی کی گئی ہے، جن میں سے ایک اہم ذریعہ شرعی جھاڑ پھونک ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں ایک لونڈی تھی، جسے پھوڑے پھنسیاں نکل آئی تھیں اور چہرہ زرد پڑ گیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **استرقوا لها فان بها النظرة.** (بخاری و مسلم) ''اس پر دم کرو کیوں کہ اس پر نظر بد کا اثر ہے''۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد، بخار، اور پھوڑے پھنسی کے امراض میں جھاڑ پھونک کی اجازت دی ہے۔

(مسلم: باب استحباب الرقية من العين: ۵۸۵۲)

اوپر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی روایت گذر چکی ہے، وہ فرماتے ہیں: **کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتعوذ من عین الجان وعین الانس فلما نزلت المعوذتان اخذبھما وترک ما سوی ذلک.** (سنن نسائی:۵۴۹۴) ''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنوں اور انسانوں کی نظر بد سے پناہ مانگتے تھے، جب معوذتین (سورہ فلق اور سورہ ناس) نازل ہوئیں تو انہیں سورتوں کو پڑھ کر دم کرلیا کرتے تھے''۔

جھاڑ پھونک کا شرعی طریقہ

علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے جھاڑ پھون کے تین شرائط ذکر کئے ہیں: پہلی شرط یہ ہے کہ جھاڑ پھونک کے کلمات معصیت اور شرکت سے پاک ہوں۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جھاڑ پھونک عربی زبان میں ہوا اور ان کے معانی واضح ہوں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ یہ عقیدہ رہے کہ اس میں تاثیر پیدا کرنے والی ذات صرف اللہ رب العالمین کی ہے، جھاڑ پھونک کرنے والے کا اس میں کوئی کمال نہیں۔ (موقع لقط المرجان، لابی حمد)

جب کسی کو نظر بد لگ جائے تو قرآنی آیات اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت شدہ اوراد واذکار پڑھ کر دم کرنا چاہیے جن میں یہ آیات اور دعائیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

سورہ فاتحہ، آیۃ الکرسی، سورہ اخلاص، سورہ فلق، اور سورہ ناس اور یہ دعائیں:

۱-اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ

(مسلم: باب فی التعوذ من سوء القضاء ودرک الشقاء)

۲-اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ، مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَھَامَّۃٍ، وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ . (ابن ماجہ:۳۵۲۵)

۳-اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ، مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ، وَذَرَأَ وَبَرَأَ، وَمِنْ شَرِّ مَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَعْرُجُ فِیْھَا، وَمِنْ شَرِّمَا ذَرَأَ فِی الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا یَخْرُجُ مِنْھَا، وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ، وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّیْلِ اِلَّا طَارِقًا یَّطْرُقُ بِخَیْرٍ یَارَحْمٰنُ. (الجامع الصغیر وزیادتہ:۷۴)

۴-بِسْمِ اللّٰہِ، اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ، مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ، وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ، وَاَنْ یَّحْضُرُوْنَ. (الجامع الصغیر وزیادتہ:۷۰۳)

جب دوسروں کو دم کرنا ہو تو ''اَعُوْذُ'' کی جگہ ''اُعِیْذُکَ'' پڑھ کر دم کرنا چاہئے ، مذکورہ دعاؤں کے علاوہ دوسروں پر دم کرنے کے لئے یہ دعائیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔

۵. بِسْمِ اللّٰہِ یُبْرِیْکَ، وَمِنْ کُلِّ دَاءٍ یَشْفِیْکَ، وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدٍ، وَشَرِّ کُلِّ ذِیْ عَیْنٍ. (مسلم: کتاب السلام: باب الطب والمرض والرقی)

۶. بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ، مِنْ کُلِّ شَیْئٍ یُؤْذِیْکَ، وَمِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ، اَوْ عَیْنٍ حَاسِدٍ، اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ، بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ.

(مسلم: کتاب السلام: باب الطب والمرض والرقی)

''بعض اوقات واضح طور پر معلوم ہوجاتا ہے کہ فلاں شخص کی نظر لگی ہے۔ ایسی صورت میں اس شخص سے کسی برتن میں وضو یا غسل اس طرح کروایا جائے کہ اس کا استعمال شدہ پانی اسی برتن میں جمع کرلیا جائے اور پھر اس جمع شدہ پانی کو لے کر مریض پر چھڑک دیں یا مریض کی پشت پر بہادیں۔ یا مریض کو اسی پانی سے

غسل کروادیں۔'' (انسان اور کالے پیلے علوم:۱۹۱) جیسا کہ ابوامامہ بن سہل کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ان کے والد سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ غسل کرر ہے تھے، عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے دیکھ لیا، کہنے لگے: اللہ کی قسم! میں نے آج تک تم جیسا خوبصورت شخص نہیں دیکھا۔ اس پر سہل بن حنیف کو نظر لگ گئی اور وہ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا کہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ بیہوش ہوگئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وجہ دریافت کی۔ سارا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا گیا، آپ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ پر غضب ناک ہوئے۔ اور فرمایا: **علام یقتل احدکم اخاہ، الا برکت.** ''تم میں سے کوئی اپنے بھائی کو کیوں قتل کرتا ہے، تم نے برکت کی دعا کیوں نہیں کی۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ان کے لئے غسل کرو، پھر ان کے غسل کا پانی سہل رضی اللہ عنہ کے جسم پر بہا دیا گیا، وہ اچھے ہوکر لوگوں کے ساتھ چلنے لگے۔ (مشکاۃ المصابیح : رواہ مالک فی شرح السنۃ)

ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے: ''جس شخص کی نظر لگی ہو اور اس سے غسل کا مطالبہ کیا جائے تو وہ غسل کرے''۔ (مسلم: باب الطب والمرض والرقی)

ان کے علاوہ نظر بد کے علاج کے بہت سے غیر شرعی طریقے عوام میں رائج ہیں، جو کتاب وسنت سے ثابت نہیں ہیں۔ مثلاً: گلہ میں تعویذ لٹکانا، ہاتھوں میں سیاہ دھاگہ باندھنا یا کڑے، چھلے وغیرہ ڈالنا، مکان یا دکان کی چوکھٹ پر لیموں اور ہری مرچ وغیرہ لٹکانا یا پھر خوفناک تصویریں آویزاں کرنا وغیرہ۔ یہ سب غیر شرعی طریقے ہیں۔ جن سے اجتناب کرنا ضروری ہے ورنہ اس میں دین اور دنیا دونوں کی بربادی ہے۔ اس لئے ایک مومن کو چاہئے کہ ایسے تمام طریقوں سے اجتناب کرے اور انہیں طریقوں کو اپنائے جو کتاب وسنت سے ثابت ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں نظر بد سے اور ہر شر سے محفوظ رکھے۔ آمین! (خطبات حبان برائے احترام اسلام)

☆☆☆

آزمائش میں انعام بھی ہے!

مصیبت، تکلیف، غم، الم، کڑھن، الجھن، حیرانی، پریشانی، شکوہ، شکایت، افسوس، ناامیدی، ناکامی اور ذہنی تناؤ یہ وہ چند الفاظ ہیں جب انہیں انسان اپنے اوپر پڑتا ہوا دیکھتا ہے تو کبھی کبھی نہ صرف حواس باختہ ہوجاتا ہے بلکہ کبھی کبھی اپنی قسمت کو ملامت کا ہار پہنانے لگتا ہے اور خود رنجیدہ دل وکبیدہ خاطر ہوکر حال کو سدھارنے اور مستقبل کو سنوارنے کے بجائے ماضی کی تلخ یادوں میں گم ہوجاتا ہے جب کہ ایک انسان کو تو ہمتوں کا پہاڑ، عزائم کا پیکر بلندئ حوصلہ کا مینارہ اور قوتِ فکر کا گہوارہ ہونا چاہئے جن کے ذریعہ انسان مصائب سے ٹکرا سکتا ہو، غم وآلام کا مقابلہ کرسکتا ہو، الجھن وپریشانی کا دفاع کرسکتا ہو، سرخ وسیاہ آندھی کا رخ موڑ سکتا ہو، ناکامی کے بجائے کامیابی کی شاہراہ پر چل سکتا ہو، پریشانی کے بھنور سے نکل کر سکون کا کنارہ حاصل کرسکتا ہو اور تلاطم خیز موجوں سے ٹکرا کر ساحل سمندر کو پاسکتا ہو اور پھر اپنے آپ کو ایسے رہنما اصول کا پابند بنائے جس سے ایک خوش خرم اور خوشنما زندگی گذار سکے۔ ذیل میں ایسے ہی کچھ اصول وضوابط پیش کئے جارہے ہیں جو سعودی عرب کے ایک نامور عالم دین ڈاکٹر عائض بن عبد اللہ القرنی کی کتاب

لاتحزن کے اردو ترجمہ غم نہ کریں سے ماخوذ ہیں، جنہیں میدان عمل میں لاکر پر لطف اور فرحت وتازگی سے بھرپور زندگی گذاری جاسکتی ہے۔

ایمان سے رنج وغم اور فکریں ختم ہوتی ہیں، ایمان اہل ایمان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور عبادت گذاروں کی تسلی جوگزرا سوگزرا، گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں، لہٰذا جوگزر گیا اس کے بارے میں مت سوچو، کسی کے شکریہ کا انتظار نہ کرو، بس اللہ الصمد کا ثواب کافی ہے منکروں کے انکار اور حاسدوں کے حسد سے آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا، اپنے دل کو حسد سے پاک کرلو اس بغض وعداوت کو نکال پھینکو۔

لوگوں سے بس خیر کے لئے ملو گھر میں زیادہ رہو اپنے کام سے کام رکھو، لوگوں سے کم ملو جلو، کتاب بہترین دوست ہے، اس کی ہم نشینی اختیار کرلو، علم ومعرفت سے ہمیشہ کے لئے دوستی کرلو، تاریخ کا مطالعہ کرو، اس کے عجائب وغرائب پر غور کرو، اس کے قصوں اور کہانیوں سے لطف اندوز ہو، حزن وملال، مایوسی اور حسرت پیدا کرنے والی کتابیں نہ پڑھو، جو تم پر ظلم کرے اس سے درگزر کرو، جو تم کو کاٹے اس سے جڑو، جو محروم کرے اس کو دو، جو برائی کرے اس سے بردباری برتو تم کو خوشی وامن ملے گا، جان لو کہ عسر کے ساتھ یسر ہے اور کرب کے ساتھ کشادگی ہے ایک حالت ہمیشہ نہیں رہتی، زمانہ الٹتا پلٹتا رہتا ہے، اللہ نے جو تمہارے لئے چنا ہے اس پر خوش رہو، کیونکہ مصلحت کیا ہے تم نہیں جانتے، کبھی شدت بھی فراخی سے بہتر ہوسکتی ہے، مصیبت سے اللہ اور بندے کے درمیان قربت ہوتی ہے تم دعا کرتے رہو، مصیبت کبر وغرور اور فخر کو ختم کردے گی، یقین کرو کہ دنیا ابتلاء وآزمائش، رنج وغم اور کدورتوں کی جگہ ہے اس لئے اسے اسی طرح قبول کرو اور اللہ سے مدد مانگو، جو مصیبت پہونچی اس کا ثواب ملے گا، حاسدوں، سخت دلوں اور چغل خوروں کے ساتھ نہ بیٹھو، کیونکہ وہ روح کے تجار ہیں کدورت پھیلاتے اور افسردہ کرتے پھرتے

ہیں، تمہارے بارے میں جو بھی بری بات کہی جائے کہنے والے کو ہی تکلیف دے گی تمہیں نہیں، اس سے ذرا بھی اثر نہ لینا، اگر دشمن تمہیں برا بھلا کہتے ہیں حاسد سب وشتم کرتے ہیں تو اس سے تمہارے ہی وزن بڑھتا ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ تم اہمیت والے ہوگئے تبھی تو تمہارا ذکر ہو رہا ہے۔

سعادت کے بڑے دروازوں میں سے والدین کی دعا ہے اسے غنیمت جانو تا کہ ان کی دعا ہر برائی سے تمہارے لئے ڈھال بن جائے، لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملو ان کی محبت مل جائے گی نرمی سے ان سے بات کرو تواضع سے پیش آؤ تو وہ تمہارا احترام کریں گے، متوسط درجہ کا لباس پہنو نہ کہ عیش پسندوں اور محتاجوں کا لباس سے اپنے آپ کو ممتاز کرو، عام لوگوں کی طرح رہو، صدقہ دیا کرو چاہے تھوڑی ہی کیوں نہ ہو اس سے گناہ ختم ہوگا دل کو خوشی ملے گی فکر دور ہوگی، رزق میں اضافہ ہوتا، اپنا نمونہ اپنے امام محمد ﷺ کو بناؤ، دینی سعادت تک پہونچائیں گے وہی نجات دہندہ اور فلاح وکامیابی سے ہمکنار کریں گے، رحمان کی رحمت کے بارے میں سوچو کہ اس نے زانیہ عورت کو بخش دیا جس نے کتے کو پانی پلا دیا تھا اسے بخش دیا جس نے سو قتل کئے تھے توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔ حتی کہ اس نے نصرانیوں کو بھی توبہ کی دعوت دی ہے، پریشانیوں سے نہ گھبراؤ اس سے دل مضبوط ہوگا، عافیت کا مزہ ملے گا حوصلہ بڑھے گا، تمہارا صبر ظاہر ہوگا، شان بلند ہوگی، ماضی کے بارے میں سوچنا حماقت اور جنون ہے وہ تو ایسا ہی ہے جیسے آٹے کو پیسنا، چرے ہوئے کو چیرنا اور قبروں سے مردے اکھاڑنا، جو اعتدال کو اپنائے گا اسے سعادت ملے گی، جو میانہ رو ہوگا اسے کامیابی جو آسان پہلو پر توجہ دے گا وہ کامران ہوگا جب کوئی بحران درپیش ہو تو یاد کرو کہ کتنے بحران تم پر گذرے اور اللہ نے تمہیں ان سے نجات دی اس سے پتہ چلے گا کہ جس نے پہلی بار عافیت دی اب کی بار بھی

دے گا، دن کو ضائع کرنے والا وہ ہے جو اسے بغیر حق ادا کیے بغیر کسی فرض نبھائے سیکھے، بغیر کسی صلہ رحمی کے اور بغیر کسی خیر کو انجام دئے گزارے۔

اچھا یہ ہے کہ ہمیشہ ہاتھ میں کتاب رکھو، کیونکہ بہت سا وقت ضائع ہو جاتا ہے وقت کی حفاظت اور فرصت کے استعمال کا بہترین ذریعہ کتاب ہے، چار چیزیں سعادت لاتی ہیں، نفع بخش کتاب، صالح اولاد، پیار کرنے والی بیوی، نیک دوست ان سب کا اجر اللہ تبارک وتعالیٰ کے یہاں ہے، امن سب سے نرم قالین ہے عافیت بہترین پردہ، علم لذیذ تر غذا اور محبت سب سے زیادہ مفید تر دوا اور حجاب سب سے اچھا لباس ہے، خوش لحظہ مستعار ہے حزن کفارہ ہے غضب ایک شعلہ ہے بیماری خسارہ ہے اور عبادت نفع بخش تجارت ہے، آنسو کے ساتھ مسکراہٹ ہے تکلیف کے ساتھ خوشی بھی ہے، بلاء کے ساتھ عطیہ ہے، آزمائش میں انعام بھی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور اس کا قاعدہ ہے۔

جو اختلاف کو ترک کر دے، تفاخر سے بچے، جھوٹ سے محفوظ رہے، تقدیر پر راضی ہو، حسد کو چھوڑ دے اللہ اس کے لئے اپنی مخلوق کے دل میں جگہ بنا دیتا ہے، نیکی سے آدمی غلام بن جاتا ہے، احسان سے انسان بندہ بے دام ہو جاتا ہے، بردباری سے دشمن مغلوب ہو جاتا ہے اور صبر شعلوں کو بجھا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین!

☆☆☆

زبان کا بیجا استعمال اور اس کی نحوستیں

اس میں کوئی شک نہیں کہ زبان اللہ عزوجل کی عطا کردہ نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ اس زبان کے ذریعے نیکیاں بھی کمائی جاسکتی ہیں اور یہی زبان ہمیں جہنم کی گہرائیوں میں بھی پہنچاسکتی ہے۔ افسوس فی زمانہ زبان کی حفاظت کا تصور تقریباً مفقود ہو چکا ہے۔ اور بے جا استعمال عام ہو چکا ہے، ہمیں اس چیز کا احساس ہی نہیں ہے کہ گوشت کا یہ چھوٹا سا ٹکڑا جو دو ہونٹوں اور دو جبڑوں کے پہرے میں ہے، کس طرح ہمارے پورے وجود کو دنیوی واخروی آفات ومصائب میں مبتلا کرواسکتا ہے۔

حضرت سیدنا بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ بندہ زبان سے بھلائی کا ایک کلمہ نکالتا ہے حالاں کہ وہ اس کی قدر وقیمت نہیں جانتا تو اس کے باعث اللہ عزوجل قیامت تک اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے، اور بے شک ایک بندہ اپنی زبان سے ایک برا کلمہ نکالتا ہے اور وہ اس کی حقیقت نہیں جانتا تو اللہ عزوجل اس کی بناء پر اس کے لئے قیامت تک کی اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ (ترمذی، کتاب الزہد)

حضرت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب آدمی صبح کرتا ہے تو اس کے جسم کے تمام اعضاء زبان سے کہتے ہیں، اے زبان تو ہمارے معاملے میں اللہ سے ڈر کیوں کہ ہم تیرے ساتھ اور تابع ہیں اگر تو سیدھی رہی تو ہم سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہوئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔

(ترمذی، کتاب الزہد)

حضرت سیدنا ابووائل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ابن آدم کی اکثر خطائیں اس کی زبان سے سرزد ہوتی ہیں۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب) حضرت سیدنا عبداللہ ابن مسعود فرماتے ہیں۔ اللہ عزوجل کی قسم زمین پر زبان سے زیادہ قیدی بنانے کے لائق کوئی شے نہیں۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب)

پیارے پیارے محسن آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مجھے دونوں جبڑوں اور دونوں ٹانگوں کے درمیان والی چیز کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ (بخاری، کتاب الرقاق)

فتح الباری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے تحت درج ہے کہ دو جبڑوں کے درمیان والی چیز سے مراد زبان اور ٹانگوں کے درمیان والی شے سے مراد شرم گاہ ہے۔ اور حفاظت کی ضمانت دینے کا مطلب یہ ہے کہ انسان انہیں رب تعالیٰ کی نافرمانی والے کاموں سے بچانے کا پختہ عہد کرلے مثلاً زبان سے وہی کلام کرے جو ضروری ہو اور بے کار باتوں سے بچے، اسی طرح شرم گاہ کو حلال جگہ استعمال کرے اور اسے حرام میں مبتلاء ہونے سے بچائے۔ سیدنا ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ انسان کے لئے دنیا کی سب سے بڑی آزمائش اس کی زبان اور شرم گاہ ہے لہٰذا جو ان دونوں کے شر سے بچنے میں کامیاب ہو گیا وہ بہت بڑے شر سے بچ گیا۔ (فتح الباری، کتاب الرقاق)

حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمل کے بارے میں سوال کیا گیا جو لوگوں کو کثرت سے جنت میں داخل کرلے گا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ عزوجل سے ڈرنا اور حسن اخلاق پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کثرت سے جہنم میں داخل کرنے والی چیز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منہ اور شرم گاہ۔ (الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان)

حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے افضل عمل کون سا ہے؟ ارشاد فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، میں نے عرض کیا پھر کون سا؟ فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کیا، پھر کون سا؟ فرمایا تمہاری زبان سے مسلمانوں کا محفوظ رہنا۔ (طبرانی کبیر)

حضرت سیدنا سفیان بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسا کام بتائیں جو میرے لئے ذریعۂ نجات بن جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، کہو میرا رب اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کرو۔ میں نے عرض کی، آپ سب سے زیادہ مجھ پر کس چیز کا خوف کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان اقدس کی طرف اشارہ کرکے فرمایا، اس کا۔ (ترمذی، کتاب الزہد)

حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ کے ذکر کے علاوہ کلام میں کثرت نہ کرو کیوں کہ اللہ کے ذکر کے علاوہ کثرت سے کلام دل کو سخت کر دیتا ہے اور اللہ سے سب سے زیادہ دور سخت دل والا ہوتا ہے۔

(ترمذی، کتاب الفتن)

حضرت سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو اپنا غصہ پی لے گا اللہ عزوجل اس سے اپنا عذاب دور کرے گا اور جو اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ عزوجل اسکے عیوب کی پردہ پوشی فرمائے گا۔ (مجمع الزوائد، کتاب الادب)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عرض گذار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایسے عمل بتایئے جو مجھے جہنم سے دور کر کے جنت میں داخل کر دے۔ سرکار نے فرمایا کہ تم نے بڑی بات دریافت کی ہے البتہ جس پر اللہ تعالیٰ آسان کر دے اس کے لئے آسان ہو جاتی ہے وہ بات یہ ہے کہ تم اللہ عزوجل کی عبادت میں کسی کو اس کا شریک نہ کرو، نماز کو قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ اس کے بعد سرکار نے فرمایا، اے معاذ! کیا میں تجھے بھلائی کے دروازوں کی طرف رہنمائی نہ کروں، روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو۔ اور کسی شخص کا نصف شب کے وقت نماز پڑھنا پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ **تتجافی جنوبھم عن المضاجع** سے **یعلمون** تک اس کے بعد فرمایا، کیا میں تم کو کسی کام کی ابتدا یا اس کے سر، اس کی بلندی، اس کے ستون کے بارے میں نہ بتاؤں؟ میں نے عرض کیا بتایئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے فرمایا کسی کام کا سر (یا اصل) اسلام ہے، اس کا ستون نماز اور اس کے کوہان کی بلندی جہاد ہے۔ اس کے بعد سرکار نے مجھ سے پھر فرمایا کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ ان اعمال کا دارومدار کس پر ہے؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو آپ نے میری زبان پکڑ کر فرمایا تو اس کو بند رکھ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم جو کچھ کہتے ہیں اس پر مواخذہ ہوتا ہے۔ سرکار نے فرمایا تیری ماں تجھے کھوئے، لوگوں کو آگ میں منہ یا ناک کے بل ان کی زبان سے نکلی ہوئی باتیں ہی گرائیں گی۔ (مشکوۃ، ترمذی ابن ماجہ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا اور خاموشی ایمان کی دو شاخیں ہیں جب کہ فحش گوئی اور زبان درازی دونوں نفاق کی شاخیں ہیں۔ (مشکوۃ، ترمذی)

حضرت ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے قیامت میں میرا سب سے پیارا اور مجھ سے زیادہ قریب وہ ہوگا جس کا اخلاق اچھا ہو نیز میرا ناپسندیدہ اور مجھ سے بہت دور وہ ہوگا جس کے اخلاق برے ہوں۔ یعنی بہت بولنے والے، منہ پھٹ اور گپیں ہانکنے والے۔ (مشکوۃ، ترمذی، شعب الایمان)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لچھے دار باتیں بنانا سیکھ لے تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کے دلوں کو اپنی جانب کھینچ لے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے فرض و نفل قبول نہیں فرمائے گا۔ (مشکوۃ، ابوداؤد)

حضرت عمر بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز ایک آدمی کھڑا ہوا اور بہت باتیں بنائیں حضرت عمرو نے فرمایا کہ اگر یہ میانہ روی اختیار کرتا تو اس کیلئے بہتر ہوتا کیوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے مناسب نظر آیا یا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ مختصر گفتگو کیا کروں کیوں کہ مختصر کلام ہی بہتر ہے۔ (مشکوۃ، ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔ (مشکوۃ، ترمذی، شعب الایمان)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض گذار ہوا کہ نجات کس چیز میں ہے؟ فرمایا کہ اپنی زبان کو قبضے میں رکھو، تمہارا گھر تمہارے لئے کافی رہے اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔ (مشکوۃ، ترمذی، احمد)

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی کے اسلام کی خوبیوں سے بے کار باتوں کا چھوڑ دینا ہے۔ (مشکوۃ، ابن ماجہ، ترمذی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ صحابہ کرام میں سے ایک وفات پا گئے تو ایک شخص نے کہا آپ کو جنت مبارک ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیا معلوم کہ اس نے کوئی بے کار بات کی ہو یا ایسی چیز میں بخل کیا ہو جو کم نہیں ہوتی۔ (مشکوۃ، ترمذی)

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں عرض گزار ہوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے خوفناک چیز کیا ہے جس سے آپ مجھے ڈراتے ہیں؟ راوی کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک کو پکڑ کر فرمایا "یہ"۔ (مشکوۃ، ترمذی)

عمران بن حطان کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہیں ایک سیاہ کمبل لپیٹے ہوئے مسجد میں تنہا بیٹھے ہوئے پایا۔ میں عرض گزار ہوا کہ اے ابوذر یہ تنہائی کیسی؟ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ برے ساتھی سے تنہائی بہتر ہے۔ اچھی بات کہنا خاموشی سے بہتر ہے اور خاموشی رہنا بری بات کہنے سے بہتر ہے۔ (مشکوۃ، بیہقی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابودرداء کیا میں تمہیں ایسی دو عادتیں نہ بتاؤں جو پیٹھ پر ہلکی اور میزان میں بھاری ہیں؟ میں عرض گزار ہوا کہ کیوں نہیں۔ فرمایا کہ لمبی خاموشی اور حسن اخلاق، قسم اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے۔ مخلوق نے اس جیسا کوئی عمل نہیں کیا۔

(مشکوۃ، بیہقی)

اسلم سے روایت ہے کہ حضرت عمر ایک روز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اپنی زبان کو کھینچ رہے تھے، حضرت عمر نے کہا، اللہ تعالیٰ آپ کو معاف فرمائے ٹھہریئے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ یہ مجھے ہلاکت کی جگہوں میں پہنچا دیتی ہے۔ (مشکوۃ، مالک) امام مالک سے روایت ہے کہ مجھے یہ بات پہنچی کہ لقمان حکیم سے کہا گیا کہ ہم جو دیکھتے ہیں کہ اس مقام پر

آپ کو کس چیز نے پہنچایا؟ فرمایا کہ سچی بات کرنے، امانت ادا کرنے اور بے کار گفتگو چھوڑ دینے سے۔ (مشکوٰۃ،موطا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوخلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی بندے کو دیکھو کہ اسے دنیا میں زہد اور کم گوئی عطا فرمائی گئی ہے تو اسکے قریب ہو جاؤ کیوں کہ وہ حکمت سکھایا گیا ہے۔ (مشکوٰۃ،شعب الایمان)

امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دن لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تمہارا رب عزوجل فرماتا ہے اے ابن آدم تم لوگوں کو تو نیک کام کرنے کی ترغیب دیتے ہو لیکن اپنے آپ کو چھوڑ دیتے ہو، اے ابن آدم تم لوگوں کو تو نصیحت کرتے ہو جب کہ اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، اے ابن آدم تم مجھے پکارتے ہو پھر بھی مجھ سے دور بھاگتے ہو۔ اگر ایسا ہی جیسا تم کہہ رہے ہو تو اپنی زبان کو قابو میں رکھو اور اپنے گناہوں کو یاد رکھو اور اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ (بحر الدموع)

حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحیفوں میں ہے کہ "عقلمند آدمی پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانے پر نظر رکھنے والا ہو، اپنے کام سے کام رکھنے والا ہو اور اپنی زبان کی حفاظت کرنے والا ہو"۔ (الترغیب والترہیب، کتاب الادب)

حضرت سیدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اگر تو نے اپنے دل میں سختی یا اپنے بدن میں سستی یا اپنے رزق میں محرومی دیکھے تو یقین کر لے کہ تو نے کوئی فضول گفتگو کر لی ہے۔ (بحر الدموع)

حضرت سیدنا لقمان حکیم رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ بیٹا جو رحم کرتا ہے اس پر رحم کیا جاتا ہے اور جو خاموش رہتا ہے وہ سلامت رہتا ہے اور جو اچھا کام کرتا ہے وہ غنیمت پاتا ہے اور جو برا کام کرتا ہے وہ گنہگار ہوتا ہے اور جو اپنی زبان کو قابو میں نہیں رکھتا وہ نادم ہوتا ہے۔ (بحر الدموع)

سرکار مدینہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ عبادت کے دس حصے ہیں جن میں سے نو حصے خاموشی میں اور ایک حصہ لوگوں سے دور بھاگنے میں ہے۔(بحرالدموع)

سرکار مدینہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے، جس کا کلام زیادہ ہوگا اس کی لغزشیں زیادہ ہوں گی اور جس کی لغزشیں زیادہ ہوں گی اس کے گناہ زیادہ ہوں گے اور جس کے گناہ زیادہ ہوں گے جہنم اس کی زیادہ حق دار ہوگی۔(مجمع الزوائد، کتاب الزہد)

حضرت سیدتنا مریم رضی اللہ عنہا نے جب یہ منت مانی کہ کسی سے بات نہیں کروں گی اور اپنی زبان کو اللہ عزوجل کے لئے روکے رکھوں گی تو اللہ عزوجل نے ایک ناسمجھ بچے کی زبان کھول دی اور اسے حضرت سیدتنا مریم رضی اللہ عنہا کی وجہ سے بولنا سکھایا، لہٰذا جو شخص دنیا میں اللہ عزوجل کے لئے اپنی زبان کی حفاظت کرے گا اللہ عزوجل اس کی موت کے وقت کلمہ شہادت اور اللہ عزوجل سے ملاقات کے وقت اس کی زبان کو کھول دے گا اور جس نے اپنی زبان کو مسلمانوں کی عزت پامال کرنے میں ملوث کیا اور ان کی پوشیدہ باتوں کو جاننے میں لگا رہا اللہ تعالیٰ اس کی زبان کو موت کے وقت کلمہ شہادت سے روک دے گا۔ (یعنی اسے کلمہ شہادت پڑھنے کی توفیق نہیں ملے گی)۔(بحرالدموع)

اللہ عزوجل تمام مسلمانوں کو فضول اور بے کار باتوں سے محفوظ رکھے۔آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

☆☆☆

نازک موڑ

یورپین اقوام جن افکار و نظریات سے اکتا چکیں، وہ نظریات مشرقی اقوام کے سر اس طرح تھوپے جا رہے ہیں کہ عام طور پر لوگ ان کی حقیقت سے واقف نہیں، نہ ہی وہ نتائج ان کے پیش نظر ہیں جن کا آج مغربی قوموں کو سامنا ہے۔

فرائڈ یورپ کا ایک بڑا مفکر ہے جس کے نظریات کی ایک بڑی بنیاد ''اباحیت'' پر ہے یورپ میں بے محابا آزادی کا تصور یہیں سے پیدا ہوتا ہے، کسی طرح کی خواہش پر روک لگانا ان کے نزدیک سلب کر لینے کے مترادف ہے، مگر عجیب بات یہ ہے کہ ان کا یہ آزادی کا تصور بھی ایک گھروندے'' کے مثل ہے۔ جس میں انہوں نے بہت سی حدیں قائم کر رکھی ہیں ورنہ اس کا آزادانہ مفہوم یہی ہونا چاہئے تھا اگر کوئی اپنا پسندیدہ لباس پہننا چاہے یا کوئی بھی طرز معاشرت اختیار کرنا چاہے تو اسے اس کی پوری آزادی ملنی چاہئے۔ جب کہ فرانس اور اس جیسے کتنے ملکوں میں مسلمان لڑکیوں کو شدید خواہش کے باوجود اسکارف پہن کر اسکولوں میں آنے سے روک دیا گیا، تنگ نظر بنام آزادی کی یہ ایک مثال ہے۔

اس نام نہاد آزادی کے حوالے سے یورپ وامریکہ نے سارے انسانی حدود پار کر لئے ،خواہش کی تکمیل کا عنوان ہی انہوں نے جنسی خواہش کی آزادانہ تکمیل رکھا پھراس کے بعد وہ سارے دروازے کھول دیئے گئے۔ کہ جن کو دیکھ کر جانور بھی شرما جائے ، ہر تجربہ کر لینے کے بعد بھی جب ان کو خواہش کی تکمیل ہوتے نظر نہ آئی تو یہ بھی ایک تاریخی عجوبہ ہے کہ ان کی ایک جماعت نے برہنہ ہو کر چراگاہ میں جانوروں کی طرح گھانس چرنی شروع کردی۔ کہ شائد جانوروں کا سکون ہی ان کو حاصل ہو جائے ، انسان جب گرتا ہے تو یہ اس کے پیدا کرنے والے کی گواہی ہے کہ وہ انتہائی ذلت ورسوائی کے گھڑے میں جا گرتا ہے۔

ہم جنسی (Homo Sexuality) ان کے نزدیک خواہش پورا کرنے کا ایک ذریعہ ہے اسی لئے متعدد یورپین ملکوں اورامریکی ریاستوں میں اس کی پوری آزادی ہے، اس جنسی بحران کا نتیجہ یہ ہے کہ یورپ وامریکہ کی آبادی تشویش کی حد تک گرتی چلی جارہی ہے اور وہ خوداس کے خطرات محسوس کرنے لگے ہیں ان کے بعض معتدل فکر رکھنے والے مفکرین نے خاندانی نظام کی ابتری کا شکوہ شروع کردیا ہے۔اوراسکو بہتر بنانے کی تجاویز زیرغور لائی جارہی ہیں۔

افسوس کی بات ہے کہ یورپ کا تھوکا آج مشرقی ملکوں میں چاٹنے کی تیاری ہورہی ہے ، ہمارا ملک مشرقی ممالک میں اخلاقی قدریں رکھنے ولا سب سے بڑا جمہوری ملک ہے۔شرم، وحیا کس درجہ یہاں کے خمیر میں رہی ہے، یہاں کے مجاہدین آزادی کی تاریخ بڑی حد تک اس کی گواہ ہے، اخلاقی قدروں کو ہمیشہ یہاں اہمیت دی گئی ہے اور اپنی جگہ مضبوط سمجھی گئی ہیں، یہاں کسی ایسے نظام کے بارے میں سوچنا جو ذرا بھی اس کے قد وقامت پر راست نہ آئے اور وہ ہر انسانی آبادی کے لئے وبال کا پیش خیمہ بن سکتا ہو۔پورے ملک کے لئے ایک خطرہ کی گھنٹی ہے۔

مغرب میں اخلاقی قدروں کو کبھی بھی غیر متزلزل نہیں سمجھا گیا، وہاں اصلی لذت و منفعت ہے اس کے لئے اخلاقی قدریں خاک میں ملتی ہوں تو اس سے ان کے یہاں نظام پر کوئی اثر نہیں پڑتا، یہی میدان ہے جس میں پورا یورپ دیوالیہ پن کا شکار ہے، مشرقی ملکوں کا یہی امتیاز رہا ہے، ہندوستان کو ان اخلاقی قدروں کا علمبردار ہونا چاہئے۔ اور دوسروں کو سبق دینا چاہئے، چہ جائیکہ وہ خود فقیر سے بھیک مانگے، یورپ کا اخلاقی پیالہ بالکل خالی ہے اس کو مشرقی ملکوں کی بھیک سے بھرا جاسکتا ہے۔ یہاں قدریں باقی ہیں، نبوی تعلیمات کی جھلک ان مشرقی ملکوں ہی میں دیکھنے کو ملتی ہے، آج ان ملکوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے امتیاز کو نہ صرف یہ کہ قائم رکھیں بلکہ اس کو اور ترقی دینے کی فکر کریں اور سات سمندر پار سے جو اخلاقی کرپشن (Moral Corruption) تیزی کے ساتھ ان ملکوں میں داخل ہو رہا ہے اس پر روک لگانے کی فکر کریں اور یقیناً ہم جنسی کے بارے میں یہ نرم رویہ پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے، اس وقت بڑی ذمہ داری ہے ملک کے قائدین اور اصحاب فکر کے کاندھوں پر۔ اگر اس نازک موڑ پر اس کی فکر نہ کی گئی اور بے حیائی اور بداخلاقی کے اس طوفان کو جو شرم و حیا اور انسانیت کی بنیادوں کو اکھاڑ پھینکنے کے لئے تیار ہے، روکنے کے لئے تدابیر نہ کی گئی تو ملک کو سنبھالنا مشکل ہو جائے گا، وہ ترقی یافتہ ممالک جن کے پاس سارے اسباب موجد ہیں وہ اپنے کچھ اصولوں کی بنا پر باقی ہیں، مشرقی ممالک تو ایک تھپیڑے ہی میں کنارے لگا دیئے جائیں گے، یہ ایک نازک موڑ ہے، دیکھنا ہے کہ اس ملک کے قائدین اس موقع پر کیا فیصلہ لیتے ہیں۔

(بلال عبدالحی حسنی ندوی)

☆☆☆

خودکشی حرام ہے

زندگی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے اوراس نعمت کی قدردانی یہ ہے، انسان اپنی زندگی ، زندگی عطا کرنے والے کے احکام کے مطابق گذار کر اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیش کی سعادت مندی و نیک بختی کا مستحق بنائے۔

انسانی زندگی میں حوادث وانقلابات کا آنا،اس کی زندگی کا لازمہ ہے، کیوں کہ انسانی حالات ہمیشہ یکساں نہیں رہتے ، بلکہ وہ انقلاب پذیر ہوا کرتے ہیں، اسی لئے وہ متضاد قسم کے احوال سے دوچار ہوا کرتا ہے،کبھی خوش تو کبھی غم ،کبھی ہنسنا تو کبھی رونا،کبھی نفع تو کبھی نقصان،کبھی ترقی تو کبھی تنزلی،کبھی سفر تو کبھی حضر،کبھی سونا تو کبھی جاگنا،کبھی کامیابی تو کبھی ناکامی،غرض یہ کہ انسانی زندگی میں مثبت ومنفی (Negative & Positive) حالات وواقعات کا تسلسل جاری ہرتا ہے، جو اس کے خالق ومالک کی مشیت وچاہت اور اسکے قضاء وقدر کا حصہ ہے، کیوں کہ ہمارا عقیدہ ہے:قُل لَّن یُصِیبَنَا إِلاَّ مَا کَتَبَ اللّهُ لَنَا هُوَ مَوْلاَنَا وَعَلَى اللّهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُون (سورۃ التوبۃ:۵۱) آپ کہہ دیجئے کہ ہم پر کچھ بھی پیش نہیں آسکتا مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ دیا ہے، وہ ہمارا مالک ہے اور اللہ ہی کا سہارا اہل ایمان کو رکھنا چاہئے۔

اسی کو علامہ طحاوی نے اپنے ان الفاظ میں بیان کیا: وکل شیئی یجری بقدرته، ومشیته تنفذ لا مشیة للعباد. کہ پوری کائنات کے احوال وکوائف کی تبدیلیوں میں اسی کی قدرت ومشیت کارفرما ہے۔ (عقیدۃ الطحاوی:۴۵)

انسان کبھی کبھی سخت حالات ومصائب میں گھر جاتا ہے اور ان حالات سے تنگ آکر بجائے اس کی کہ وہ ان حالات کے پیدا کرنے والے کی طرف نماز، دعا اور استغفار کے ذریعہ رجوع کریں، خودکشی کا فیصلہ کرلیتا ہے۔ اور یوں سمجھتا ہے کہ جب زندگی ہی ختم ہوجائے گی تو یہ مصائب وحالات بھی باقی نہیں رہیں گے۔ جب کہ اس کا یہ فیصلہ خدائی فرمان: وَلَا تَقْتُلُوٓاْ أَنفُسَكُمْ إِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا۔ ''نہ خون کرو آپس میں بے شک اللہ تم پر مہربان ہے''۔ (سورہ نساء:۲۹)

اور اسکے قضاء وقدر سے بغاوت کے مترادف ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو ہمیشہ کی تکلیفوں میں جھونکنا ہے، جیسا کہ حضرت جندب رضی اللہ عنہ کی روایت سے مفہوم ہوتا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک شخص کو کوئی زخم تھا اس نے اس کی تاب نہ لاکر خودکشی کرلی، تو اللہ رب العزت نے فرمایا: میرے بندے نے مجھ سے آگے نکلنے کی کوشش کی، اور میرے اس کی روح نکالنے تک صبر سے کام نہیں لیا، اسکے اس عمل کی وجہ سے میں نے اس پر جنت کو حرام کردیا۔ (بخاری شریف:۱/۱۸۲)

گذشتہ دنوں دسویں وبارہویں جماعت کے کئی طلبہ وطالبات نے محض امتحان میں ناکامی کے اندیشہ سے خودکشی کرلی، جب کہ ہونا یہ چاہئے تھا کہ وہ تعلیمی سال کے آغاز سے ہی پابندی کے ساتھ اسکول وکالج جاتے۔ اسباق سمجھتے، ہوم ورک (Homework) کرتے اور سالہائے گذشتہ کے سوالی پرچوں کو حل کرتے، تو یہ نوبت ہی نہیں آتی، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا، اور محض ناکامی کے اندیشہ سے خودکشی کرلی، جب کہ انہیں اس طرح کا اقدام نہیں کرنا چاہئے تھا کیوں

کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ انسان کے تمام اندیشے غلط ثابت ہو جاتے ہیں، جیسا کہ فقہ کا قاعدہ ہے: اکثر ما یخاف لایکون. کہ اکثر و بیشتر انسان جس چیز کا اندیشہ کرتا ہے وہ وقوع پذیر نہیں ہوتی۔ (قواعد الفقہ :۶۲، قاعدہ نمبر:۴۷)

میں سمجھتا ہوں کہ طلباء کے خودکشی کے واقعات میں جہاں محکمۂ تعلیم ذمہ دار ہے، کہ اس نے اپنے نصاب میں اخلاقیات، اور قضاء وقدر سے متعلق مضامین کو داخل نہیں کیا، یا طلباء کی حاضری اور تعلیم سے ان کی دلچسپی پر توجہ نہیں دی، وہیں والدین بھی اس ذمہ داری میں برابر کے شریک ہیں، کہ انہوں نے اس جانب ذرا بھی خیال نہیں کیا کہ ان کے بچے برارا اسکول وکالج جارہے ہیں، یا نہیں، جو اسباق ومضامین ان کو پڑھائے جارہے ہیں وہ انہیں سمجھ بھی پارہے ہیں یا نہیں اور ہوم ورک (Homework) وغیرہ میں ان کی حالت کیا ہے۔

محکمۂ تعلیم کو ہمارا یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ وہ جہاں اپنے نصاب میں جدید علوم وفنون کو داخل کررہے ہیں، وہیں وہ اخلاقیات اور قضاء وقدر سے متعلق مضامین کو بھی داخل نصاب کریں، کیوں کہ اس طرح کے مضامین کو پڑھنے سے انسان میں حوادث وواقعات غیر مرضیہ کے اثرات کے دفاع کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور وہ بڑی حد تک ان اثرات کا متحمل ہو جاتا ہے۔

اسی طرح طلباء وطالبات کے والدین وسرپرستوں کو بھی یہ مشورہ ہے کہ وہ ان کی تعلیمی وتربیتی بھرپور نگرانی رکھیں۔ اور عقائد اسلام اور اس کی تعلیمات سے ان کو روشناکرائیں اور ان کے قلب ودماغ میں اس بات کو اچھی طرح سے بٹھادیں کہ خودکشی شرعاً حرام ہے اور حقیقۃً وہی انسان کامیاب ہے جو حوادث وواقعات میں صبر سے کام لے کر اپنی منزل مقصود کی طرف اپنا سفر جاری رکھتا ہے۔ جن طلباء وطالبات نے دسویں یا بارہویں جماعت کے امتحانات دیئے اور اب بہت جلد ان

کے نتائج بھی سامنے آنے والے ہیں، ان کے لئے یہ نصیحت ہے کہ نتائج کے اچھے آنے پر وہ خدا کا شکر بجالائیں، اور اپنی تعلیمی صلاحیتوں کا اعلیٰ سے اعلیٰ معیار پر پہونچانے کے لئے نئے عزم وحوصلے کے ساتھ آگے کا تعلیمی سفر جاری رکھیں، کیوں کہ وہی ہماری قوم کا مستقبل ہیں، اور جو طلبا وطالبات ناکام ہوں وہ مایوس نہ ہوں، بلکہ اپنے طرز زندگی پر نظر ثانی کرلیں، اور کن وجوہات کی بنا، پر انہیں ناکامی کا سامنا کرنا پڑا انکا جائزہ لیں، اور ان کے تدارک وتلافی کے لئے از سر نو پوری طرح سے اپنی محنت صرف کریں، امید ہے کہ وہ بھی ضرور کامیابی سے ہمکنار ہوں گے، کیوں کہ انسان جب اپنے نقصان وخسارے کی وجوہات معلوم کرلیتا ہے، اور دوبارہ یہ وجوہات صادر نہ ہوں، اس کی پوری کوشش کرتا ہے تو یقیناً کامیابی اس کے قدم چومتی ہے اور یہی خدائی ضابطہ بھی ہے۔ **ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین** . بے شک اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔

خودکشی سراسر وبال ہے

حضرت مولانا حقیق الرحمٰن صاحب مدظلہ لکھتے ہیں کہ

اس دور میں خودکشی یعنی اپنی جان اپنے ہاتھوں گنوانا بہت عام ہے غیر مسلموں اور بالخصوص آسودہ حال لوگوں میں اگر اس کی کثرت ہے تو مسلمانوں کا طبقہ بھی اس سے محفوظ نہیں ہے، حیرت کی بات یہ ہے کہ ہماری نظروں میں انسانوں کا وہ طبقہ جو ہر لحاظ سے پرلطف، باعث کشش اور آزادنہ زندگی بسر کررہا ہے جس کے پاس دل کے بہلانے اور خواہشات کا پیٹ بھرنے کا ہر ممکن سامان دستیاب ہے دولت واقتدار، حسن اور طاقت نیز روح اور جسم کو راحت پہونچانے کا ہر ایسا ذریعہ موجود ہے جو اب سے کچھ عرصہ پہلے کے انسان سوچ بھی نہ سکتے تھے ان تمام تر

آزادی وراحت کے باوجود اس وقت اسی قسم کے خوش حال لوگ اتنی کثیر تعداد میں خودکشی کرتے جارہے ہیں کہ انسانی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی، روشنی اور ترقی، تہذیب اور شائستگی، تمدن اور انسانیت کے بام عروج پر پہونچ جانے کا دعویٰ کرنے والی قومیں علم وکمال اور سائنس وٹکنالوجی کے فاتحانہ نشے سے چور خلاؤں اور ستاروں سے متعلق دریافت کرنے والی نسلیں بڑی تیزی سے اپنی زندگی سے مایوس ہوکر جان دیتی چلی جارہی ہیں، اگر ایک طرف امریکہ و یورپ میں دولت وثروت کی فراوانی کے باوجود ہر روز ہزاروں لوگ خودکشی کررہے ہیں تو ایشیا اور افریقہ کی سرزمین بھی اس سے محفوظ نہیں ہے، گذشتہ دنوں ہمارے ملک میں صوبہ بہار کے ایک ایم ایل اے ابھے سنگھ نے (جو خود کسی وزیر کے لڑکے تھے) اپنی بیوی، بچی کو قتل کردینے کے بعد اپنے اوپر بھی گولی چلادی، یاد رہے کہ ہمارے ملک کی ہائی سوسائٹی میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے جب کہ اندھے عشق میں ناکامی یا کامیابی کے سبب عاشق جوڑوں کا از خود جان دیدینا نیز غریبی اور بدحالی کے سبب خودکشی کرنا ہر روز اخباروں کی سرخی بنی رہتی ہے۔ آخر ایسا کیوں؟

اس سلسلے میں غور کرنے سے ایک صاحب بصیرت مسلمان کو کچھ پریشانی نہیں ہوتی اور بڑی آسانی سے اس تباہی کے سبب تک اس کا ذہن پہونچ جاتا ہے اور کسی کے دریافت کرنے پر وہ پختہ یقین کے ساتھ نہایت واضح طور پر یہ بیان میں اپنا فرض ادا کرنے لگتا ہے بھولی بھٹکی انسانیت کو اس کے مرض کی دوا دیتا ہے اور بالآخر یہ باور کرالیتا ہے کہ جب تک انسان کی زندگی دین اسلام سے خالی ہوگی اور اپنے مالک سے اس کا رابطہ نہ ہوگا اس وقت تک وہ اپنے ہاتھوں برباد ہوتا رہے گا، حقیقی چین اور سچا آرام تبھی ملے گا جب سرچشمۂ نبوت انس وجن کے امام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض کسی نہ کسی درجہ میں اسے حاصل ہوگا ورنہ۔

فیضان محمد سے جو محروم رہا ہے
افسوس کہ محروم وہ محروم رہا ہے

دوسری طرف اسلام کے نام لیواؤں میں بھی بہت ساری کمزوریوں کی طرح خودکشی کا رجحان بڑھتا جارہا ہے، حالانکہ اسلام نے انسانی جان کے قیمتی ہونے اور اس پر کسی طرح کی زیادتی نہ کرنے پر بہت زور دیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ یہ جان اللہ کی امانت ہے لہٰذا خودکشی حرام ہے اور اس طرح کا عمل کرنے والا شخص اللہ کے دربار میں بہت بڑا مجرم بن کر آئے گا۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام ،البقرہ اور نساء میں پوری وضاحت کے ساتھ فرمایا کہ اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو، سورہ نساء میں نہایت صراحت کے ساتھ فرمایا: وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْماً ۔یعنی اور تم اپنی جانوں کو ہلاک نہ کرو بلاشبہ اللہ تعالیٰ تم پر رحمت کرنے والا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیانات میں کثرت کے ساتھ انسان کی جان کے محترم ہونے اور خودکشی کے برے انجام پر روشنی ڈالی ہے، چنانچہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **كان فيمن كان قبلكم رجل به جرح فجزع فاخذ سكينا فخربها يده فما رقأ الدم حتى مات قال الله تعالىٰ بادرني عبدي بنفسه حرمت عليه الجنة.** (متفق علیہ) تم سے پہلے ایک آدمی تھا اسے زخم ہوا تو وہ گھبرا گیا اور ایک چھری لی جس سے اپنا ہاتھ کاٹ لیا چنانچہ اس کا خون نہیں تھما یہاں تک کہ وہ مرگیا اللہ تعالیٰ نے حکم فرمادیا، میرے بندے نے اپنی جان کے ساتھ مجھ سے پہل کردی۔ لہٰذا اس پر جنت حرام ہوگئی۔ **وعن ابي هريره** رضی اللہ عنہ **عن النبي** صلی اللہ علیہ وسلم **قال من تردى من جبل فقتل نفسه فهو في نار جهنم يتردى منها خالداً مخلداً فيها ابداً ومن تحسى سما فقتل نفسه فسمه في يده يتحساه في نارجهنم خالداً**

مخلداً فیھا ابداً ومن قتل نفسہ بحدید ۃ فحدیدتہ فی یدہ یجأ بھا فی بطنہ فی نار جھنم خالداً مخلداً فیھا ابداً . (متفق علیہ) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے کسی پہاڑ سے کودکر اپنی جان دیدی تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش اس سے گزرتا رہے گا اور جس نے زہر کھا کر اپنی جان لے لی تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش کھاتا رہے گا اور جس نے کسی دھاردار لوہے سے اپنے کو قتل کیا تو اس کا لوہا ہاتھ میں ہوگا اور جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش اسے اپنے پیٹ میں چبھاتا رہے گا۔

اسی طرح بخاری ومسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خیبر کے موقع کا ایک اندوہناک واقعہ نقل کرتے ہیں کہ ایک شخص کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے حالانکہ وہ اسلام کا دعویٰ کرتا تھا جب وہ شخص جنگ میں حاضر ہوا تو بڑی جانبازی دکھائی اور اسے بہت زخم آئے۔ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انہوں نے ماجرا سنا ڈالا اس پر بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ جہنمی ہے چنانچہ کچھ مسلمان شک میں پڑ گئے اسی درمیان اس شخص کو زخم کی تکلیف بڑھی اور اس نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس سے خود کو ہلاک کرلیا تو کچھ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھاگ کر آئے اور کہا اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات سچ کر دکھائی اور فلاں آدمی نے ایسا ایسا کیا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اے بلال کھڑے ہو اور اعلان کردو کہ جنت میں صرف ایمان والا داخل ہوگا اور اللہ تعالیٰ گنہگار آدمی سے بھی اس دین کو قوت بخشتے ہیں۔

احادیث بالا سے یہ اچھی طرح ذہن نشیں ہوگئی کہ خودکشی کرنے والا خواہ کتنے ہی نیک اعمال کرچکا ہو وہ انتہائی بدبخت ہے اور ایسا شخص بلا شبہ جہنمی ہے، حدیث کی کتابوں میں اس طرح کے کئی اور واقعات درج ہیں چنانچہ غزوہ احد میں

قزمان نامی ایک شخص نے بڑی تکالیف برداشت کیں جب اس نے زخم کی شدت محسوس کی تو اپنے کو ہلاک کرلیا اللہ کے رسول نے فرمایا وہ جہنمی ہے۔ (رواہ البخاری) خود کشی گناہ کبیرہ اور جرم عظیم ہے ہمارے روح وابدان اللہ کی امانت ہیں، موت وحیات کا وقت اللہ کی طرف سے متعین ہے ہم نے اپنے ہاتھ سے نہ تو اپنے جسم بنائے اور نہ ہی روح پیدا کی یہ عظیم کاریگری اللہ تعالیٰ کی ہے جس نے صاف کہہ دیا ہے: وانا لنحن نحی ونمیت ونحن الوارثون: (الحجر) یعنی ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور موت دیتے ہیں اور ہم وارث ہیں۔

خودکشی کرنے والا شخص اگر مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی یا نہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے اپنے زمانے میں ایسے لوگوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھی ہے اسی وجہ سے ائمہ دین کے اس باب میں اختلاف واقع ہوگئے، ایک جماعت تو کہتی ہے کہ ایسے شخص کی جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی، ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ، اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے اور ایک جماعت کہتی ہے کہ اس پر جنازہ کی نماز نہیں پڑھی جائے گی، ان کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا یہی عمل ہے اور جو لوگ نماز پڑھی جانے کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تو ایسے لوگوں پر نماز جنازہ چھوڑا تھا البتہ دوسرے لوگوں نے نماز پڑھی تھی البتہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے یہ واضح کردیا کہ خودکشی برا کام ہے ایسے لوگ نبی کی برکات سے محروم رہیں گے، چنانچہ اس کے بعد بھی یہی حکم ہے کہ امام وقت یا اس کا نائب اور مشہور پرہیزگار حضرات ایسے شخص کی نماز جنازہ میں حاضر نہ ہوں تاکہ لوگوں کے دلوں میں اس طرح کا اقدام کرنے کی جرأت پیدا نہ ہو۔

خودکشی کے اسباب بے شمار ہیں سب سے بڑی وجہ کفر وشرک اور لادینی ہے اس کے بعد اسلامی تعلیمات سے ناواقفیت، جہالت کی زیادتی اور ایمان کی کمزوری،

گنہگاروں کی صحبت، اور ناصبری، جوابازی، حرام معاملات، بے روزگاری، امتحان میں ناکامی یا کسی محبوب اداکار اور کھلاڑی کا مرجانا اور کسی پسندیدہ ٹیم کا ہار جانا، اپنی محبوبہ کی موت یا اس کی بیوفائی بھی خودکشی کی بہت بڑی وجہ ہے حتی کہ اپنے پالتو کتے کی موت پر بھی خودکشی کی جاتی ہے، شراب خوری، قرض کی زیادتی وغیرہ اور بہت سی وجوہات ہیں اور احساس اتنا مردہ ہوگیا ہے کہ اب تو بلاوجہ صرف فیشن میں آ کر ہی خودکشی کی جاتی ہے۔

واضح رہے کہ مسلمان معاشرہ میں گناہوں کی کثرت کے باوجود خودکشی کم ہوتی ہے اس کے برخلاف غیر مسلم ممالک اور ان کے معاشرہ میں خودکشی سے مرنے والوں کی تعداد جنگوں اور دوسرے حوادث میں مرنیوالوں سے زیادہ ہوتی ہے۔

۲۰۰۲ء میں امریکہ میں ایک سروے سے یہ واضح ہوا کہ خودکشی سے مرنے والوں کی تعداد صرف ۵۶ سال سے زائد عمر والوں میں ۵ ہزار تھی اور ۱۵ر سے ۲۵ر سال کے نوجوانوں کی تعداد ۴ ہزار تھی اور اب تو یہ سب کچھ اندازہ سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم اہل ایمان کو ایسی آفتوں سے محفوظ رکھے۔ آمین!

خودکشی۔ ناقابل معافی گناہ

زندگی جسے حیات بھی کہتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کی بہترین نعمت ہے اور یہ نعمت اس نے ہر ذی روح کو بطور امانت عطا کی ہے، جس طرح وقت مقررہ پر امانت امین سے لے لی جاتی ہے اسی طرح زندگی کی مدت ختم ہونے کے بعد اس کا مالک اس سے لے لے گا اس پر ہمارا کوئی اختیار نہیں البتہ اس امانت کی احسن طریقہ سے حفاظت کرنے کی ذمہ داری ہمیں سونپی گئی ہے اور جو شخص بھی اس امانت کی حفاظت کرے گا وہ عند اللہ اجر کا مستحق ہوگا اور اللہ عزوجل کے یہاں کے اجر کی تو بات ہی

نرالی ہے۔ وہاں ایک کے دس بھی مل سکتے ہیں، ستر بھی مل سکتے ہیں اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ چاہے وہ مل سکتا ہے۔ تو ہمیں ایک بہترین امین اور محافظ کی طرح اپنی زندگی کی حفاظت کرنی چاہیئے تا کہ وقت آنے پر اپنی زندگی کو زندگی دینے والے کی رضا کے لئے پیش کر دیں۔

لیکن بڑے افسوس کے ساتھ یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ بہت سے لوگ اس زندگی کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنی جان جوکھم میں ڈالتے ہیں۔ سگریٹ نوشی یا شراب نوشی یا اسی قسم کی دوسری خرافات کا شکار ہو کر تل تل مرتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی جسم کو اکرام سے نوازا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور ہم نے آدم کی اولاد کو عزت بخشی اور ان کو جنگل و دریا میں سواری دی اور ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے روزی دی اور بڑھا دیا ان کو بہتوں سے جن کو پیدا کیا ہم نے بڑائی دے کر۔ اس آیت مبارکہ میں یہ بات وضاحت کے ساتھ موجود ہے کہ انسان کو تمام مخلوقات میں افضلیت دی گئی ہے اسے عقل وشعور سے نوازا ہے تا کہ صحیح غلط اور جائز ناجائز کے بارے میں سوچے، تو انسان کو کوئی حق نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کو ناجائز امور میں استعمال کرے اگر کوئی انسان اپنے جسم کی کرامت کو باطل کرتا ہے تو وہ حقیقتاً اس مقام کا مستحق نہیں ہے۔ جب جسم کو اذیت دینے کی یہ بات ہے تو خودکشی کرنا تو بدرجہ اولی ہے اور یہ گناہ کبیرہ ہے۔ خود قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالو، یعنی ہر اس جگہ سے بچو جہاں تمہاری جان پر مصیبت آئے اور خود اپنی جان کو بھی کسی بھی قسم کی اذیت دینے سے بچو۔ (الا ماشاء اللہ جہاد اور اپنے مسلمان بھائیوں کی حفاظت کا مسئلہ ہو تو دوسری بات ہے)۔

نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بھی اس سلسلہ میں احادیث روایت کی گئی ہیں۔ نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو اپنے آپ کو پہاڑ سے

گرا کر ہلاک کرے گا وہ دوزخ میں رہے گا اور ہمیشہ اسی طرح گرتا رہے گا جس نے زہر پی کر خودکشی کی وہ ہمیشہ اسی طرح زہر خورانی کرتا رہے گا، اور جس شخص نے لوہے کے ہتھیار سے خود کو ہلاک کیا تو وہ دوزخ میں اسی طرح ہمیشہ اپنے پیٹ میں ہتھیار گھونپتا رہے گا۔ (بخاری: باب شراب السم والدواء) اور حضرت جانب بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے خودکشی کر لی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ اللہ اکبر یہ کتنی بڑی بات ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خودکشی کرنے والے پر ناراض ہو کر نماز جنازہ نہیں پڑھی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اتنی بڑی تنبیہ مومن کو ہوشیار کر دینے کیلئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ سخت ناپسند ہے کہ کوئی اپنی جان اس طرح لے لے، کیونکہ یہ جان اسی کی دی ہوئی ہے۔ اور وہی زندگی اور موت دینے والا ہے اور وہی اس کا اختیار رکھتا ہے کسی بندہ کو اس نے اس کا اختیار نہیں دیا کہ وہ کسی کی جان لے یا کسی میں جان ڈالے، خودکشی کرنیوالا گویا اللہ تعالیٰ کی صفت 'حی و ممیت' کو چیلنج کر رہا ہے تو ظاہر ہے یہ اللہ کو ناراض کرنیوالا عمل ہے۔

انسان کو ایک لمحے کے لئے یہ سوچنا چاہئے کہ اس کا یہ عمل خودکشی کس کو راضی کر رہا ہے اور کس کو ناراض کر رہا ہے محض کسی اپنے جیسے انسان کو راضی کرنے کے لئے یا اپنی مرضی کے مطابق یا اپنی خواہشات کے مطابق کام نہ ہونے پر اقدام خودکشی کرنا کہاں تک درست ہوگا اور اس سے نقصان کس کا ہو رہا ہے۔ ہم آج کل دیکھ رہے کہ اکثر نوجوان لڑکے لڑکیاں اپنی محبت کی ناکامی پر یا پسند کی شادی نہ ہونے پر یا پھر امتحانوں میں فیل ہو جانے پر یا پھر تکلیف دہ بیماریوں سے گھبرا کر اقدام خودکشی کرتے ہیں اور کبھی کبھار عمر رسیدہ لوگ بھی مایوسی کا شکار ہو کر یا پھر بچوں کی بے توجہی یا قرضہ کے بوجھ تلے دب کر خودکشی کر بیٹھتے ہیں۔ اور ایک بات یہ بھی دیکھنے میں آرہی ہے کہ بہوئیں اپنے سسرال والوں کو دھمکانے کے لئے خودکشی کا

ناٹک کرتی ہیں اور کبھی کبھار اس ناٹک میں سچ مچ اپنی جان گنوا بھی بیٹھتی ہیں۔ سوچئے چند مادی چیزوں کے لئے محض دنیاوی خواہشات کی عدم تکمیل پر خودکشی جیسا مذموم عمل کہاں تک درست ہے۔ صرف اپنے مفاد کو مدنظر رکھ کر دوسروں کو دکھ دینا بہت ہی غیر اخلاقی بات اور اعلیٰ درجہ کی خودغرضی ہے۔

خودکشی ناقابل معافی گناہ ہے کیونکہ دوسرے گناہوں کی بخشش کے لئے ہمارے پاس کم از کم مہلت تو ہوتی ہے۔ لیکن خودکشی کے بعد عذاب کا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے اور تاقیامت جاری رہتا ہے اور اللہ کے یہاں توبہ مرنے سے قبل کی قبول ہوتی ہے، پھر جب خاتمہ ہی گناہ پر ہوا ہو تو اس کی ہلاکت میں کیا تردد ہوسکتا ہے۔

یہ تو اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ غیروں کے مقابلہ میں ہم مسلمانوں میں خودکشی کی شرح کم ہے کیونکہ مسلمانوں کا عقیدۂ آخرت اتنا مضبوط ہے کہ کوئی بھی مسلمان یہ گناہ کرنے سے پہلے ایک بار سوچتا ضرور ہے لیکن جن مسلمانوں کا یہ عقیدہ کمزور ہے اور اللہ کی ذات کامل پر توکل کم ہے وہ خودکشی جیسے عظیم گناہ کا ارتکاب کرنے میں ذرا نہیں ہچکچاتے، وہ یہ نہیں جانتے کہ اس کی سزا کتنی دردناک ہوتی ہے۔ دنیا میں تو شاید وہ وقتی طور پر اپنے غم سے نجات پالے یا کسی سے پیچھا چھڑا لیکن اصل آخرت ہی ہے ہمیں وہاں کے بارے میں سوچنا چاہئے وہاں کے عذاب وسزا کے بارے میں غور وفکر کرنا چاہئے۔ یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہئے کہ انسان کی زندگی حادثات سے عبارت ہے اگر یہ حادثات، یہ غم اور پریشانیاں ہی نہ ہوں تو زندگی کا مزہ ہی نہیں اور ان سے گھبرا کر خودکشی کرنا بزدلی اور زندگی سے فرار ہے۔ بہت سے نقصانات ناقابل تلافی ہوتے ہیں لیکن انہیں بھلا کرنا ہی زندگی کی شروعات کرنا ایک اچھے انسان کی فطرت ہے اور یہ زندگی ہمارے لئے ایک پرچۂ امتحان ہے جس کا ہر سوال ہمیں قرآن وسنت کی روشنی میں حل کرنا ہے۔ ☆☆

تفریح اور کھیل کود کے جائز وسائل

مفتی محمد خالد حسین نیموی قاسمی لکھتے ہیں کہ

وہ کھیل جو بلا مقصد محض وقت گزاری کے لیے کھیلے جاتے ہیں، وہ بھی نا جائز ہوں گے۔ اس لیے کہ قرآن کریم میں تو مومنوں کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بیکار باتوں سے اعراض کرتے ہیں (مومن ۱۳)۔ اس طرح کے کھیلوں کا اصولی طور پر حکم جاننے کے لیے حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ کا یہ فتویٰ چشم کشا ہے: (الف) وہ کھیل جس سے دینی یا دنیوی معتد بہا فائدہ مقصود نہ ہو وہ نا جائز ہے (ب) جس کھیل سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ معتد بہا مقصود ہو، وہ جائز ہے۔ بشرطیکہ اس میں کوئی امر خلافِ شرع ملا ہوا نہ ہو۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ گیند کا کھیل خواہ کرکٹ وغیرہ ہوں، یا دوسرے دیسی کھیل، فی نفسہ جائز ہیں؛ کیوں کہ ان سے تفریح طبع اور ورزش وتقویت ہوتی ہے، جو دنیوی اہم فائدہ بھی ہے اور دینی فوائد کے لیے سبب بھی؛ لیکن شرط یہی ہے کہ یہ کھیل اس طرح پر ہوں کہ ان میں کوئی امر خلاف شرع اور تشبہ بالکفار نہ ہو، نہ ہی لباس کے طرز میں انگریزیت ہو اور نہ گھٹنے کھلے ہوں، نہ اپنے نہ دوسروں کے اور نہ اس طرح

اشتغال ہو کہ ضروریاتِ اسلام نماز وغیرہ میں خلل آئے، اگر کوئی شخص ان شرائط کے ساتھ کرکٹ، ٹینس وغیرہ کھیل سکتا ہے، تو اس کے لیے جائز ہے ورنہ نہیں، آج کل چوں کہ عموماً یہ شرائط موجودہ کھیل میں نہیں ہیں؛ اس لیے ناجائز کہا جاتا ہے (امداد المفتیین جدید ۱۰۰۱،۱۰۰۲) معلوم ہوا کہ موجودہ دور میں مروّج کھیل مثلاً: ہاکی، فٹ بال، والی بال، ٹینس، بیڈمنٹن، کشتی، کرکٹ کب بعض شکلیں وغیرہ، جس میں بھرپور ورزش کا امکان ہوتا ہے، فی نفسہ ان کا کھیل درست ہے؛ لیکن چوں کہ عام طور پر ان کھیلوں میں اور ان کے لئے منعقد ہونے والے مقابلوں میں مندرجہ ذیل خرابیاں درآئی ہیں: (۱) انہماک زیادہ ہونا (۲) لوگ فرائض وواجبات سے غافل ہوجاتے ہیں (۳) اسراف وتبذیر کی نوبت آتی ہے (۴) وقت کا بے پناہ ضیاع ہوتا ہے (۵) اکثر کھیلوں میں ستر پوشی کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے (۶) اکثر جگہوں پر مرد وعورت کا اختلاط ہوتا ہے (۷) محرمات: مثلاً بدنظری، گانا، ڈانس، ہلڑ بازی کا ارتکاب ہوتا ہے (۸) بعض کھیل کے ماہرین کو قومی ہیرو اور آئیڈیل کا درجہ دے کر نونہالوں کے مستقبل سے کھلواڑ کیا جاتا ہے۔ (۹) سٹے بازی، جوے بازی، میچ فکسنگ اور اسپاٹ فکسنگ کا سیلاب بلاخیز آیا ہوا ہے؛ لہٰذا مذکورہ خرابیوں کی وجہ سے ان کھیلوں کے عدمِ جواز کا حکم لگایا جاتا ہے۔

جیت ہار میں پیسے کی شرط

کھیل کی جیت ہار میں اگر پیسے کی شرط ہو، تو اس کی چند صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک صورت ناجائز ہے، باقی صورتیں جائز ہیں: (۱) دو یا چند افراد کے مابین مقابلہ ہو اور ہر شخص پر یہ بات لازم قرار دی گئی ہو کہ وہ ہارنے کی صورت میں جیتنے والے کو متعین رقم دے گا اور اگر وہ جیت جائے تو دوسرے لوگ اسے رقم دیں گے۔ یہ

صورت جوا ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ (۲) دو آدمیوں میں جیت ہار پر دوطرفہ شرط ہو؛ لیکن تیسرے آدمی کو بغیر کسی شرط کے شریک کرلیا گیا ہو کہ اگر وہ ہار جائے، تو اسے کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر وہ جیتے، تو باقی دونوں اسے حسب معاہدہ انعام دیں گے اور تیسرا شخص بھی اس پوزیشن میں ہو کہ اس کے جیتنے کی توقع کی جاسکتی ہو؛ یہ صورت بھی جائز ہے۔ (۴) دو شخص مقابلہ میں شریک ہوں اور جیتنے والے کو انعام کوئی کمپنی، حکومت، ادارہ یا کوئی اور شخص دے۔ یہ صورت بھی جائز ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب السباق ۲۰۶/۶، ردالمختار)

کھیل دیکھنے کے لیے ٹکٹ خریدنے کا حکم

کھیل دیکھنے کے لئے اسٹیڈیم اور میدان میں داخل ہونے کے لئے ناظرین کو داخلہ کارڈ، یا ٹکٹ کی خریداری کرنی پڑتی ہے۔ اس کا شرعی حکم کھیل کی نوعیت سے وابستہ ہے۔ جائز کھیلوں کے لیے ٹکٹ کی خریداری اور انہیں دیکھنے کی گنجائش ہے اور ناجائز ومکروہ کھیل کے لیے نہ ٹکٹ خریدنے کی گنجائش ہے، نہ دیکھنے کی۔ کیوں کہ یہ آیت کریمہ " **یشتری لهو الحدیث**" کی وعید میں شامل ہے۔

سیر وسیاحت

نئے مقامات کی دریافت، فرحت انگیز اور خوش کن مناظر، بلند و بالا عمارت، آثار قدیمہ اور تہذیبوں کے مدفن کھنڈرات کے مشاہدہ اور مقدس مقامات ومذہبی اماکن کی زیارت کا داعیہ فطری ہے۔ اس سے انسان کے تجربات میں اضافہ ہوتا ہے، بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اسی جذبہ کے تحت سیر وسیاحت کا ہر زمانہ میں رواج رہا ہے، بہت سے علما و محققین اور دانشوروں نے سیر وسیاحت اور بادیہ

پیمائی اور ہفت خوانِ عالم کی سیاحی وصحرا نوردی سے حاصل تجربات کو دوسروں تک بھی پہنچانے کا بیڑا اٹھایا۔ اسطرح ایک مستقل فن ''سفر ناموں'' اور ''رحلات'' کی شکل میں سامنے آیا دنیا ان سفر ناموں اور حالات کے ذریعہ ان تاریخی اسرار و رموز، تہذیب وتمدن اقوام وملل، رسم ورواج، مختلف ممالک کے باشندوں کی زندگی کے حالات اور تجربات وغیرہ سے روشناس ہوئی کہ اگر یہ سفر نامے نہ ہوتے، تو کبھی ان کا پتہ بھی نہ چلتا، نہ اس کا سراغ ملتا، ابن بطوطہ مغربیؒ، ابن حوقلؒ، حکیم ناصر خسروؒ، مسلمانوں میں شہرہ آفاق سیاح گذرے ہیں۔ خود ہندوستان کی تاریخ اور قدیم تمدن کے بیان میں مشہور چینی سیاح ہیان جیونگ کو دستاویزی حیثیت حاصل ہے۔

شرعی نقطۂ نظر سے سیر وسیاحت جائز مقاصد اور جائز طریقہ پر درست ہے؛ بلکہ قرین کریم کی متعدد آیات میں ''سیروا فی الارض'' کا حکم دیا گیا ہے۔ سورۂ نمل میں ارشاد ہے: **قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ المجرمین** (۶۹) کہ اے نبی کہہ دیجئے کہ روئے زمین پر سیر کرو اور دیکھو کہ جرم کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔ سورۂ روم میں ارشاد ہے: **قل سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبل، کان اکثرھم مشرکین** (۴۲) اے نبی کہہ دیجئے! کہ تم روئے زمین پر گھومتے پھرو اور دیکھو کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو پہلے ہوا کرتے تھے۔ ان میں سے اکثر مشرک تھے۔

مذکورہ آیات اور اس مفہوم کی دوسری آیتوں میں غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ''سیر فی الارض'' یا سیاحت نہ صرف یہ کہ جائز ہے؛ بلکہ مطلوب ہے؛ لیکن یہ سیر بامقصد ہونی چاہیے، نیک لوگوں'' کے علاقوں اور ان کے آثار کو دیکھ کر اسبابِ انعام کی رغبت پیدا ہو، نیکی اور بھلائی کا شوق پیدا ہو۔ اور ''نافرمانوں'' کے مقامات اور ان کے آثار کو دیکھ اسبابِ غضب سے بچنے کا داعیہ پیدا ہو، قلب میں رقت پیدا

ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ایک غزوے کے موقع پر قوم عاد کے علاقہ سے گذر رہے تھے، تو آپ نے سورایوں کو تیز ہکانے کا حکم فرمایا اور چہرے پھیر لیے، اور استغفار کی کثرت کا حکم دیا، مطلق سیر کی کوئی ممانعت نہیں، اس کا جواز یا عدم جواز مقصد سفر سے وابستہ ہے۔ اگر مقاصد درست ہوں؛ تو سفر بھی درست ہوگا، اگر مقاصد غلط ہوں تو سفر بھی غلط ہوگا۔

جن علاقوں میں جان مال عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو، ان علاقوں کا نہ تو خود سفر کرنا درست ہے، نہ اہل وعیال کو لے جانا درست ہے، بخاری کی ایک روایت میں رات کے اوقات میں تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے؛ کیوں کہ اس میں خطرہ ہے۔

جن مقامات پر مختلف ممالک کے سیاحوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ وہاں بعض غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں۔ ایسے مقامات پر نظر کی حفاظت کرتے ہوئے، جانے کی گنجائش ہے؛ لیکن چوں کہ ماحول کا اثر مسلم ہے۔ لہٰذا ایسے مقامات پر نہ جانا ہی بہتر ہے، ایسے مقامات پر آداب کی رعایت کے ساتھ جس طرح جانے کی گنجائش ہے، فی نفسہٖ وہاں کے لیے سواری کرایہ پر لینے اور وہاں کاروباری نقطۂ نظر سے دکان لگانے کی بھی گنجائش ہے؛ البتہ یہ ضروری ہے کہ حکومتوں اور تنظیموں کی طرف سے بے حیائی کی روک تھام کے لیے اقدامات کیے جائیں۔

تعلیم وتذکیر کے لئے فلموں کا استعمال

فلم درحقیقت عکس بندی کا نام ہے۔ یہ عکس بندی جاندار چیزوں کی بھی ہوتی ہے اور بے جان چیزوں کی بھی۔ کسی بھی جاندار کی تصویر کھینچنا اور کھینچوانا کسی حال میں بھی درست نہیں ہے۔ خواہ ہاتھ کے ذریعہ ہو، یا قلم سے یا کیمرہ کے ذریعہ ہو یا پریس پر چھاپ کر۔ یا سانچہ اور مشین میں ڈھال کر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ الْمُصَوِّرُوْنَ (بخاری حدیث ۵۹۵۴، باب التصاویر) قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔اس کے علاوہ اور بھی متعدد صحیح احادیث ہیں؛ جن میں تصویر سازی کی مذمت کی گئی ہے۔ ویڈیو اور کیمرہ کی تصویر بھی درحقیقت تصویر ہی ہے۔اس سلسلہ میں عرب کے بعض غیرمحتاط علماء کے ضعیف اقوال کو وجہ جواز نہیں بنایا جاسکتا؛ لہٰذا جان دار چیزوں کی فلم بندی کسی حال میں درست نہیں ہے،ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں۔

کارٹون دو طرح کے ہوتے ہیں: محض خاکہ جس میں چہرہ سر وغیرہ نہیں ہوتا ہے۔ دوسرا کارٹون، جو اخباروں اور ٹیلویژن میں مروّج ہے۔جس میں سر بھی ہوتا ہے، چہرہ بھی ہوتا ہے اگر چہ وہ مسخ شدہ ہوتا ہے۔ پہلے قسم کا کارٹون؛ بلکہ خاکے بنانا درست ہے۔دوسرے قسم کے کارٹون جو موجودہ زمانے میں مروّج ہیں؛ وہ بھی تصویر کے حکم میں داخل ہیں،اگر چہ وہ تصویر بگڑی ہوئی ہوتی ہے؛ لہٰذا اس طرح ذی روح کا کارٹون بنانا درست نہیں؛ بلکہ تصویر سازی کے گناہ پر بھلی صورتوں کو بگاڑ کر مذاق بنانے کا گناہ مستزاد ہوگا۔

کارٹون بنانا چوں کہ گناہ کا کام ہے،اس لیے اس کو ذریعۂ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا گناہ کے کاموں پر تعاون ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔ارشاد باری ہے: **تعاونوا علی البر و التقوی و لاتعاونوا علی الاثم و العدوان** ۔نیکی کے کاموں پر تعاون کرو۔گناہ اور ظلم کے کاموں پر تعاون مت کرو۔بعض فقہاء نے نابالغ بچوں کے لیے باتصویر کھلونوں سے کھیلنے کو درست قرار دیا ہے۔نابالغ بچے اگر کارٹون کے پروگرام دیکھیں؛ تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے؛ لیکن شرط یہ ہے کہ بچوں کا وقت ضائع نہ ہو اور ان کے دلوں سے تصویر کی کراہت نہ نکلے۔(تصویر کے شرعی احکام:از:مفتی محمد شفیع)

اسٹیج ڈرامہ

بہتر مقاصد کے لیے اگر اسٹیج ڈرامہ کیا جاتا ہے؛ تو اس شرط کے ساتھ اس کی اجازت ہے کہ: اس میں (۱) دھوکہ نہ ہو (۲) موسیقی کا استعمال نہ ہو (۳) کسی مومن کی کردار کشی نہ کی گئی ہو (۴) شکلیں بگاڑی نہ جائیں (۵) انہماک زائد نہ ہو (۶) مرد وزن کا اختلاط نہ ہو؛ لیکن موجودہ زمانے میں جو "اسٹیج شو" کے نام سے ڈرامے مروّج ہیں، وہ مفاسد سے پُر ہوتے ہیں۔ اس لیے ممنوع ہیں۔

مدارس میں منعقد ہونے والے مکالمے، محادثے اگر مذکورہ مفاسد سے پاک ہوں؛ تو ان کی گنجائش ہے۔

تمام تفریحات اور کھیل کود میں اصل یہ ہے کہ انسان کسی حال میں اپنے مقاصدِ حیات اور فکرِ آخرت سے غافل نہ ہو۔

کرکٹ کا خمار

شیخ مقصود الحسن فیضی لکھتے ہیں کہ

عصر حاضر میں کھیل کود معاشرے کا ایک اہم جز ہے، جسے اب صرف کھیل ہونے کی حیثیت حاصل نہیں ہے، بلکہ اسے ایک مستقل فن کی حیثیت دے دی گئی ہے، ہر اخبار، ریڈیو اسٹیشن اور ٹی وی چینل کے پروگراموں میں کھیل کود کو ایک بڑا حصہ دیا جاتا ہے، بہت سے لوگوں کے یومیہ پروگراموں میں کھیل کود کا ایک ضروری حصہ شامل ہوتا ہے، بلکہ اب تو صورت حال یہ ہے کہ ایک گروپ ایسا ہے کہ کھیل میں اس کی زندگی کا ایک مقصد ہے، خواہ کھیل کھیلنے کی صورت میں ہو یا کھیل دیکھنے کی صورت میں ہو، مسلمان بچے بچیوں کا بہت بڑا طبقہ ایسا ہے جو کھلاڑیوں ہی کو اپنا

آئیڈیل بنائے ہوئے ہے، اور انہیں کو اپنا اسوۂ زندگی سمجھے ہوئے ہیں، دوستی و دشمنی کا معیار بھی کھیل اور کھلاڑی ہیں، خصوصی طور پر طلباء و طالبات کا طبقہ تو اس میں بری طرح ملوث ہے اور فی الواقع یہ یہودی سازش ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے پروٹوکول میں لکھا ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کھیل اور کھلاڑیوں کے اہتمام کی یہ صورتیں اسلام سے کہاں تک میل کھاتی ہیں، اسلام میں کھیل کی کیا حیثیت ہے؟ اس کے جواز کے ضابطے اور قواعد کیا ہیں؟ کس قسم کا کھیل اسلام میں جائز ہے اور کون کون سے کھیل ناجائز ہیں؟ یہ وہ نکتہ ہے جس پر ہر مسلمان کو غور کرنا چاہیئے، کیونکہ انسانی زندگی کا اصل مقصد عبادت ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے زمین پر خلیفہ کی حیثیت سے بھیجا اور رکھا ہے، اسے اس زمین کی اصلاح کا حکم دیا اور اس کے لئے قواعد وضوابط بھی رکھے ہیں، اس دنیا میں اپنے فرامین کے نفاذ کا انسان کو ذمہ دار بنایا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ثم جعلنا کم خلائف فی الارض من بعد ھم لننظر کیف تعملون** (یونس:۱۴) ''پھر ان کے بعد ہم نے تمہیں زمین میں حالات کی درستگی کے بعد اپنا نائب بنایا تا کہ ہم دیکھیں کہ تم کیا عمل کرتے ہو''؟

زمین پر فساد و بگاڑ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی چھوڑ کر اپنے نفس یا دوسروں کی اطاعت شروع کردے، اور اللہ تعالیٰ کی بتلائی ہوئی راہِ ہدایت کو چھوڑ کر ایسے اصول وقوانین کو اپنائے جو کسی اور کی رہنمائی سے ماخوذ ہوں۔

نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **ان الدنیا حلوۃ خضرۃ و ان اللہ مستخلفکم فیھا فانظرو کیف تعملون فاتقوا الدنیا و فتنۃ النساء** (صحیح مسلم:۲۷۴۲، الرقاق، مسند احمد:۲۲/۳ بروایت ابوسعید الخدری) ''دنیا شیریں ہے، (جو زبان کو اچھی لگتی ہے) اور سرسبز وشاداب ہے (جو نظر کو بھاتی ہے) اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں جانشیں بنا کر

دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ لہٰذا دنیا کے قریب ہونے سے ڈرو اور عورتوں کے فتنے سے بچتے رہو''، لہٰذا ہر وہ کام جو دنیا میں فساد (اور سب سے بڑا فساد شرک اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے) کا باعث اور عبادت الٰہی میں حائل ہو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض اور ناپسندیدہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ان اللہ لایحب المفسدین** ''اللہ تعالیٰ فساد بگاڑ پیدا کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا''۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے **کل شئی لیس من ذکر الله فھو لھو أو سھو غیر أربع خصال: تأدیب الرجل فرسه و ملاعبته أھله، ورمی بین الغرضین، و تعلیم السباحة** '' (سنن النسائی الکبریٰ: ۳۰۲/۵، ۳۰۳۔ الطبرانی الکبیر: ۱۹۳/۲، بروایت جابر)

''ہر وہ کام جو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں داخل نہیں ہے وہ کھیل تماشہ یا بھول ہے، سوائے چار کام کے، اپنا گھوڑا سدھانا، اپنے اہل وعیال سے دل لگی کرنا، دو نشانوں کے درمیان چلنا، تیراکی سیکھنا۔ نیز فرمایا: **لاسبق الا فی خف او حافر او نصل** '' (سنن أبوداود: ۲۵۷۴، سنن الترمذی: ۱۷۰۰، بروایت ابوہریرہ)۔ ''مقابلہ جائز نہیں ہے مگر صرف تین چیزوں میں، اونٹ دوڑ، گھوڑ دوڑ اور تیراندازی''۔

اس قسم کی متعدد آیات واحادیث کی روشنی میں علماء نے کھیل کود کیلئے کچھ شرطیں رکھی ہیں، جن کا لحاظ بہت ضروری ہے، اگر ان کا لحاظ نہ رکھا گیا تو وہ کھیل غیر شرعی، مکروہ یا ناجائز ہوگا۔

اس سلسلے میں اصل مسئلہ یہ ہے کہ ہر وہ کھیل شریعت میں جس کی ترغیب نہیں ہے، نہ اس کا کوئی دینی مقصد ہے اور کوئی دنیاوی حاجت بھی نہیں ہے تو وہ ناپسندیدہ اور مکروہ ہے، جن بعض کھیلوں کا ذکر حدیث میں وارد ہے وہ یہ ہیں گھوڑ سواری، تیراندازی، نشانہ بازی، تیراکی، کشتی اور دوڑ وغیرہ، گویا ہر وہ کام جس کا مقصد جہاد کیلئے تیاری ہو وہ لائق اجر اور جن سے کوئی دینی ودنیاوی مقصد وابستہ ہو وہ مشروع ہے۔

کسی بھی کھیل کی مشروعیت کیلئے علماء نے جو شرطیں رکھی ہیں، ان میں سے اہم شرطیں درج ذیل ہیں:

- واجبی امور میں رکاوٹ نہ ہو۔
- اس مین جوا اور سٹہ بازی نہ ہو۔
- فضول خرچی نہ پائی جائے۔
- جسمانی و مالی ضرر کا خطرہ غالب نہ ہو۔
- کھیل میں کوئی خلاف شرع چیز شامل نہ ہو۔
- حسب حاجت وضرورت ہو۔
- اسے صرف کھیل کی حیثیت دی جائے۔

ان شرطوں میں اگر ایک شرط بھی مفقود ہوگی تو وہ کھیل غیر مشروع ہوگا، البتہ کراہت وحرمت کا حکم اس شرط کے مفقود ہونے کی کیفیت پر منحصر ہوگا۔

اب اگر موجودہ کھیلوں جیسے فٹ بال، والی بال، کرکٹ اور ہاکی وغیرہ جو بذات خود اگرچہ جواز کا درجہ رکھتے ہیں، لیکن جب ان کی موجودہ صورت حال اور ان کے ساتھ لوگوں کے تعلقات کو دیکھتے ہیں تو ان کی حرمت میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا، چنانچہ اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو موجودہ کھیلوں میں پہلی شرط مفقود نظر آتی ہے، خواہ وہ واجبات شرعیہ ہوں یا دنیوی التزامات، یہ امر مشاہدہ میں ہے کہ ٹریننگ اور میچ کے دوران، اگر نماز کا وقت آجائے تو نہ کھیلنے والے اور نہ دیکھنے والے نماز کیلئے جاتے ہیں، جب کہ یہ امر ہر شخص جانتا ہے کہ ایک وقت کی نماز کا چھوڑنا یا اس کے اصلی وقت سے ٹالنا بڑا گناہ عظیم ہے، بلکہ بہت سے علماء کے نزدیک دین سے ارتداد ہے، ہمارے یہاں کرکٹ میچ کے موقعہ پر عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ ہسپتال کا عملہ میچ دیکھنے میں اس قدر مشغول ہوجاتا ہے کہ بروقت طبی امداد نہ ملنے کی

وجہ سے مریض دم توڑ دیتے ہیں، ون ڈے میچ میں دفتروں کا عملہ یا تو ڈیوٹی پر آتا ہی نہیں یا پھر آفس میں میچ دیکھنے میں اس قدر مشغول رہتا ہے کہ لوگوں کے معاملات کی پرواہ نہیں رہتی، طلبہ اور مدرسین کا حال مذکورہ لوگوں سے کچھ بہتر نہیں ہے، بلکہ وہ بھی تعلیم و تعلم کی ذمہ داری چھوڑ کر میچ دیکھنے میں مشغول ہو جاتے ہیں، عام لوگوں کی تو بات کیا ملک کے وزیر اعظم اور صدر جمہوریہ اپنی تمام ذمہ داریاں چھوڑ کر نہ صرف یہ کہ میچ دیکھتے ہیں بلکہ اس کیلئے دوسرے ملکوں کا سفر بھی کرتے ہیں، اگر دوسری شرط پر نظر رکھتے ہیں تو کھیلنے والوں اور کھیل کا مشاہدہ کرنے والوں کا حال یکساں نظر آتا ہے، علماء نے لکھا ہے کہ ان مقابلوں میں جو مال ملتا ہے اس کا لینا جائز نہیں ہے، کیونہ اللہ کے رسول ﷺ کا ارشاد ہے کہ مقابلہ جائز نہیں ہے سوائے اونٹ دوڑ، گھوردوڑ، اور تیر اندازی کے (سنن اربعہ) فتوی رقم: ۱۶۳۴۲، جلد: ۱۵ فضیلۃ الشیخ سعد الشثری نے بھی اس کو راجح قرار دیا ہے، المسابقات: ۲۰۲)۔

کھیل دیکھنے والے بھی اس موقع پر جس قدر جوا بازی کرتے اور سٹہ کھیلتے ہیں کسی اور موقعہ پر نہیں کھیلتے، جیسا کہ ہر شخص کے مشاہدے میں ہے۔ اور جہاں تک موجودہ کھیلوں، خصوصا میچوں میں غیر شرعی امور کے ارتکاب کا تعلق ہے تو شاید ہی کوئی ایسا میچ ہو جو موسیقی کے بغیر شروع ہوتا ہو، بلکہ یہ بھی مشاہدے میں ہے کہ میچ کے دوران گانے اور باجے کی وہ دھوم رہتی ہے کہ دور دور تک اس کی آواز پہونچتی ہے، حتی کہ بعض ٹیموں کی تائید کرنے والے تو اپنے ساتھ عریاں اور نیم عریاں ناچنے اور گانے والیوں کو بھی لے کر آتے ہیں، اور یہ خبر تو سب نے سنی ہوگی کہ ایک میچ کے موقعہ پر ایک لڑکی نے یہاں تک کہا کہ اگر میری ٹیم جیت گئی تو میں اس جگہ ننگی ہو کر ناچوں گی..... معاذ اللہ۔ اور جہاں تک جسمانی ضرر کا تعلق ہے تو اس کا امکان باکسنگ اور فری اسٹائل کشتیوں ہی میں زیادہ ہوتا ہے، لیکن مالی ضرر تو ہر کھیل اور میچ

میں ہوتا ہے، بلکہ ہمارے ملکوں میں جس قدر خرچ کرکٹ، فٹبال اور ہاکی وغیرہ پر ہوتا ہے اگر اس رقم کو ملک کے فقیروں پر تقسیم کردیا جائے تو کوئی فقیر نہ رہ جائے، وہ روپیہ ملک کے ناخواندہ لوگوں کی تعلیم پر صرف کردیا جائے، خاص کر دینی تعلیم پر تو ملک میں کوئی جاہل باقی نہ رہے، اگر یہی پیسہ دین حق کی تبلیغ پر صرف کردیا جائے تو نہ جانے کتنے لوگ اسلام کی دولت سے مالا مال ہوجائیں، اور یہ امر بھی مشاہدے میں ہے کہ آج کھیل صرف کھیل نہیں رہ گیا ہے، بلکہ امت مسلمہ کی ایک بہت بڑی تعداد خاص کر جوان لڑکے اور لڑکیوں کی زندگی کا ایک حصہ بلکہ زندگی کا اولین مقصد بن گیا ہے، اور اگر یہ کہا جائے تو شاید غلط نہ ہوگا کہ بیٹ، بلا اور گیند کو ان کے نزدیک وہ اہمیت حاصل ہے جو قرآن مجید اور دینی کتابوں کو حاصل نہیں ہے، میچ دیکھنا ان کے نزدیک اس قدر اہم ہے کہ اس کیلئے دینی دروس کی مجلسیں اور نماز باجماعت بھی چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ قارئین کو تعجب ہوگا کہ ایک محترمہ نفلی روزے صرف اس لئے رکھ رہی ہیں، تاکہ ان کی ٹیم کامیاب ہو، جب کہ دنیا کے گوشے گوشے میں مسلمان طاغوتوں اور ظالموں کی چکی میں پس رہے ہیں، ان کی فکر ان محترمہ کو نہیں ہے۔

اور تعجب کی انتہا اس وقت نہیں رہتی جب یہ دیکھنے میں آتا ہے کہ اہل علم اور دین کی دعوت میں مشغول لوگوں کی دلچسپی ان کھیلوں سے اس قدر ہوتی ہے کہ اس کے لئے جماعت چھوڑ دیتے ہیں اور اگر مسجد میں جاتے بھی ہیں تو نماز میں ان کی توجہ قراءت ودعا کی طرف ہونے کے بجائے چوکا چھکا اور وکٹ کی طرف رہتی ہے، اور جماعت ختم ہوتے ہی اپنے موبائل سے یہ خوشخبری سناتے ہیں کہ ہماری ٹیم جیت گئی۔ إنا لله و إنا إليه راجعون۔

بلکہ آج یہی کھیل باہمی تعلقات بنانے اور بگاڑنے میں بہت رول ادا کررہا ہے، دو بھائیوں میں اختلاف، میاں بیوی کے درمیان ناچاقی، بلکہ طلاق، فرقہ

وارانہ فسادات یہاں تک کہ دوملکوں میں لڑائی کے واقعات بھی بعض میچوں کی وجہ سے پیش آئے ہیں، تعجب پر تعجب یہ ہے کہ ایک اسلامک یونیورسٹی کے طلباء جو ایک ہی مسلک سے منسلک ہوتے ہیں، کتاب وسنت پر عمل کے دعویدار ہوتے ہیں اور اپنا رشتہ سلف امت سے جوڑتے ہیں، لیکن جب دوملکوں میں کرکٹ میچ کی بات آتی ہے تو باہم ناراض اور ایک دوسرے کے مدمقابل نظر آتے ہیں۔

لہٰذا ہر صاحبِ غیرت مسلمان سے التماس ہے کہ اس خطرناکی کو محسوس کرے اور حق وناحق میں تفریق کرنے کی کوشش کرے۔

☆☆☆

تفریح اور کھیل کود کے جائز وسائل اور اس کے شرعی ضابطے

اسلام ایک کامل و مکمل شریعت اور اعتدال پسند مذہب ہے، ہر چیز میں میانہ روی کو پسند کرتا ہے، اسلامی نظام کوئی خشک نظام نہیں ؛ جس میں تفریحِ طبع اور زندہ دلی کی کوئی گنجائش نہ ہو؛ بلکہ وہ فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ اور فطری مقاصد کو بروئے کار لانے والا مذہب ہے، اس میں نہ تو خود ساختہ ''رہبانیت'' کی گنجائش ہے، نہ ہی بے ہنگم تقشّف اور جوگ کی اجازت ہے، آسانی فراہم کرنا اور سختیوں سے بچانا شریعت کے مقاصد میں داخل ہے، ارشادِ باری تعالی ہے: **یرید اللہ بکم الیسر و لا یریدبکم العسر** (البقرہ:۱۸۵) اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی فراہم کرنا چاہتا ہے، دشواری پیدا کرنا نہیں چاہتا ہے۔

اسلام آخرت کی کامیابی کو اساسی حیثیت دیتے ہوئے، تمام دنیاوی مصالح کی بھی رعایت کرتا ہے، اس کی پاکیزہ تعلیمات میں جہاں ایک طرف عقائد، عبادات، معاشرت و معاملات اور اخلاقیات و آداب کے اہم مسائل پر توجہ مرکوز کی

کی گئی ہے، وہیں زندگی کے لطیف اور نازک پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، اقوامِ یورپ کی طرح پوری زندگی کو کھیل کود بنا دینا اور ''زندگی برائے کھیل'' کا نظریہ اسلام کے نقطۂ نظر سے درست نہیں ہے، بلکہ آداب کی رعایت کرتے ہوئے، اخلاقی حدود میں رہ کر کھیل کود، زندہ دلی، خوش مزاجی اور تفریح کی نہ صرف یہ کہ اجازت ہے، بلکہ بعض اوقات بعض مفید کھیلوں کی حوصلہ افزائی بھی کی گئی ہے۔

اسلام انسان کو ایک بامقصد زندگی گزارنے کی ہدایت دیتا ہے جس کی اساس ہمہ وقت اللہ کی خوشنودی کی جستجو، تعمیر آخرت کی فکر مندی اور لہولعب سے اعراض ہو؛ وہ زندگی اہل ایمان کی پہچان ہے۔ اور جس کی بنیاد لہو ولعب پر مشتمل غفلت وبے پرواہی ہو وہ کفار کا شعار ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: **والذین هم عن اللغو معرضون** (المومنون:۳) کہ اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ وہ لغو اور فضول باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

لہٰذا شرعی نقطۂ نظر سے ہر وہ کام، قابل تعریف ہے: جو انسان کو مقصد اصلی پر گامزن رکھے، ہر اس کام کی اجازت ہے، جس میں دنیا وآخرت کا یقینی فائدہ ہو، کھیلوں میں سے بھی صرف انہیں اقسام کی اجازت ہے، جو جسمانی یا روحانی فوائد کے حامل ہوں، وہ کھیل جو محض تضییع اوقات کا ذریعہ ہوں، فکر آخرت سے غافل کرنے والے ہوں، وہ کھیل جو دوسروں کے ساتھ دھوکہ فریب یا ضرر رسانی پر مبنی ہوں، ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **کل ما یلهو به المری المسلم باطل الا رمية فقوسه وتاديبه فرسه وملاعبته امراته فانهن من الحق** ۔ (ترمذی، ابن ماجہ، فتح الباری:۱۱–۹۱) یعنی مرد مومن کا ہر کھیل بیکار ہے سوائے تین چیز کے: (۱) تیراندازی کرنا، (۲) گھوڑے سدھانا، (۳) اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، کیوں کہ یہ تینوں کھیل حق ہیں۔

ناپسندیدہ کھیل

ان کے علاوہ جو کھیل کو د رائج ہیں: ان کی شرعی حیثیت کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ جن کھیلوں کی احادیث و آثار میں صریح ممانعت کی گئی ہے، وہ سب ناجائز ہیں: جیسے نرد، شطرنج، کبوتر بازی، اور جانوروں کو لڑانا۔

۱-نرد

رسول اللہ ﷺ نے نرد یعنی چوسر کھیلنے سے سختی سے منع فرمایا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نردشیر کا کھیل کھیلا، تو گویا اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون سے رنگ لئے۔ (مسلم، مشکوۃ: ۳۸۶) ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جس نے نرد یعنی چوسر کھیلا اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔ (ابوداؤد)

۲-شطرنج

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شطرنج کھیلنے سے صراحتاً منع فرمایا اور ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شطرنج کی ممانعت رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی۔ (مرقاۃ المصابیح: ۳۸۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: شطرنج عجمیوں کا جوا ہے۔ (بیہقی، مشکوۃ: ۳۸۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: شطرنج گناہ گاروں کا کھیل ہے۔ انہی سے ایک شخص نے شطرنج کھلینے کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: یہ باطل (بیکار کھیل) ہے اور اللہ تعالیٰ باطل کو پسند نہیں فرماتے۔ (بیہقی، مشکوۃ: ۸۷) انہی آثار و روایات کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک اور امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے کھیلنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ (التفسیر الاحمدی، بحوالہ امداد الفتاوی: ۴/ ۲۴۱)

۳-کبوتر بازی

احادیث کی روشنی میں یہ بھی ممنوع ہے: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھا، تو فرمایا شیطان یتبع شیطانۃ کہ ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے دوڑا جارہا ہے۔

(ابوداؤد)

کنزالعمال کی ایک روایت میں ہے کہ جب دنیا میں ساز وسامان کی فراوانی ہوئی اور لوگوں پر موٹاپا چڑھنے لگا، تو مدینہ طیبہ میں پہلی برائی یہ ظاہر ہوئی کہ لوگوں نے کبوتر بازی اور غلیل بازی شروع کردی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا۔ انہو نے بنولیث سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کو مدینہ منورہ میں محض اس کام کے لئے مقرر کیا کہ وہ کبوتر کے پر کاٹ دیں اور غلیلین توڑ دیں۔

۴-مرغ بازی، بٹیر بازی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح سے جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت فرمائی ہے، چاہے مرغیوں کو لڑایا جائے یا بٹیر کو مینڈھے کو جس کے لڑانے کا معاشرے میں عام رواج ہے، یا کسی اور جانور کو لڑایا جائے۔ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن التحریش بین البھائم (ترمذی، ابوداؤد) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ "جانوروں کے حقوق" میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مرغ بازی، بٹیر بازی، اور مینڈھے لڑانا اسی طرح کسی جانور کو لڑانا، سب اس میں داخل ہے اور سب حرام ہے کہ خواہ مخواہ ان کو تکلیف دینا ہے اور اسی کے حکم میں ہے، گاڑی بانوں کا بیلوں کو بھگانا کہ وہ بھی ہانپ جاتے

ہیں اور بعض اوقات سواریوں کی چوٹ لگ جاتی ہے اور بجز تفاخر اور مقابلہ کے اس میں کوئی مصلحت نہیں اور گھوڑ دوڑ وغیرہ جب کہ اس میں جوا نہ ہو، اس سے مستثنیٰ ہے کہ ان کی مشاقی میں مصلحت ہے“۔(ارشاد الہائم فی حقوق البہائم:۱۹)

موجودہ زمانے کے چند کھیل

۱-پتنگ بازی: جو حکم کبوتر کے پیچھے دوڑنے کا ہے، وہی حکم پتنگ کے پیچھے دوڑنے کا ہے، یعنی ناجائز۔ حدیث میں ایسے شخص کو شیطان قرار دیا گیا ہے۔ (ابوداوٗد) اس میں بھی اور ناجائز کھیلوں کی طرح متعدد مفاسد و مضرتیں پائی جاتی ہیں اور بعض علاقوں میں خاص مواقع پر ”بسنت منانے“ کے عنوان سے وہ ہلڑ بازی ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ! اس کے علاوہ قوم کے لاکھوں کروڑوں روپئے محض پتنگ بازی کی نذر ہوجاتے ہیں۔ بعض اوقات چھتوں سے گر کر جان کا ضیاع بھی ہوتا ہے، کٹی ہوئی پتنگ کو زبردستی لوٹ لیا جاتا ہے، بے پردگی الگ ہوتی ہے۔ ان امور قبیحہ کی وجہ سے پتنگ بازی بھی شرعی نقطۂ نظر سے ممنوع ہے۔

۲-تاش بازی: یہ کھیل بھی شرعی نقطۂ نظر سے ممنوع ہے: اس لئے کہ تاش عام طور پر باتصویر ہوا کرتے ہیں، تاش کھیلنا عام طور پر فاسق و فاجر لوگوں کا معمول ہے، بالعموم جوا اور قمار کی شمولیت ہوتی ہے، اگر جوئے کے بغیر بھی کھیلا جائے، تو جو بات شطرنج کو منع کرنے میں ہے، وہی بات تاش کھیلنے میں پائی جاتی ہے جہاں تک معاملہ تعلیمی تاش کا ہے، تو یہ کھیل اگر جوئے اور انہماکِ زائد سے پاک ہو، تو نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ مبتدیوں کے لئے یک گونہ مفید بھی ہے۔(امداد الفتاویٰ)

۳-باکسنگ ، فائٹنگ: موجودہ زمانہ میں باکسنگ مکا بازی، فری اسٹائل فائٹنگ کے جو مقابلہ منعقد ہوتے ہیں، وہ شریعت اسلامی میں بالکل حرام ہیں، اسے

جائز ورزش کا نام نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ اس میں فریق مقابل کو شدید جسمانی اذیت پہنچانے کو جائز تصور کیا جاتا ہے۔ جس سے ہوسکتا ہے کہ مدمقابل اندھے پن، سخت نقصان، دماغی چوٹ یا گہری ٹوٹ پھوٹ، بلکہ موت سے بھی دو چار ہوجائے۔ اس میں مارنے والے پر اس نقصان کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی جیتنے والے کے حامیوں کو اس کی جیت پر خوشی اور مقابل کی اذیت پر مسرت ہوتی ہے جو اسلام ہر حال میں حرام اور ناقابل قبول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ یعنی اور تم اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں ڈالو۔

۴- بیلوں کے ساتھ کشتی

اسی طرح بیلوں کے ساتھ کشتی جس میں تربیت یافتہ مسلح افراد اپنی مہارت سے بیل کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں، یہ بھی حرام ہے، کیوں کہ اس میں جانور کو ایذا پہنچا کر اور جسم میں نیزے بھونک کر قتل کیا جاتا ہے اور بعض اوقات بیل بھی مدِمقابل انسان کو ختم کردیتا ہے یہ عمل کسی بھی حال میں درست نہیں، اس لئے کہ روایت میں ایک بلی کو بھوکا مارنے پر جہنم میں ڈالنے کا مضمون آیا ہے۔

۵- ویڈیو گیم: اس کھیل کی مختلف شکلیں رائج ہیں: (۱) جس میں جاندار کی تصویریں نہ ہوں، بلکہ بے جان اشیاء مثلاً: ہیلی کاپٹر، جہاز، موٹر سائیکل، بس، ٹیکسی وغیرہ چلانے یا انہیں شکار کرنے کا کھیل ہو یا جانور کی تصویریں ہوں، مگر وہ اس قدر غیر واضح ہوں کہ انہیں تصویر نہ کہا جاسکے، بلکہ وہ محض ایک خاکہ کی شکل ہوں، تو ان دونوں شکلوں میں وقتی تفریح طبع کے لئے یا ذہن کی تیزی اور حاضر دماغی کے لئے اس کھیل کی اس شرط کے ساتھ گنجائش ہے کہ مذکورہ ممانعتوں سے پاک ہو (۲) وہ بڑے ویڈیو گیم، جن میں جانداروں کی تصویریں واضح ہوں، یہ کھیل تصویر کی حرمت

کی وجہ سے ناجائز ہوں گے، ہاکی، فٹ بال، والی بال، ٹینس، بیڈمنٹن، کرکٹ، اوپر ذکر کئے گئے کھیلوں کے علاوہ جو بھی کھیل ہیں اگر وہ کسی معصیت، حرام یا ناجائز کام پر مشتمل ہوں، وہ بھی اس مقصد حرام کی وجہ سے ناجائز ہوں گے۔ مثلاً کسی کھیل میں ستر کھولا جائے، یا اس کھیل میں جوابازی ہو، یا اس میں مرد وعورت کا مخلوط اجتماع ہو، یا اس میں موسیقی کا اہتمام ہو، یا کفار کی خاص مشابہت ہو، یا اس کی وجہ سے فرائض وواجبات میں غفلت ہورہی ہو۔

کرکٹ: اسلامی نقطۂ نظر سے

حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مظاہری سہارنپوری لکھتے ہیں کہ

اسلام ایک معتدل، افراط وتفریط سے پاک وصاف مذہب ہے، نہ حدوں کو پار کرنے کی اجازت دیتا ہے اور نہ ہی بالکل روکھا سوکھا مذہب ہے جیسا کہ بعض معاندین تعصب کی وجہ سے کہتے ہیں کہ دین اسلام تو صرف مصلی وتسبیح کا ہوکر رہنے کو کہتا ہے جب کہ مذہب اسلام اعتدال کو پسند کرتا ہے، میانہ روی کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ **خیر الامور اوسطھا**. (شعب الایمان ۱۶۹/۵) یہی وجہ ہے کہ اسلام میں کھیل کود، سیر وتفریح کی صرف اجازت ہی نہیں بلکہ محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تفریحات کو اپنایا بھی ہے حق جلد مجدہ قرآن شریف میں یوں فرماتا ہے: **ما جعل علیکم فی الدین من حرج** (سورہ حج: ۷۸) اللہ تعالیٰ شانہ نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ دوسری جگہ وہ ہم سے یوں گویا ہے: **یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر**. (بقرہ: ۸۵) ''اللہ تعالیٰ شانہ تم پر آسانی کرنا چاہتا ہے اور تم پر سختی کرنا نہیں چاہتا) عید کے دن خوشی میں کچھ حبشی ڈھال اور نیزوں سے کھیل رہے تھے انہوں نے آپ کو دیکھا تو ٹھٹک گئے آپ نے فرمایا: ''**خذوا یا بنی**

ارفذة حتی تعلم الیھود والنصاری ان فی دیننا فسحة " (جمع الجوامع:۲۱۸۱، فیض القدیر ۳۸۹۶) اے حبشی بچو! کھیلتے رہوتا کہ یہود ونصاریٰ کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دین میں وسعت ہے" اور بعض روایات میں یہ الفاظ آئے ہیں: "**الھوا والعبوا فانی اکرہ ان یری فی دینکم غلظة**". (فیض القدیر:۱۵۸۲) "کھیلتے کودتے رہو کیونکہ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تمہارے دین میں سختی نظر آئے۔"

آپ سے بہت سے تفریحی کھیل ثابت ہیں مثلاً نشانہ بازی، گھوڑ سواری، تیراکی، دوڑ، اچھے شعر سننا، سننا وغیرہ اور آپ نے دیگر حضرات صحابہ کر ترغیب بھی فرمائی جیسے تیراندازی، دوڑ، تیراکی وغیرہ وغیرہ۔

لیکن یہ بات یاد رہے وہ کھیل صرف وقت گذاری کا ذریعہ نہ تھے بلکہ کچھ دینی ودنیوی فوائد وثمرات ان میں پنہا ہوتے تھے، ان کھیلوں سے یاد الٰہی سے غفلت، فرائض سے کوتاہی، حقوق العباد کی ادائیگی سے تساہلی، وقت کا ضیاع، معاشی فقدان اور تعلیمی بحران کا تو سوال ہی کہاں پیدا ہوتا تھا۔

حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "**کل لھو باطل اذا شغله عن طاعة الله**" (کتاب الاستئذان صحیح بخاری) ہر لہو جب انسان کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل کردے تو وہ باطل (گناہ) ہے۔

مغربی دنیا نے پوری زندگی کو کھیل کود بناڈالا جب کہ مذہب اسلام نے طبیعت میں فرحت نشاط اور بشاشت پیدا کرنے کیلئے کھیلوں کو زندگی کا ایک جزء مانا ہے لیکن آج کل بعض ایسے کھیلوں کو ہوا دے دی گئی جو بہت سے نقصانات کا مجموعہ ہوتے ہیں اور دائرہ عقل سے بھی خالی معلوم ہوتے ہیں، انہیں میں سے ایک کرکٹ ہے۔

انگریز ہندوستان آئے تو کرکٹ بھی ساتھ لائے یہ کھیل لیکن اپنی جگہ نہ بناسکا، ایک تو یہ کھیل مہنگا تھا دوسرے لمبا وقت چاہتا تھا، ملٹی نیشنل کمپنیوں نے اس

کھیل کو بڑھاوا دیا وہ دنیا بھر میں مصنوعات کا فروغ چاہتی تھیں لہٰذا ان کو کوئی ایسی مشتہر چیز چاہئے تھی جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کو زیادہ سے زیادہ وقت تک اپنی طرف متوجہ کر کے رکھ سکے، کرکٹ میں وہ تمام باتیں موجود تھیں، لہٰذا اس نے کرکٹ کو شہروں شہروں، گلیوں گلیوں اور گھروں گھروں تک پہنچانے کے لئے میدان (اسٹیڈیم) بنوائے لوگوں کی توجہ انعامی اسکیموں کے لالچ میں اس کھیل کی طرف مبذول کرائی، کھلاڑیوں پر مال وزر کے دروازے کھول دیئے، ڈالروں میں ان کو نہلا دیا پھر کیا تھا کرکٹ کا جنون ان پر مسلط ہو گیا، یوں دیکھتے دیکھتے ایک قلیل مدت میں کرکٹ عالمی کھیل بن گیا۔

کرکٹ کے مضر اثرات، ماحول و معاشرہ کو کس انداز سے بیکار کرتے ہیں اور ملک و وطن کے سرمایہ دارانہ نظام پر کتنا برا اثر ڈالتے ہیں اس کی ایک سرسری رپورٹ پیش ہے۔

کرکٹ پر اسی (۸۰) ارب ڈالر سالانہ خرچ ہوتے ہیں، ٹی، وی، چینلز پر سال بھر میں بارہ لاکھ گھنٹے یہ کھیل دکھایا جاتا ہے، اس وقت دنیا کے سترہ کروڑ لوگ یہ کھیل کھیل رہے ہیں، دنیا میں کرکٹ انڈسٹری کی مالیت گندم کے بجٹ کے برابر ہے، ایک اندازے کے مطابق ایک ورلڈ کپ پر جتنی رقم خرچ کی جاتی ہے اگر وہ مریضوں پر خرچ کی جائے تو دنیا کے تمام مریضوں کو ڈاکٹر، نرس اور دوائیں مفت مل سکتی ہیں ایک ورلڈ کپ کے خرچ سے پوری دنیا میں اسکول کھولے جا سکتے ہیں، صحرائے عرب کو کاشتکاری کے قابل بنایا جا سکتا ہے چار ورلڈ کپ کے دوران جتنی رقم مشروبات، برگروں اور ہوٹلوں پر خرچ کی جاتی ہے اس رقم سے چالیس کینسر کے اسپتال بنائے جا سکتے ہیں، دنیا کے ایک تہائی بھوکوں کو خوراک دی جا سکتی ہے، پاکستان جیسے چار ملکوں کو قرضے سے پاک کیا جا سکتا ہے، ورلڈ کپ میں جتنی بجلی خرچ

ہوتی ہے وہ دنیا کے سب سے زیادہ آبادی والے چین جیسے ملک کی چھ ماہ کی برقی ضرورت پوری کر سکتی ہے، ورلڈ کپ پر جتنا کچرا پیدا ہوتا ہے اتنا تیں ملک مل کر پورے سال پیدا نہیں کرتے، ورلڈ کپ کے موقع پر جتنی شراب پی جاتی ہے وہ پورا برطانیہ مل کر پورے سال نہیں پیتا، اس پر جتنا عام شہریوں کا وقت ضائع ہوتا ہے اگر آدھی دنیا پورا مہینہ چھٹی کرے تو بھی اتنا ضائع نہیں ہوگا۔

آیئے اب کرکٹ کے انفرادی، دنیوی اور دینی نقصانات کا ایک جائزہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں کیا جائے۔(۱) میچ دیکھنے کی مستی میں بعض نماز ترک کر دیتے ہیں جب کہ اللہ تعالیٰ شانہ قرآن کریم میں صراحت کے ساتھ فرمارہا ہے کہ نمازوں کی حفاظت کرو۔ حَافِظُوْ عَلَى الصَّلٰوۃِ (سورہ بقرہ:۲۳۸) دوسری طرف اللہ کا پیغمبر فرمارہا ہے: مَنْ تَرَکَ الصَّلٰوۃَ مُتَعَمِّداً فَقَدْ کَفَرَ. (الترغیب والترہیب) ''جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دی وہ کفر کے قریب جا پہنچا'' گویا مسلمان اور کافر کے درمیان فرق کرنے والی نماز ہے ادھر مؤذن صاحب حی علی الصلوٰۃ (آؤ نماز کی طرف) حی علی الفلاح (آؤ کامیابی وکامرانی کی طرف) کہتے ہیں۔ادھر ہم کھیل میں مستغرق رہتے ہیں۔ واذا نادیتم الی الصلوٰۃ اتخذوھا ھزوا ولعبا. (سورہ مائدہ:۵۸) اور جب تم نماز کی طرف پکارتے ہو تو وہ اسے ہنسی اور کھیل بناتے ہیں۔

(۲) جماعت کی نماز چھوڑ دیتے ہیں، ترک جماعت کے متعلق آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حدیث پڑھئے اور غور کیجئے: ''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدررت میں میری جان ہے میں نے ارادہ کیا تھا کہ کسی سے کہوں کہ لکڑیاں جمع کرے جب وہ اکٹھی ہو جائیں پھر کسی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے اور میں ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں شامل نہیں ہوتے، اچانک ان کے گھروں کو آگ لگادوں تاکہ وہ بھی گھروں کے ساتھ جل جائیں''۔(بخاری ومسلم)

(۳) لغو کام میں مشغولیت۔

(۴) وقت کی ناقدری ہوتی ہے کیونکہ یہ محض وقت گذاری ہوتی ہے، مذہب اسلام نے خاص طرح سے وقت کو برباد اور ضائع کرنے کی پرزور مذمت کی ہے اور اس کو کارآمد بنانے اور اچھے کاموں میں خرچ کرنے کے لئے بڑے اچھے اور مؤثر اسلوب میں ترغیب دلائی ہے، حق جل مجدہ اپنی کتاب عظیم قرآن کریم میں وقت کی قسم کھا کر وقت کی قدر و قیمت کو ہمارے قلوب میں راسخ کرنا چاہتا ہے۔

(سورہ العصر:۱، الضحیٰ ۱،۲، اللیل ۱،۲، الشمس:۳،۴)

دوسری جگہ کامیاب مومن کی صفات شمار کراتے ہوئے فرماتا ہے: **والذین هم عن اللغو معرضون.** (سورہ مومنون:۳) ''اور یہ لوگ ہیں جو فضول باتوں سے اعراض کرتے ہیں''۔

حدیث پاک میں اسلام کی خوبی کو یوں اجاگر کیا گیا ہے: **من حسن اسلام المرء ترکه ما لا یعنیه .** (ابن ماجہ، ترمذی، شعب الایمان، جمع الجوامع)

آدمی کے اچھے اسلام کی علامت یہ ہے کہ وہ لایعنی امر ترک کردے، حضرت علامہ جلال الدین سیوطی نے جمع الجوامع میں یہ حدیث شریف نقل فرمائی ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ہر روز صبح کو جب آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اس وقت دن یہ اعلان کرتا ہے کہ آج اگر کوئی بھلائی کرسکتا ہے تو کرلے آج کے بعد میں پھر کبھی واپسی نہ آؤں گا۔ **من استطاع ان یعمل خیرا فلیعمله فانی غیر مکرر علیکم ابداً .** (بحوالہ شعب الایمان)

(۵) یاد الٰہی اور آخرت سے وہ شخص غافل ہوجاتا ہے، طاعت الٰہی سے غفلت اور یوم الحساب کو بھول بیٹھنے کی وجہ سے انسان اچھے کاموں کی طرف نہیں لپکتا اور برے کاموں سے پاؤں نہیں کھینچتا جس کو قرآن کریم اس طرح بیان کرتا

ہے:”وما الحیوۃ الدنیا الا لعب ولھو ولدار الآخرۃ خیر للذین یتقون افلا تعقلون“. (سورہ انعام:۳۲) اور نہیں ہے زندگانی دنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانے کی اور آخرت کا گھر بہتر ہے۔ پرہیز گاروں کے لئے کیا تم نہیں سمجھتے۔

ہر وہ شئے جو اللہ کے ذکر اور نماز سے غافل کر دے ہو'جوا' ہے، نبی کریم ﷺ کے اقوال زریں میں سے ذکر سے غافل شخص کے لئے ایک زریں قول مزید ملاحظہ فرمائیں: الشیطان جائم علی قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ جلسو اذا غفل وسوس. شیطان انسان کے دل سے چپکا رہتا ہے جب وہ دل سے اللہ کو یاد کرتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جب وہ ذکر اللہ سے غافل ہوتا ہے تو شیطان اس کے دل میں وسوسے ڈالتا رہتا ہے۔

(۶) بہت سے ضروری دینی ودنیوی کاموں کا نقصان ہوتا ہے۔

(۷) نتیجہ برآمد ہونے پر لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں کیونکہ ہر آدمی کی سوچ الگ الگ ہوتی ہے، کوئی کسی ٹیم کا حامی ہوتا ہے تو کوئی دوسری ٹیم کا فین ہوتا ہے۔ قرآن کریم اس کی منظر کشی یوں کرتا ہے اور آپس میں نہ جھگڑو ورنہ بزدل اور کم ہمت ہو جاؤ گے تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور رعب ودبدبہ جاتا رہے گا۔ ولا تنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم . (سورہ انفال:۴۶)

(۸) پٹاخے پھوڑے جاتے ہیں جو سراسر اسراف ہے، فضول خرچی، اور اسراف کرنے والے کو قرآن کریم میں شیطان کے بھائی سے ملقب کیا ہے: ان المبذرین کانوا اخوان الشیطان. (سورہ بنی اسرائیل:۲۷) بے شک بے موقع اڑانے والے شیطانوں کے بھائی بند ہیں، دیگر جگھوں میں اللہ تعالیٰ شانہ نے مبذر سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے: ولا تسرفوا انہ لا یحب المسرفین.

(سورہ انعام:۱۴۱، اعراف:۳۱)

ماہر معاشیات محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ نے بیجا مال اڑانے اور لٹانے سے احتراز کرنے کو فرمایا ہے۔ **نھی رسول اللہ ﷺ عن اضاعۃ المال.**

(بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد)

(۹) اگر کومنٹری سننے کا آلہ اپنا ہو تو مزید ایک گناہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ ٹی، وی پر میچ دیکھنا بھی خطرات سے خالی نہیں بہت سی خرابیوں کو ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) قصداً تصاویر دیکھنا، یہ بات بھی ذہن نشیں رہے، ٹی وی پر بہت سی تصویریں ہوتی ہیں ہر ایک تصویر دیکھنے کا الگ گناہ ہوتا ہے۔

(۲) نامحرم عورتوں کو دیکھنا، یہ بھی کرکٹ کی دین سے حاصل ہو جاتا ہے، معاشرہ کو برباد اور مفلوج کر دینے والی قبیح اور شنیع شئے زنا ہے اور یہ اس کا پیش خیمہ ہے قرآن و احادیث میں اس سے بچنے کے لئے بہتر اور احسن طریقے و نسخے تجویز ہیں۔ فرقان حمید میں حفظ ما تقدم کے طور پر فرمایا: **قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکی لھم.** (سورہ نور: ۳۰) آپ مسلمان مردوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لئے زیادہ صفائی کی بات ہے، اسی طرح کی رہبری و رہنمائی مومن عورتوں کی ہے۔ (دیکھیں سورہ نور: ۳۱) اسی سلسلہ میں نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے افعال انتہائی فائدوں کے حامل ہیں: **لتغضن ابصارکم ولتحفظن فروجکم او لیکسفن اللہ وجوھکم** (الترغیب والترہیب بحوالہ طبرانی) اپنی نظریں نیچی رکھو اور شرمگاہوں کی حفاظت کرو ورنہ، اللہ تعالیٰ شانہ تمہارے چہروں کو بے نور کر دے گا اور فرمایا: **ماترکت بعدی علی امتی فتنہ اضر علی الرجال من النساء.** (بخاری شریف، مسلم شریف) میں نے اپنے بعد اپنی امت کے مردوں کے لئے عورتوں سے بڑا نقصان دہ کوئی اور فتنہ نہیں چھوڑا حضرت حسن بصری مرسلاً

آپ کا یہ قول نقل فرماتے ہیں: **لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ** . (بیہقی فی شعب الایمان) اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس شخص پر جو قصداً (بلا کسی عذر شرعی کے ستر یا اجنبی عورت کو) دیکھنے والا ہو اور اس پر جس کو (بلا عذر شرعی) دیکھا جائے، حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان آدمی کو بہکانے سے کبھی مایوس نہیں ہوتا یہاں تک کہ وہ عورتوں کے ذریعہ اس کے پاس آتا ہے کہ میرے نزدیک عورتوں (کے فتنہ) سے زیادہ خطرناک کوئی چیز نہیں ہے۔

(۳) جماعت کی نماز کا چھوڑ دینا اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا بعض حضرات بالکل نماز پڑھتے ہی نہیں۔ (۴) قیمتی وقت کا ضائع کرنا۔ (۵) لغو کام میں لگنا (۶) بہت سی ضروریات دینی و دنیوی کے چھوڑنے میں معاون ہوتا ہے۔ (۷) ٹی، وی سے محبت، لگاؤ اور انسیت پیدا ہوتی ہے۔ (۸) بہت سے گناہ وجود میں آتے ہیں۔ (۹) گناہ کی نحوست سے رزق کی برکت جاتی رہتی ہے۔ (۱۰) ٹی، وی سے دلچسپی رکھنے والا بھلائی کے کاموں سے محروم رہتا ہے۔ (۱۱) کھیل ختم ہونے پر ہار جانے والی ٹیم کے چاہنے والوں کا جھلا جانا اور جیتنے والی ٹیم کے چاہنے والوں کا خوشی میں جھومنا، لڑائی مول لینے کا سبب ہے۔ (۱۲) اللہ تعالیٰ شانہ اور آخرت کی یاد سے دور ہونا۔ (۱۳) اگر ٹی، وی اپنا ہو تو مزید ایک اور گناہ میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ جب کہ مفتیان عظام نے تحریر فرمایا ہے کہ غفلت میں ڈالنے والے سامان و آلات کا گھر میں رکھنا مکروہ تحریمی ہے، جب کہ یہ تو اس کو خود بھی استعمال کر رہا ہے اور جو دوسرے حضرات اس کے ٹی، وی سے مستفیض ہو رہے ہیں ان کا گناہ بھی اپنے سر لیتا ہے۔ (۱۴) آتش بازی کی جاتی ہے۔

اسٹیڈیم میں بیٹھ کر نظارہ کرنا بھی بہت سی قباحتیں اپنے ساتھ لئے ہوتا ہے، مثال کے طور پر (۱) نامحرم عورتوں کا نظارہ کرنا۔ (۲) مرد و زن کا اختلاط۔

محسن انسانیت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ لمحہ بھر کیلئے مرد وزن کے اختلاط کو گوارا نہیں فرماتے تھے اور یہاں اختلاط گھنٹوں کے حساب سے نہیں بلکہ دنوں کے حساب سے ہوتا ہے، حدیث شریف میں موجود ہے کہ ''ایک مرتبہ آنحضور ﷺ مسجد سے نکل رہے تھے دیکھا کہ مرد اور عورتیں ایک ہی ساتھ راستہ میں چل رہی ہیں تو آپ نے عورتوں کو مخاطب کر کے فرمایا: پیچھے ہٹ جاؤ تم راستہ کے کناروں کو لازم پکڑلو''۔

(۳) جماعت یا بالکل نماز ترک کر دینا۔ (۴) دنیا کی سب سے قیمتی شئے وقت کو برباد کرنا۔ (۵) لایعنی کام میں لگنا۔ (٦) دینی و دنیوی بہت سی ضروریات کو پس پشت ڈال دینا۔ (۷) فریقین کے محبین کا لڑنا، جھگڑنا، ان تینوں قسموں سے جو طبی خسارہ اور گھاٹا ہوتا ہے وہ تو رہا فری فنڈ میں۔ عقلاً بھی یہ معیوب ہے کہ چند آدمی کھیلتے رہیں اور بہت سے لوگ ٹکٹکی باندھے انہیں دیکھتے رہیں، کھلاڑیوں کا مقصد اپنے ملک کا نام روشن کرنا، شہرت حاصل کرنا، پیسہ کمانا، واہ واہی لوٹنا اور اچھی کارکردگی پر انعام حاصل کرنا وغیرہ۔

ایک مرتبہ جرمنی و فرانس کے مابین کرکٹ میچ ہوا تو جرمنی کے سربراہ ہٹلر کو بھی میچ دیکھنے کے لئے مدعو کیا گیا۔ ہٹلر میچ دیکھنے اسٹیڈیم پہنچا، میچ شروع ہوا اور چلتا رہا یہاں تک کہ شام ہوگئی، ہٹلر اکتا گیا اور چلا گیا ٹیم کے ریفری سے دریافت کیا میچ کون جیتا؟ ریفری نے کہا سر! میچ ابھی جاری ہے ہار جیت کا فیصلہ چار دن کے بعد آئے گا، ہٹلر غصہ میں جھلا گیا اور کہنے لگا یہ کوئی کھیل ہے!!! دیکھنے والے پورے دن کے لئے بیکار ہو جاتے ہیں اور نتیجہ پھر بھی ہاتھ نہیں آتا، اور چار چار دن کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ بند کرو اس کھیل کو، ہٹلر نے کرکٹ پر پابندی عائد کردی، جرمنی کا وہ دن اور آج کا دن جرمنی نے قومی ٹیم بنانے کی غلطی نہیں کی جب کہ اس وقت جرمنی کی ٹیم یوروپ کی نمبر ون ٹیم تھی۔

سپر پاور امریکہ کا بھی یہی حال ہے کہ امریکہ کے صدر روز ویلٹ نے کہا کرکٹ لمبا اور سست کھیل ہے اس سے وقت ضائع ہوتا ہے دیکھنے والوں کو بری طرح متاثر کرتا ہے اور لوگ اس کے ہو کر رہ جاتے ہیں اگر امریکہ کو ترقی کرنی ہے تو ایسے کھیلوں سے دور رہنا ہوگا اس کے بعد امریکہ میں پابندی لگادی اور آج بھی کرکٹ امریکہ کا غیر سرکاری کھیل ہے۔

ایسے ہی بہت سے ترقی یافتہ اور تعلیم یافتہ ممالک ہیں جن کی کوئی کرکٹ ٹیم نہیں۔

☆☆☆

تفریح اور کھیل کود کے شرعی ضابطے

وہ کھیل جو بلا مقصد محض وقت گزاری کے لئے کھیلے جاتے ہیں، وہ بھی ناجائز ہوں گے۔ اس لئے کہ قرآن کریم میں تو مومنوں کی صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بیکار باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ (مومن: ۱۳) اس طرح کے کھیلوں کا اصولی طور پر حکم جاننے کے لئے حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ چشم کشا ہے: (الف) وہ کھیل جس سے دینی یا دنیوی معتد بہا فائدہ مقصود نہ ہو وہ ناجائز ہے۔ (ب) جس کھیل سے کوئی دینی یا دنیوی فائدہ معتد بہا مقصود ہو، وہ جائز ہے، بشرطیکہ اس میں کوئی امر خلاف شرع ملا ہوا نہ ہو۔

لہٰذا معلوم ہوا کہ گیند کا کھیل خواہ کرکٹ وغیرہ وں، یا دوسرے دیسی کھیل، فی نفسہ جائز ہیں، کیوں کہ ان سے تفریح طبع اور ورزش وتقویت ہوتی ہے، جو دنیوی اہم فائدہ بھی ہے اور دینی فوائد کے لئے سبب بھی، لیکن شرط یہی ہے کہ یہ کھیل اس طرح پر ہوں کہ ان میں کوئی امر خلاف شرع اور تشبہ بالکفار نہ ہو، نہ ہی لباس کے طرز میں انگریزیت ہو اور نہ گھٹنے کھلے ہوں، نہ اپنے نہ دوسروں کے اور نہ اس طرح اشتغال ہو کہ ضروریات اسلام نماز وغیرہ میں خلل آئے، اگر کوئی شخص ان شرائط کے

ساتھ کرکٹ، ٹینس وغیرہ کھیل سکتا ہے، تو اس کے لئے جائز ہے ورنہ نہیں، آج کل چوں کہ عموماً یہ شرائط موجودہ کھیل میں نہیں ہیں، اس لئے ناجائز کہا جاتا ہے۔ (امداد المفتیین جدید:۱۰۰۱،۱۰۰۲) معلوم ہوا کہ موجودہ دور میں مروج کھیل مثلاً: ہاکی، فٹ بال، والی بال، ٹینس، بیڈمینٹن، کشتی، کرکٹ کی بعض شکلیں وغیرہ، جس میں بھرپور ورزش کا امکان ہوتا ہے، فی نفسہ ان کا کھیل درست ہے، لیکن چوں کہ عام طور پر ان کھیلوں میں اور ان کے لئے منعقد ہونے والے مقابلوں میں مندرجہ ذیل خرابیاں در آئی ہیں: (۱) انہماک زیاد ہونا (۲) لوگ فرائض و واجبات سے غافل ہوجاتے ہیں (۳) اسراف وتبذیر کی نوبت آتی ہے (۴) وقت کا بے پناہ ضیاع ہوتا ہے (۵) اکثر کھیلوں میں ستر پوشی کا اہتمام نہیں کیا جاتا ہے (۶) اکثر جگہوں پر مرد وعورت کا اختلاط ہوتا ہے (۷) محرمات: مثلاً بدنظری، گانا، ڈانس، ہلڑ بازی کا ارتکاب ہوتا ہے (۸) بعض کھیل کے ماہرین کو قومی ہیرو اور آئیڈیل کا درجہ دے کر نونہالوں کے مستقبل سے کھلواڑ کیا جاتا ہے (۹) سٹے بازی، جوئے بازی، میچ فکسنگ اور اسپاٹ فکسنگ کا سیلاب بلاخیز آیا ہوا ہے، لہٰذا مذکورہ خرابیوں کی وجہ سے ان کھیلوں کے عدم جواز کا حکم لگایا جاتا ہے۔

جیت ہار میں پیسے کی شرط

کھیل کی جیت ہار میں اگر پیسے کی شرط ہو تو اس کی چند صورتیں ہوسکتی ہیں۔ ایک صورت ناجائز ہے۔ باقی صورتیں جائز ہیں: (۱) دو یا چند افراد کے مابین مقابلہ ہو اور ہر شخص پر یہ بات لازم قرار دی گئی ہو کہ وہ ہارنے کی صورت میں جیتنے والے کو متعین رقم دے گا اور اگر وہ جیت جائے تو دوسرے لوگ اسے رقم دیں گے۔ یہ صورت جوا ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔ (۲) دو آدمیوں میں جیت ہار پر دوطرفہ

شرط ہو، لیکن تیسرے آدمی کو بغیر کسی شرط کے شریک کرلیا گیا ہو کہ اگر وہ ہار جائے تو اسے کچھ دینا نہ پڑے گا اور اگر وہ جیتے تو باقی دونوں اسے حسب معاہدہ انعام دیں گے اور تیسرا شخص بھی اس پوزیشن میں ہو کہ اس کے جیتنے کی توقع کی جاسکتی ہو، یہ صورت بھی جائز ہے۔ (۴) دو شخص مقابلہ میں شریک ہوں اور جیتنے والے کو انعام کوئی کمپنی، حکومت، ادارہ یا کوئی اور شخص دے، یہ صورت بھی جائز ہے۔

(بدائع الصنائع، کتاب السباق: ۲۰۶/۶، ردالمحتار)

کھیل دیکھنے کے لئے ٹکٹ خریدنے کا حکم

کھیل دیکھنے کے لئے اسٹیڈیم اور میدان میں داخل ہونے کے لئے ناظرین کو داخلہ کارڈ، یا ٹکٹ کی خریداری کرنی پڑتی ہے اس کا شرعی حکم کھیل کی نوعیت سے وابستہ ہے۔ جائز کھیلوں کے لئے ٹکٹ کی خریداری اور انہیں دیکھنے کی گنجائش ہے اور ناجائز و مکروہ کھیل کے لئے نہ ٹکٹ خریدنے کی گنجائش ہے، نہ دیکھنے کی۔ کیوں کہ یہ آیت کریمہ "یشتری لھو الحدیث" کی وعید میں شامل ہے۔

سیر وسیاحت

نئے مقامات کی دریافت، فرحت انگیز اور خوش کن مناظر، بلند وبالا عمارت، آثار قدیمہ اور تہذیبوں کے مدفن کھنڈرات کے مشاہدہ اور مقدس مقامات و مذہبی اماکن کی زیارت کا داعیہ فطری ہے۔ اس سے انسان کے تجربات میں اضافہ ہوتا ہے، بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اسی جذبہ کے تحت سیر وسیاحت کا ہر زمانہ میں رواج رہا ہے، بہت سے علماء و محققین اور دانشوروں نے سیر وسیاحت اور بادیہ پیمائی اور ہفت خوان عالم کی سیاحی و صحرانوردی سے حاصل تجربات کو دوسروں تک بھی

پہنچانے کا بیڑا اٹھایا، اس طرح ایک مستقل فن ''سفرناموں'' اور ''رحلات'' کی شکل میں سامنے آیا۔ دنیا ان سفرناموں اور رحلات کے ذریعہ ان تاریخی اسرار و رموز، تہذیب و تمدن اقوام و ملل، رسم و رواج، مختلف ممالک کے باشندوں کی زندگی کے حالات اور تجربات وغیرہ سے روشناس ہوئی کہ اگر یہ سفرنامے نہ ہوتے تو کبھی ان کا پتہ بھی نہ چلتا، نہ اسکا سراغ ملتا۔ ابن بطوطہ مغربی رحمۃ اللہ علیہ ابن حوقل رحمۃ اللہ علیہ حکیم ناصر خسرو مسلمانوں میں شہرہ آفاق سیاح گذرے ہیں۔ خود ہندوستان کی تاریخ اور قدیم تمدن کے بیان میں مشہور چینی سیاح ہیان جیونگ کو دستاویزی حیثیت حاصل ہے۔

شرعی نقطۂ نظر سے سیر و سیاحت جائز مقاصد اور جائز طریقہ پر درست ہے۔ بلکہ قرآن کریم کی متعدد آیات میں '' سِیۡـرُوۡا فِـیۡ الۡاَرۡضِ '' کا حکم دیا گیا ہے۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے: قُلۡ سِیۡرُوۡا فِیۡ الۡاَرۡضِ فَانظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الۡـمُـجۡـرِمِیۡنَ. (سورہ النمل: ۶۹) کہ اے نبی کہہ دیجئے کہ روئے زمین پر سیر کرو اور دیکھو جرم کرنے والوں کا انجام کیا ہوا۔ حکم باری تعالیٰ ہے: قُـلۡ سِیۡـرُوۡا فِـیۡ الۡاَرۡضِ فَـانـظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلُ کَانَ اَکۡثَرُھُمۡ مُّشۡرِکِیۡنَ. (سورہ روم: ۴۲) اے نبی کہہ دیجئے! کہ تم روئے زمین پر گھومتے پھرو اور دیکھو کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو پہلے ہوا کرتے تھے، ان میں سے اکثر مشرک تھے۔

مذکورہ آیات اور اس مفہوم کی دوسری آیتوں میں غور و فکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ''سیر فی الارض'' یا سیاحت نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ مطلوب ہے، لیکن یہ سیر بامقصد ہونی چاہئے، ''نیک لوگوں'' کے علاقوں اور ان کے آثار کو دیکھ کر اسباب انعام کی رغبت پیدا ہو، نیکی اور بھلائی کا شوق پیدا ہوا۔ اور ''نافرمانوں'' کے مقامات اور ان کے آثار کو دیکھ اسبابِ غضب سے بچنے کا داعیہ پیدا ہو، قلب میں رقت پیدا ہوا، رسول اللہ ﷺ جب ایک غزوے کے موقع پر قوم عاد کے علاقہ سے گذر رہے

تھے، تو آپ نے سواریوں کو تیز ہکانے کا حکم فرمایا اور چہرے پھیر لیئے، اور استغفار کی کثرت کا حکم دیا، مطلق سیر کی کوئی ممانعت نہیں۔ اس کا جواز یا عدم مقصد سفر سے وابستہ ہے۔ اگر مقاصد درست ہوں، تو سفر بھی درست ہوگا، اگر مقاصد غلط ہوں تو سفر بھی غلط ہوگا۔ جن علاقوں میں جان مال عزت وآبرو کو خطرہ لاحق ہو، ان علاقوں کا نہ تو خود سفر کرنا درست ہے، نہ اہل وعیال کو لے جانا درست ہے۔ بخاری شریف کی ایک روایت میں رات کے اوقات میں تنہا سفر کرنے سے منع فرمایا گیا ہے۔ کیوں کہ اس میں خطرہ ہے۔

جن مقامات پر مختلف ممالک کے سیاحوں کا ہجوم ہوتا ہے۔ وہاں بعض غیر شرعی باتیں بھی دیکھنے میں آتی ہیں۔ ایسے مقامات پر نظر کی حفاظت کرتے ہوئے، جانے کی گنجائش ہے، لیکن چوں کہ ماحول کا اثر مسلم ہے۔ لہٰذا ایسے مقامات پر نہ جانا ہی بہتر ہے، ایسے مقامات پر آداب کی رعایت کے ساتھ جس طرح جانے کی گنجائش ہے، فی نفسہ وہاں کے لئے سواری کرایہ پر لینے اور وہاں کاروباری نقطۂ نظر سے دکان لگانے کی بھی گنجائش ہے، البتہ یہ ضروری ہے کہ حکومتوں اور تنظیموں کی طرف سے بے حیائی کی روک تھام کے لئے اقدامات کیئے جائیں۔

تعلیم وتذکرے کے لئے فلموں کا استعمال

فلم درحقیقت عکس بندی کا نام ہے، یہ عکس بندی جاندار چیزوں کی بھی ہوتی ہے اور بے جان چیزوں کی بھی۔ کسی بھی جاندار کی تصویر کھینچنا اور کھینچوانا کسی حال میں بھی درست نہیں ہے۔ خواہ ہاتھ کے ذریعہ ہو، یا قلم سے یا کیمرہ کے ذریعہ ہو یا پریس پر چھاپ کر۔ یا سانچہ اور مشین میں ڈھال کر۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ الْمُصَوِّرُوْنَ. (بخاری حدیث:۵۹۵۴، باب التصاویر) قیامت

کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب تصویر بنانے والوں کو ہوگا۔ اس کے علاوہ اور بھی متعدد صحیح احادیث ہیں، جن میں تصویر سازی کی مذمت کی گئی ہے۔ ویڈیو اور کیمرہ کی تصویر بھی درحقیقت تصویر ہی ہے۔ اس سلسلہ میں عرب کے بعض غیر محتاط علماء کے ضعیف اقوال کو وجہ جواز نہیں بنایا جاسکتا، لہٰذا جان دار چیزوں کی فلم بندی کسی حال میں درست نہیں ہے، ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں۔

کارٹون دو طرح کے ہوتے ہیں: محض خاکہ جس میں چہرہ سر وغیرہ نہیں ہوتا ہے۔ دوسرا کارٹون، جو اخباروں اور ٹیلویژن میں مروّج ہے۔ جس میں سر بھی ہوتا ہے۔ چہرہ بھی ہوتا ہے اگرچہ وہ مسخ شدہ ہوتا ہے۔ پہلے قسم کا کارٹون، بلکہ خاکے بنانا درست ہے۔

دوسرے قسم کے کارٹون جو موجودہ زمانے میں مروّج ہیں، وہ بھی تصویر کے حکم میں داخل ہیں، اگرچہ وہ تصویر بگڑی ہوئی ہوتی ہے، لہٰذا اس طرح ذی روح کا کارٹون بنانا درست نہیں، بلکہ تصویر سازی کے گناہ پر بھلی صورتوں کو بگاڑ کر مذاق بنانے کا گناہ مستزاد ہوگا۔

کارٹون بنانا چوں کہ گناہ کا کام ہے، اس لئے اسکو ذریعہ آمدنی بنانا اور اس مقصد کے لئے ملازمت کرنا گناہ کے کاموں پر تعاون ہونے کی وجہ سے ممنوع ہوگا۔ ارشاد باری ہے: تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَان. یعنی نیکی کے کاموں پر تعاون کرو۔ گناہ اور ظلم کے کاموں پر تعاون مت کرو۔ بعض فقہاء نے نابالغ بچوں کے لئے باتصویر کھلونوں سے کھیلنے کو درست قرار دیا ہے۔ نابالغ بچے اگر کارٹون کے پروگرام دیکھیں، تو اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ بچوں کا وقت ضائع نہ ہو اور ان کے دلوں سے تصویر کی کراہت نہ نکلے۔ (تصویر کے شرعی احکام: از مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ)

اسٹیج ڈرامہ

بہتر مقاصد کے لئے اگر اسٹیج ڈرامہ کیا جاتا ہے، تو اس شرط کے ساتھ اس کی اجازت ہے کہ اس میں (۱) دھوکہ نہ ہو (۲) موسیقی کا استعمال نہ ہو (۳) کسی مومن کی کردار کشی نہ کی گئی ہو (۴) شکلیں بگاڑی نہ جائیں (۵) انہماک زائد نہ ہو (۶) مرد وزن کا اختلاط نہ ہو، لیکن موجودہ زمانے میں جو "اسٹیج شو" کے نام سے ڈرامے مروّج ہیں، وہ مفاسد سے پُر ہوتے ہیں۔ اس لئے ممنوع ہیں۔

مدارس میں منعقد ہونے والے مکالمے، محادثے اگر مذکورہ مفاسد سے پاک ہوں تو ان کی گنجائش ہے۔

تمام تفریحات اور کھیل کود میں اصل یہ ہے کہ انسان کسی حال میں اپنے مقصدِ حیات اور فکرِ آخرت سے غافل نہ ہو۔

☆☆☆

کھیل کود اور لہو ولعب کے اقسام

حضرت مولانا زین العابدین صاحب اعظمی مظاہر علوم سہارنپور لکھتے ہیں کہ

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ قَالَ: لَا يَضْرِبُ اَحَدٌ عَبْدًا لَّهُ وَهُوَ ظَالِمٌ لَّهُ اِلَّا اُقِيْدَ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ. عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ کوئی آدمی ظلم کرکے اپنے غلام کو مارے تو وہ مار رائیگاں نہیں ہوتی، الّا یہ کہ قیامت کے دن مارنے والے سے اس کا بدلہ لے لیا جائے گا۔

قَالَ سَمِعْتُ اَبَا لَيْلٰى قَالَ : خَرَجَ سَلْمَانُ فَاِذَا عَلَفُ دَابَّتِهٖ يَتَسَاقَطُ مِنَ الْاٰرِيِّ فَقَالَ لِخَادِمِهٖ: لَوْ لَا اَنِّيْ اَخَافُ الْقِصَاصِ لَاَوْجَعْتُكَ. ابولیلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ باہر آئے تو دیکھا کہ ان کے جانور کا چارہ ارگنی پر سے گر رہا ہے۔ تو خادم سے کہا اگر آخرت میں بدلہ دینے کا ڈر نہ ہوتا تو تیری دردناک پٹائی کرتا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَتُؤَدَّنَّ الْحُقُوْقُ اِلٰى اَهْلِهَا، حَتّٰى يُقَادُ لِلشَّاةِ الْجَمَّاءَ مِنَ الشَّاةِ الْقَرْنَاءِ. نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نقل کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت میں حق

دار کو حقوق دلائے جائیں گے، یہاں تک کہ بے سینگ والی بکری کو سینگ مارنے والی بکری سے بدلہ دلوایا جائے گا۔

فائدہ: کسی شخص کو دوسرے پر دست رس حاصل ہے اور دوسرے کو بدلہ لینے کی طاقت نہیں ہے تو اگر پہلے شخص نے دوسرے کو ناحق دبایا ہوگا تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دوسرے کو قابو دے گا اور پہلے شخص کو بے بس بنادے گا، اور مظلوم سے کہے گا کہ اس ظالم سے تم اپنا بدلہ لے لو، اس طرح کمزور کو طاقتور سے بدلہ دلا کر رہیں گے، یہاں سینگ اور بے سینگ والی بکریوں سے مراد ہے۔ حقیقۃً بکری مراد لینے میں یہ اشکال ہے کہ جانور تو دنیا میں مکلّف نہیں ہیں ان پر عذاب وثواب بھی نہیں ہے، تو بکری کا مکلّف ہونا لازم آتا ہے، اس کا جواب بعض لوگوں نے یہ دیا کہ قصاص تکلیف نہیں ہے بلکہ قصاص مقابلہ ہے، ابن الملک نے فرمایا کہ مطلب یہ ہے کہ اگر سینگ والی بکری نے بے سینگ والی کو دنیا میں مارا ہوگا تو قیامت کے دن اس کی سینگ لے کر بے سینگ والی کو دے دیا جائے گا تا کہ وہ اپنا بدلہ خود لے لے، مگر اس پر بھی وہی اشکال ہے کہ بکری کا مکلّف ہونا لازم آتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فعال لما یشاء ہے اس کی کسی بات پر سوال نہیں کیا جاسکتا، وفیہ مافیہ۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ حقوق کی ادائیگی پر مکلفین کو تاکید فرمائی جارہی ہے اور مبالغہ کے طور پر بکری کو تغلیباً ذکر کردیا گیا ہے، جو احتمال فرضی ہے اور وہ بھی مکلفین کو ڈرانے کیلئے اس پر لمبی بحث مرقاۃ المفاتیح جلد ۹ ص: ۳۱۵ پر ہے جو مشکوٰۃ باب الظلم الفصل الاول کی آخری حدیث ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

نہ ہر جائے مرکب تو ان ساختن
کہ جاہا سپر باید انداختن

دوسرا اختلاف: یہ حدیث الادب المفرد میں اسی لفظ سے ہے: ”للشاة الجماء“ مگر صحیح مسلم ۲/۳۲۰ اور جامع ترمذی ۲/۶۴ میں یہ لفظ ہے: ”تقاد الشاة الجلحاء من الشاة القرناء“ ہے اور امام ترمذی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے اور امام نووی نے فرمایا کہ: والجلحاء بالمدھی الجماء التی لاقرن لھا یعنی الجلحاء اور الجماء دونوں کے معنی ایک ہیں: وہ جانور جس کے سینگ نہ ہو۔

عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِیْ بَیْتِھَا، فَدَعَا وَصِیْفَةً لَّہٗ، اَوْلَھَا، فَاَبطَتْ فَاسْتَبَانَ الْغَضَبُ فِیْ وَجْھِہٖ، فَقَامَتْ اُمُّ سَلْمَةَ اِلَی الْحِجَابِ، فَوَجَدَتِ الْوَصِیْفَةَ تَلْعَبُ وَمَعَہٗ سِوَاکٌ، فَقَالَ: لَوْ لَا خَشْیَةُ الْقَوَدِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ لَاَوْجَعْتُکَ بِھٰذَا السِّوَاکِ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نقل کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں تھے پھر اپنی ایک خادمہ کو بلایا۔ یا ام سلمہ کی خادمہ کو۔ اس نے آنے میں دیر کردی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ میں غصہ ظاہر ہوگیا، تب ام سلمہ حجاب کی طرف لپکیں اور دیکھا کہ خادمہ کھیل رہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک مسواک تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر قیامت کے دن مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تم کو ضرور اس مسواک کا حکم کرتا۔

جس چیز کی بنیاد لہو ولعب پر مشتمل ہو غفلت و بے پرواہی ہو وہ کفار کا شعار ہے۔ ارشاد الٰہی ہے: وَالَّذِیْنَ ھُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ. (المومنون:۳) کہ اہل ایمان کی صفت یہ ہے کہ وہ لغو اور فضول باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔

لہٰذا شرعی نقطۂ نظر سے ہر وہ کام، قابل تعریف ہے: جو انسان کو مقصد اصلی پر گامزن رکھے، ہر اس کام کی اجازت ہے جس میں دنیا و آخرت کا یقینی فائدہ ہو، کھیلوں میں سے بھی صرف انہیں اقسام کی اجازت ہے، جو جسمانی یا روحانی فوائد

کے حامل ہوں، وہ کھیل جو محض تضیع اوقات کا ذریعہ ہوں، فکر آخرت سے غافل کرنے والے ہوں، وہ کھیل جو دوسروں کے ساتھ دھوکہ فریب یا ضرر رسانی پر مبنی ہوں، ان کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **کل ما يلهو به المرئ المسلم باطل الا رمية بقوسه وتاديبه فرسه وملاعبته امراته فانهن من الحق.** (ترمذی، ابن ماجہ، فتح الباری:۱۱-۱۹) یعنی مرد مومن کا ہر کھیل بیکار ہے سوائے تین چیز کے: (۱) تیر اندازی کرنا، (۲) گھوڑے سدھانا، (۳) اپنی بیوی کے ساتھ کھیلنا، کیوں کہ یہ تینوں کھیل حق ہیں۔

ناپسندیدہ کھیل

ان کے علاوہ جو کھیل کود رائج ہیں، ان کی شرعی حیثیت کے بارے میں یہ تفصیل ہے کہ جن کھیلوں کی احادیث وآثار میں صریح ممانعت کی گئی ہے، وہ سب ناجائز ہیں: جیسے نرد، شطرنج، کبوتر بازی، اور جانوروں کو لڑانا۔

نرد

رسول اللہ ﷺ نے نرد یعنی چوسر کھیلنے سے سختی سے منع فرمایا: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے نردشیر کا کھیل کھیلا، تو گویا اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے گوشت اور خون سے رنگ لیئے۔ (مسلم، مشکوۃ: ۳۸۶) ایک دوسری روایت میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ جس نے نرد یعنی چوسر کھیلا اس نے اللہ اور رسول کی نافرمانی کی۔ (ابوداؤد)

شطرنج

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شطرنج کھیلنے سے صراحتاً منع فرمایا اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شطرنج کی ممانعت رسول اللہ ﷺ سے سنی ہوگی۔ (مرقاۃ المصابیح: ۳۸۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: شطرنج عجمیوں کا جوا ہے۔ (بیہقی، مشکوۃ ۳۸۷) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: شطرنج گناہ گاروں کا کھیل ہے انہی سے ایک شخص نے شطرنج کھیلنے کے بارے میں دریافت کیا۔ تو انہوں نے فرمایا: یہ باطل (بیکار کھیل) ہے اور اللہ تعالیٰ باطل کو پسند نہیں فرماتے۔ (بیہقی، مشکوۃ ۸۷)۔ انہی آثار وروایات کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اس کے کھیلنے کو ناجائز کہتے ہیں۔ (التفسیر الاحمدی، بحوالہ امداد الفتاوی: ۴/۲۴۱)

کبوتر بازی

احادیث کی روشنی میں یہ بھی ممنوع ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کے پیچھے دوڑتے ہوئے دیکھا: تو فرمایا: شیطان یتبع شیطانۃ کہ ایک شیطان دوسرے شیطان کے پیچھے دوڑا جا رہا ہے۔ (ابوداؤد)

کنز العمال کی ایک روایت میں ہے کہ جب دنیا میں ساز وسامان کی فراوانی ہوئی اور لوگوں پر موٹاپا چڑھنے لگا، تو مدینہ طیبہ میں پہلی برائی یہ ظاہر ہوئی کہ لوگوں نے کبوتر بازی اور غلیل بازی شروع کردی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا زمانہ تھا، انہوں نے بنولیث سے تعلق رکھنے والے ایک صاحب کو مدینہ منورہ میں محض اس کام کے لئے مقرر کیا کہ وہ کبوتر کے پر کاٹ دیں اور غلیلیں توڑ دیں۔

مرغ بازی، بٹیر بازی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح سے جانوروں کو آپس میں لڑانے کی ممانعت فرمائی ہے، چاہے مرغیوں کو لڑایا جائے، یا بٹیر کو یا مینڈھے کو جس کے لڑانے کا معاشرے میں عام رواج ہے، یا کسی اور جانور کو لڑایا جائے۔ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ التَّحْرِيْشِ بَيْنَ الْبَهَائِمِ . (ترمذی، ابوداؤد) حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ ''جانوروں کے حقوق'' میں اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ''مرغ بازی، بٹیر بازی، اور مینڈھے لڑانا، اسی طرح کسی جانور کو لڑانا، سب اس میں داخل ہے اور سب حرام ہے کہ خواہ مخواہ ان کو تکلیف دینا ہے اور اسی کے حکم میں ہے، گاڑی بانوں کا بیلوں کو بھگانا کہ وہ بھی ہانپ جاتے ہیں اور بعض اوقات سواریوں کی چوٹ لگ جاتی ہے اور بجز تفاخر اور مقابلہ کے اس میں کوئی مصلحت نہیں اور گھوڑے دوڑ وغیرہ جب کہ اس میں جوا نہ ہو، اس سے مستثنٰی ہے کہ ان کی مشاقی میں مصلحت ہے''۔ (ارشاد الہائم فی حقوق البہائم: ۱۹)

موجودہ زمانے کے چند کھیل

۱- پتنگ بازی: جو حکم کبوتر کے پیچھے دوڑنے کا ہے وہی حکم پتنگ کے پیچھے دوڑنے کا ہے، یعنی ناجائز۔ حدیث میں ایسے شخص کو شیطان قرار دیا گیا ہے۔ (ابوداؤد) اس میں بھی اور ناجائز کھیلوں کی طرح متعدد مفاسد و مضرتیں پائی جاتی ہیں اور بعض علاقوں میں خاص مواقع پر ''بسنت منانے'' کے عنوان سے وہ ہلڑ بازی ہوتی ہے کہ خدا کی پناہ! اس کے علاوہ قوم کے لاکھوں کروڑوں روپے محض پتنگ بازی کی نذر ہو جاتے ہیں۔ بعض اوقات چھتوں سے گر کر جان کا ضیاع بھی ہوتا ہے، کٹی ہوئی پتنگ کو زبردستی لوٹ لیا جاتا ہے، بے پردگی الگ ہوتی ہے ان امور قبیحہ کی وجہ سے پتنگ بازی بھی شرعی نقطۂ نظر سے ممنوع ہے۔

۲- تاش بازی: یہ کھیل بھی شرعی نقطۂ نظر سے ممنوع ہے اس لئے کہ تاش عام طور پر باتصویر ہوا کرتے ہیں، تاش کھیلنا عام طور پر فاسق و فاجر لوگوں کا معمول ہے بالعموم جوا اور قمار کی شمولیت ہوتی ہے اگر جوئے کے بغیر بھی کھیلا جائے تو شطرنج کے

حکم میں ہو کر مکروہ تحریمی کہلائے گا بعض احادیث میں شطرنج کی ممانعت آئی ہے، جو مصلحت شطرنج کو منع کرنے میں ہے، وہی بات تاش کھیلنے میں پائی جاتی ہے، جہاں تک معاملہ تعلیمی تاش کا ہے تو یہ کھیل اگر جوے اور انہماک زائد سے پاک ہو تو نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ مبتدیوں کے لئے یک گونہ مفید بھی ہے۔ (امداد الفتاویٰ)

۳-باکسنگ، فائٹنگ: موجودہ زمانہ میں باکسنگ مکابازی، فری اسٹائل فائٹنگ کے جو مقابلے منعقد ہوتے ہیں وہ شریعت اسلامی میں بالکل حرام ہیں، اسے جائز ورزش کا نام نہیں دیا جاسکتا، کیوں کہ اس میں فریق مقابل کو شدید جسمانی اذیت پہنچانے کو جائز تصور کیا جاتا ہے، جس سے ہوسکتا ہے کہ مد مقابل اندھے پن، سخت نقصان، دماغی چوٹ یا گہری ٹوٹ پھوٹ، بلکہ موت سے بھی دوچار ہو جائے۔ اس میں مارنیوالے پر اس نقصان کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے جیتنے والے کے حامیوں کو اس کی جیت پر خوشی اور مقابلہ کی اذیت پر مسرت ہوتی ہے جو اسلام میں ہر حال میں حرام اور نا قابل قبول ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ'' یعنی اور تم اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت ڈالو۔

۴-بیلوں کے ساتھ کشتی: اسی طرح بیلوں کے ساتھ کشتی جس میں تربیت یافتہ مسلح افراد اپنی مہارت سے بیل کو موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں، یہ بھی حرام ہے کیوں کہ اس میں جانور کو ایذا پہنچا کر اور جسم میں نیزے بھونک کر قتل کیا جاتا ہے۔ اور بعض اوقات بیل بھی مد مقابل انسان کو ختم کر دیتا ہے یہ عمل کسی بھی حال میں درست نہیں، اس لئے کہ روایت میں ایک بلی کو بھوکا مارنے پر سخت وعید یعنی جہنم میں ڈالنے کا مضمون آیا ہے۔

۵-کیرم بورڈ: یہ کھیل بھی اگر انہماک اور جوے کے بغیر کھیلا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

۶-لوڈو: اگر اس میں ذی روح کی تصویر اور مذکورہ خرابیاں نہ ہوں تو اس کی بھی گنجائش ہے۔

۷-ویڈیو گیم: اس کھیل کی مختلف شکلیں رائج ہیں: (۱) جس میں جاندار کی تصویریں نہ ہوں، بلکہ بے جان اشیاء مثلاً، ہیلی کاپٹر، جہاز، موٹرسائیکل، بس، ٹیکسی، وغیرہ چلانے یا انہیں شکار کرنے کا کھیل ہو یا جانور کی تصویریں ہوں، مگر وہ اس قدر غیر واضح ہوں کہ انہیں تصویر نہ کہا جاسکے، بلکہ وہ محض ایک خاکہ کی شکل ہوں، تو ان دونوں شکلوں میں وقتی تفریح طبع کے لئے یا ذہن کی تیزی اور حاضر دماغی کے لئے اس کھیل کی اس شرط کے ساتھ گنجائش ہے کہ مذکورہ ممانعتوں سے پاک ہو۔ (۲) وہ بڑے ویڈیو گیم، جن میں جانداروں کی تصویریں واضح ہوں، یہ کھیل تصویر کی حرمت کی وجہ سے ناجائز ہوں گے، ہاکی، فٹ بال، والی بال، ٹینس، بیڈمنٹن، کرکٹ، اوپر ذکر کئے گئے کھیلوں کے علاوہ جو بھی کھیل ہیں اگر وہ کسی معصیت، حرام یا ناجائز کام پر مشتمل ہوں، وہ بھی اس مقصد حرام کی وجہ سے ناجائز ہوں گے۔ مثلاً کسی کھیل میں ستر کھولا جائے، یا اس کھیل میں جوا بازی ہو، یا اس میں مرد وعورت کا مخلوط اجتماع ہو، یا اس میں موسیقی کا اہتمام ہو، یا کفار کی خاص مشابہت ہو، یا اسکی وجہ سے فرائض وواجبات میں غفلت ہورہی ہو۔

☆☆☆

گالی کے نقصانات

ایک طرف تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ گالی گلوچ کرنے کا گناہ ابتدا کرنے والے پر ہوگا تو دوسری طرف اخلاقی طور پر یہ بھی ہدایت کی ہے کہ گالی کا جواب گالی سے نہ دیا جائے، اس لئے کہ ایسا کرنے سے دو نوں میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔

''حضرت سعید بن میبّب فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی تھے۔ ایک شخص نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں زبان درازی کی اور انہیں ایذا پہنچائی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ اس نے پھر دوسری بار ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تکلیف دی تو بھی وہ چپ رہے۔ اس نے تیسری بار بھی تکلیف پہنچائی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے جواب میں کچھ کہہ دیا۔ جونہی ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوا اور وہ اس تکلیف پہنچانے والی کی تکذیب کرتا رہا جب تم نے اسے جواب دیا تو درمیان میں شیطان آپڑا لہٰذا جہاں شیطان آپڑے تو میں وہاں بیٹھنے والا نہیں ہوں''۔ (سنن ابی داؤد)

گالی نیکیوں کے ضیاع کا باعث

قیامت کے دن نیکیاں انسان کا واحد سرمایہ ہوں گی اور انسان انکے بدلے جنت کی آرزو لگائے بیٹھا رہگا، مگر گالی گلوچ کرنے والے شخص پر صد افسوس! کہ اس کی نیکیاں قیامت کے دن اس شخص کو دے دی جائیں گی جس کو اس نے بلا وجہ گالی دی تھی۔ اور رسول اللہ ﷺ نے ایسے شخص کو "مفلس" قرار دیا۔

آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم میں مفلس وہ آدمی ہے کہ جس کے پاس مال اسباب نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن میری امت کا مفلس وہ آدمی ہوگا کہ جو نماز روزے زکوۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئیگا لیکن اس آدمی نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی پر تہمت لگائی ہوگی اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو ان سب لوگوں کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور اگر اس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیے جائیں گے پھر اس آدمی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا"۔ (مسلم)

مسلمان کو گالی دینا فسق ہے

اسلام واحد مذہب ہے جو مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے حقوق کا بھی خاص خیال رکھتا ہے۔ اسلام نے ویسے تو کسی کو بھی گالی دینے کو ممنوع قرار دیا ہے لیکن کسی مسلمان کو گالی دینا فسق یعنی بہت سخت گناہ کے زمرے میں آتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے"۔ (صحیح بخاری)

ماں باپ کو گالی دینا

حقوق العباد میں والدین کے حقوق کی بہت اہمیت ہے اس لئے والدین کو گالی نکالنے کا گناہ بھی بہت زیادہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں فرمایا: ''بڑے گناہ یہ ہیں کہ کوئی آدمی اپنے ماں باپ کو گالی دے (جب کہ بخاری شریف کی روایت میں گالی کے بجائے لعنت کرنے کا ذکر ہے) صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی آدمی اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کوئی آدمی کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو اپنے باپ کو گالی دیتا ہے اور کوئی کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ اپنی کی ماں کو گالی دیتا ہے''۔ (مسلم)

آج کل تو معاشرے میں ایسے بد بخت بھی موجود ہیں جو براہ راست اپنے والدین کو گالیاں نکالتے ہیں۔ آپ سوچیں کہ ان بد بختوں کا کیا حال ہوگا؟

زمانہ یا دن کو برا بھلا کہنے کی ممانعت

ہمارے معاشرے میں یہ بات عام ہوگئی ہے کہ جس دن کسی کو کوئی نقصان ہوتا ہے تو وہ فوراً کہہ دیتا ہے: ''آج کا دن ہی برا ہے'' حالانکہ زمانہ یا دن کو برا کہنا اللہ تعالیٰ کو تکلیف دینا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ابن آدم زمانے کو گالی دیکر مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں ہی ہوں، میرے ہی قبضہ قدرت میں تمام امور ہیں اور میں رات اور دن کو گردش دیتا ہوں۔'' (صحیح بخاری)

ملازم کو گالی دینے کی ممانت

آج کے جدید تہذیب یافتہ معاشروں میں مالک کا ملازم کے ساتھ گالی گلوچ کرنا معیوب نہیں سمجھا جاتا حالانکہ ملازم کو اس پر بڑی کوفت ہوتی ہے مگر وہ ملازمت

چلے جانے کے ڈر سے دل ہی دل میں خون کے آنسو پی کر صبر کر جاتا ہے۔ ہادی عالم ﷺ کا اسوہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے اور ان کی دس سال تک خدمت کرنے والے حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں: ''میں نے دس سال نبی کریم ﷺ کی خدمت کی اور اللہ کی قسم آپ ﷺ نے نہ مجھے کبھی گالی دی اور نہ مجھے کبھی اف تک کہا''۔

مردے کو گالی دینے کی ممانعت

اسلام کی حقانیت کا ایک اور ثبوت ملاحظہ کیجئے کہ اسلام نے زندوں کے ساتھ مردوں کو بھی گالی نکالنے اور ان کو برا بھلا کہنے سے منع کیا ہے۔ اس لئے کہ اس میں دو گناہ ہیں: ایک مردوں کے متعلقین کو تکلیف دینے کا اور دوسرا مردوں کو گالی دینے کا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''مردوں کا گالی نہ دو کیونکہ اس سے زندہ لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے''۔ (ترمذی)

لعن طعن (لعنت) کرنے کی ممانعت

اسلام نے جہاں گالی سے منع کیا ہے وہیں لعن طعن کرنے اور کسی پر لعنت کرنے سے بھی باز رہنے کا حکم دیا ہے کیونکہ لعنت بھی ایک گالی ہے اور میرے علم کے مطابق یہ بدترین گالی ہے اس لئے کہ لعنت کا مطلب ہے: کسی کو اللہ تعالیٰ رحمت سے دوری کی بددعا دینا۔ اب آپ خود سوچیں کہ کسی شخص کو اللہ کی رحمت سے دور ہونے کی بددعا دینا کتنی بڑی گالی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''نہ تم لعنت (بددعا) کرو اللہ کی لعنت کے ساتھ اور نہ اس کے غضب کے ساتھ اور نہ آگ کے عذاب کے ساتھ''۔ (ترمذی)

نبی اکرم ﷺ کا غصے میں طرز عمل

انسان اپنی فطرت کے مطابق کبھی غصہ میں آجاتا ہے اور کبھی آپے سے بھی باہر ہو جاتا ہے ایسے تمام مواقع پر ہمیں چاہئے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے اسوہ کو اپنے لئے مشعل راہ سمجھیں۔

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی ﷺ گالی گلوچ کرنے والے بدگوئی کرنے والے اور لعنت کرنے والے نہ تھے۔ہم میں سے کسی پر اگر کبھی ناراض ہوتے تو فرماتے اس کو کیا ہو گیا ہے؟اس کی پیشانی خاک آلود ہو''۔

غصے اور گالی گلوچ سے بچنے کا طریقہ

نبی کریم ﷺ نے ہمیں غصے اور گالی گلوچ سے بچنے کا طریقہ بھی بتایا ہے۔ حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ دو آدمیوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے گالی گلوچ کیا تو ان میں سے ایک شخص کی آنکھیں غصہ کے مارے لال پیلی ہو گئیں اور اس کی باچھیں پھولنے لگیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بیشک میں ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر یہ اسے کہے تو اس کا غصہ جاتا رہے اور وہ کلمہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ہے''۔

خلاصہ کلام

ہمارے معاشرے میں گالی گلوچ کا استعمال زیادہ سے زیادہ ہوتا جارہا ہے اور لوگوں نے گالی کو کئی طرح سے اپنی گفتگو کا حصہ بنالیا ہے۔(ا) بعض لوگوں نے گالی کو اپنی عادت بنالیا ہے کہ ہر بات پر گالی دینا ان کی گفتگو کا لازمی حصہ ہے اور

اس کے بغیر ان کی گفتگو پوری نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو اگر گالی سے روکا جائے تو وہ فوراً کہہ دیتے ہیں کہ گالی ہماری عادت بن گئی ہے، اس سے چھٹکارا ممکن نہیں۔ (۲) بعض لوگ مزاحاً گالی دیتے ہیں اور سننے والی کی غیرت بھی شاید مزاح میں ''مر'' جاتی ہے اور اس طرح مزاح میں گالی دینے سے کسی کا کوئی عیب محسوس نہیں ہوتا نہ گالی دینے والے کو نہ اسے جسے گالی دی جارہی ہے۔ حالانکہ ماں بہن کی گالی پر انسان کا غصے میں آنا فطرتی بات ہے۔ (۳) بعض لوگ غصے کی حالت میں گالی گلوچ تک پہنچ جاتے ہیں۔ اگر ان سے گالی نہ دینے کی بات کی جائے تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم سے کنٹرول نہیں ہوتا حالانکہ نبی کریم ﷺ نے غصے کو کنٹرول کرنے کا طریقہ بتایا ہے جو ماقبل بیان ہو گیا ہے۔ (۴) بعض لوگ گالی دینے کو اپنی مجبوری ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر ہم اپنے ملازموں کو گالی نہ دیں تو وہ کام نہیں کرتے حالانکہ نبی کریم ﷺ نے ملازم کو گالی دینے سے منع فرمایا ہے۔

الغرض! ہمارے معاشرے میں گالی عام گفتگو کا حصہ بنتی جارہی ہے اور لوگ اس طرف توجہ نہیں دیتے کہ یہ گالی گلوچ فساد کی جڑ اور بدترین گناہ ہے جسے کسی بھی طور پر اپنی گفتگو کا حصہ بنانا اللہ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہر طرح کی برائیوں سے محفوظ رکھے۔ آمین یارب العالمین۔

☆☆☆

نفاق کی غذا: گانا بجانا

چرچ کی تمام کوششیں ناکام ہوتی جارہی ہیں مسلمانوں کو کرسچن بنانے کے لئے کلیسانے اپنی پوری طاقت جھونک دی لیکن نتیجہ امید کے برخلاف۔ عیسائیت کے رنگ میں رنگنے کے لئے تمام وسائل وذرائع استعمال کئے جارہے ہیں، لیکن کامیابی کے آثار نظر نہیں آتے۔ ۲۰۰۶ء میں قاہرہ میں اس پر غور وفکر کرنے کے لئے کانفرنس منعقد کی گئی، پوری دنیا سے عیسائیت کے پیشوا اکٹھے ہوئے، بحث ومباحثہ کے دوران کانفرنس کے صدر زویمر نے کہا کہ اس کے لئے سب سے اہم ذریعہ مسلمانوں کے درمیان موسیقی کو فروغ دینا ہے، تمام پادریوں نے اس رائے کو سراہا کہ اس کے ذریعہ سے بہتر اور نتیجہ خیز طریقے پر مسلمانوں کے درمیان عیسائیت کی تبلیغ ہوسکتی ہے۔ اس رنگ میں رنگنے کے بعد بھی اگر وہ مسلمان رہے تو صرف نام کے مسلمان ہوں گے۔ اپنی فکر اور سوچ کے اعتبار سے وہ مکمل طور پر نصرانی ہوگے۔

یہودی علما، مفکروں اور دانشوروں نے پوری دنیا پر بالواسطہ یہودی حکومت قائم کرنے کیلئے پلاننگ کی، اس کیلئے اور انہیں غفلت اور مدہوشی کی نیند سلانے کیلئے ضروری ہے کہ ان کے درمیان ''اسپورٹ'' اور ''آرٹ'' کے نام سے ایسی چیزیں

رائج کی جائیں جو انہیں حقیقی مسائل سے غافل کردیں جس کے نتیجے میں وہ ہمارے حقیقی مقاصد سے نا آشنا ہوں گے اور ہر چیز میں ہماری ہمنوائی کریں گے۔

اسلام کی روز افزوں ترقی اور پھیلاؤ وسعت اور ہمہ گیری کو روکنے کے لئے مکہ کے مشرکوں نے متعدد حربے اور طریقے اپنائے، قصے اور کہانیوں کی کتابیں تلاش کرلائے تاکہ اس میں مشغول ہوکر لوگ قرآن سننے سے محروم ہوجائیں، گانے اور ناچنے والی باندی خرید لائے تاکہ اس میں مست ہوکر قرآن سے اثر پذیری کو وہ بھول جائیں ایسے ہی لوگوں کی حکایت اس آیت میں بیان کی گئی ہے:

''وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْتَرِیْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَن سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُواً أُولٰئِکَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ. وَإِذَا تُتْلٰی عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلّٰی مُسْتَكْبِراً كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِیْ أُذُنَيْهِ وَقْراً فَبَشِّرْهُ بِعَذَابٍ أَلِيْمٍ''۔

''اور کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی باتیں خرید لاتے ہیں تاکہ بے سمجھے بوجھے اللہ کی راہ سے لوگوں کو بھٹکادیں اور قرآنی آیت کا مذاق اڑائیں، ایسے لوگوں کے لئے ذلت آمیز عذاب ہے، جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ غرور اور گھمنڈ کی وجہ سے منھ موڑ لیتا ہے، گویا اس نے سنا ہی نہیں، گویا اس کے کان میں ڈاٹ ہو، سو ان کو دردناک عذاب کی خوش خبری سنادو''۔ (سورہ لقمان:۵)

صحابہ کرام اور تابعین عظام کا اتفاق ہے کہ اس آیت میں ''لہوالحدیث'' سے مراد گانا ہے۔ اور واقعہ ہے کہ دیگر لغویات اور خرافات کی بہ نسبت گانا بجانا حق سے روکنے اور قرآن سننے اور سمجھنے سے باز رکھنے اور گمراہی کی طرف لے جانے میں زیادہ کردار ادا کرتا ہے۔ گانے اور موسیقی کا عادی کبھی سنجیدہ نہیں ہوتا، ہر بات کو وہ ہنسی

مذاق سمجھتا ہے، سنجیدہ اور حق بات اس کے پلے نہیں پڑتی، وہ حیرت اور شکوک وشبہات کا شکار رہتا ہے۔ سورہ نجم کی اس آیت میں اسی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے:

افمن هذ الحدث تعجبون وتضحكون ولا تبكون وانتم سامدون فاسجدوا لله واعبدوا. ''سوکیا (ایسی خوف کی باتیں سن کر بھی) تم لوگ اس کلام الٰہی سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو۔ (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو۔ اور گانا گاتے ہو۔ سو اللہ کے لئے سجدہ کرو اور بلاشرکت غیر اسی کی عبادت کرو''۔

سوچنے کی بات ہے کہ مشرکین اور یہود ونصاریٰ سب کے ذہن میں ایک ہی تدبیر آتی ہے۔ زمانہ اور عقائد کے اختلاف کے باوجود تینوں ایک ہی حربہ اپناتے ہیں لوگوں راہ حق سے روکنے، قرآن سے غافل رکھنے، خواہشات کا غلام بنانے، انہیں اپنے رنگ میں رنگنے، اپنا زیر نگیں اور فرمانبردار بنانے کے لئے ہر ایک موسیقی اور گانے کو سب سے موثر ہتھیار سمجھتا ہے۔ ایسا اس لئے ہے کہ یہ انسانیت کے سب سے بڑے دشمن کا آزمایا ہوا نسخہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے جب شیطان راندہ درگاہ ہوا تو اس نے بارگاہ حق میں التجا کی۔

قال ارء يتک هذا الذی كرمت علی لئن اخرتن الی يوم القيامة لا حتنكن ذريته الا قليلا، قال اذهب فمن تبعک منهم فان جهنم جزائكم جزاء موفوراً واستفزز من استطعت منهم بصوتک واجلب عليهم بخيلک ورجلک وشاركه فی الاموال والاولاد وعدهم وما يعدهم الشيطان الا غروراً، ان عبادی ليس لک عليهم سلطان وكفی بربک وكيلا. ''شیطان نے کہا اس شخص کو آپ نے میرے مقابلے میں عزت دی ہے، بقسم اگر آپ نے قیامت تک مجھے مہلت دے دی تو تھوڑے کو چھوڑ کر اس کی تمام اولاد کو گمراہ کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جا ان میں

سے جو تیری پیروی کرے گا تو تم سب کے لئے بھرپور سزا جہنم ہے اور ان میں جس پر تیرا بس چلے اپنی آواز کے ذریعہ اس کا قدم اکھاڑ دے اور ان پر اپنے پیادہ اور سوار لشکر کے ذریعہ حمل کردے اور مال واولاد میں ان کا شریک بن جا، اور ان سے کچھ وعدہ کرلے اور شیطان کا وعدہ جھوٹ کے سوا کچھ نہیں ہوتا، میرے بندوں پر تیرا کچھ بھی بس نہیں چلے گا، اور آپ کا رب کافی کارساز ہے۔

شیطان کی آواز کیا ہے؟ اس کی وضاحت کرتے ہوئے صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: گناہ کی دعوت دینے والی ہر بات آواز شیطانی ہے اور ظاہر ہے کہ گانے سے بڑھ کر معصیت پر ابھارنے والی کونسی چیز ہوسکتی ہے۔ اس لئے بعض تابعین عظام سے منقول ہے کہ آواز ہے"۔

لچھے دار تقریر، پرفریب لکچر، جاذب نظر کتاب اور موثر اسلوب تحریر، راہ حق سے بھٹکانے میں اس درجہ موثر نہیں ہوتا جتنا کہ گانا اور موسیقی۔ الفاظ کی سیٹنگ، آواز اور موسیقی کا جادو سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت کو ختم کردیتا ہے۔ بسا اوقات ایسے گانے کے سننے میں بلکہ بار بار دہرانے میں کوئی قباحت محسوس نہیں ہوتی۔ بے ہودہ الفاظ، ناشائستہ خیالات، تہذیب واخلاق سے عاری افکار پر مشتمل ہوا ہے بلکہ فحاشی اور کفر وشرک پر ابھارتا ہے، آہستہ آہستہ یہ چیزیں دل ودماغ میں پیوست ہوجاتی ہیں اور عقائد مسلمان میں شمار ہونے لگتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ذہن ودماغ کو ماؤف کرنے، حقیقت سے آنکھ بند کرلینے، ذمہ داریوں سے راہ فرار اختیار کرنے، فحاشی پر ابھارنے، بے حیائی کی طرف مائل کرنے اور سفلی جذبات کو برانگیختہ کرنے میں گانا اور موسیقی شراب کی طرح ہے دونوں کی لت میں پڑ کر انسان، دین وایمان اور تہذیب واخلاق سے عاری اور لذت کیشی وعیاشی کا عادی ہوجاتا ہے، اگر شراب، ام الخبائث" تو گانا اور موسیقی" ام

الفواحش“ ہے اس لئے جس نے بھی کہا ہے سچ کہا ہے، کہ گانا بدکاری کا فتور ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ گانے کی شناعت کو زنا اور شراب کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت ابو مالک اشعری سے منقول ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ”لیکونن من امتی یستحلون الحر والحریر والخمر والمعازف“ میری امت کے کچھ لوگ زنا ریشم، شراب اور موسیقی کو حلال کرنے کی کوشش کریں گے۔“

یشربن ناس من امتی الخمر یسمونها بغیر اسمها یعزف علی رؤوسهم المعازف والمغنیات یخسف الله بهم الارض ویجعل منهم قردہ وخنا زیر. ”میری امت کے کچھ لوگ شراب کا نام بدل کر اسے استعمال کریں گے۔ ان کے پاس موسیقی بجائی جائے گی، اور گانے والی عورتیں ہوں گی، اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے گا اور کچھ کو بندر اور خنزیر بنا دے گا“۔

کیا آج وہ دور نہیں ہے جہاں بدکاری کو باہمی رضامندی کا سودا، شراب کو روحانی مشروب اور ناچ، گانے کو آرٹ اور ثقافت قرار دے کر رائج کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ: ”**ان رسول الله ﷺ قال ان الله حرم الخمر والمیسر والکوبة وکل مسکر حرام**“ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے شراب، جوا، طبلہ کو حرام قرار دیا ہے اور ہر نشہ آور چیز کو حرام ہے“۔

انی لم انه عن البکاء انما نهیت عن صوتین فاجرین احمقین صوت عند نعمة لهو ولعب ومزامیر الشیطان وصوت عن مصیبة خمش وجوه وشق جیوب ورنة. ”میں نے رونے سے منع نہیں کیا ہے بلکہ میں نے فجور اور حماقت پر مبنی دو طرح کی آواز سے روکا ہے۔ ایک خوشی کے وقت لہو

لعب اور شیطان کی بانسری کی آواز سے اور دوسرے مصیبت کے وقت چہرہ نوچنے، گریبان چاک کرنے اور کیں کیں کرنے سے"۔

اور حضرت عمران بن حصین سے منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"یکون فی امتی قذف ومسخ وخسف فقال رجل من المسلمین متی ذلک یا رسول اللہ قال اذا اظھرت القیان والمعازف وشربت الخمور"۔ "میری امت کے کچھ لوگوں کو آسمان سے پتھروں سے مارا جائے گا، ان کی شکل بگاڑ دی جائے گی اور انہیں زمین دھنسا دیا جائے گا۔ ایک صحابی نے عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ ایسا کب ہوگا آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب کثرت سے گانے والیاں ہوں گی اور موسیقی ہوگی اور شراب پی جائے گی۔

گناہ کی وجہ سے انسان کی فطرت بدلتی جاتی ہے اور وہ اس گناہ جیسی خصلت رکھنے والے جانور کی مشابہت اختیار کرتا جاتا ہے، جیسے کہ حرص اور لالچ میں مبتلا انسان کتے کی مشابہت اختیار کرلیتا ہے، ابتدائی طور پر مشابہت ہلکی ہوتی ہے اور صرف باطن متاثر ہوتا ہے لیکن آہستہ آہستہ اس میں اضافہ ہوتا رہتا ہے اور چہرے کے خدوخال پر اس کے آثار نظر آتے ہیں اور ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ وہ مکمل طور پر اس جانور کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو ایمانی فراست سے نوازا ہے وہ دیکھتے ہیں کہ انسانوں کی اس بھیڑ میں انسان کم اور بھیڑیئے، کتے، بندر اور خنزیر زیادہ ہیں، اور کبھی کبھار عبرت کے لئے اس کی صورت اس درجہ مسخ کردی جاتی ہے کہ تمام لوگ اس کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ کسی چرواہے کو بانسری بجاتے ہوئے سنا تو اپنے کان میں انگلی ڈال لی اور راستہ بدل دیا۔

ایک حدیث میں آپ نے فرمایا کہ گھنٹی شیطان کی بانسری ہے، نیز یہ کہ فرشتے ایسے قافلے کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں کتا یا گھنٹی ہو۔

چرواہے کی معمولی بانسری کے سلسلہ میں اللہ کے رسول اللہ ﷺ کا یہ طرز عمل اور جانور کے گلے میں لٹکی ہوئی گھنٹی کے سلسلہ میں آپ کا یہ ارشاد جس میں موسیقی کا دسواں حصہ بھی نہیں ہوتا ہے۔ تو پھر موسیقی کے ایسے آلات کے بارے میں کیا حکم ہوگا جس کے تھاپ پر انسان تھرکنے لگتا ہے اور جسم کا رواں رواں مدہوشی میں ڈوب جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ گانے کی وجہ سے دل میں نفاق ایسے ہی پیدا ہوتا ہے جیسے کہ پانی کی وجہ سے کھیتی اگ آتی ہے۔ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو بظاہر مسلمان تھے لیکن ان کا دل ایمان سے خالی تھا۔ ایسے لوگوں کو تو منافق کہا گیا، عقید میں فساد کی وجہ سے عملی طور پر کجی کا پایا جانا ضروری ہے، چنانچہ یہ لوگ نماز میں سستی کیا کرتے تھے، کثرت سے جھوٹ بولا کرتے، وعدہ وعہد کا پاس ولحاظ نہیں کرتے، ذرا سا اختلاف ہو جائے تو گالی گلوچ پر اتر آتے، امانت میں خیانت کرتے وغیرہ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی اس روایت میں کہا گیا ہے کہ گانا ایک ایسا گناہ ہے کہ اس کے ذریعہ ظاہری اور باطنی طور پر منافق کی خصلت پیدا ہوتی ہے، عقیدہ اور عمل میں انحراف پایا جاتا ہے کیا اس سے انکار کیا جا سکتا ہے۔؟ گانے کا عادی شخص نماز کا پابند نہیں ہوتا، وہ قرآن کی حلاوت سے محروم ہو جاتا ہے، اپنا وقار کھو دیتا ہے، جھوٹ اور لایعنی چیزوں کا خوگر ہوتا ہے، خواہش نفس اور شیطان کا غلام ہوتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے بچے کے مربی او تالیق کے پاس خط میں لکھا کہ سب سے پہلے ان کے دلوں میں گانے، بجانے اور لہو ولعب کی نفرت اور

بغض پیدا کرو اس لئے کہ اس کی ابتداء شیطان کی طرف سے ہوتی ہے اور انجام وانتہا رحمٰن کی ناراضگی پر ہوتی ہے۔ ثقہ اور قابل اعتماد اہل علم کی طرف سے مجھے معلوم ہوا ہے کہ موسیقی اور گانے سے دل میں نفاق اسی طرح سے پیدا ہوتا ہے جیسے کہ پانی کے ذریعہ سبزہ۔ قاسم بن محمد نے فرمایا کہ گانا باطل عمل ہے اور ظاہر ہے کہ باطل کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ فقہ حنفی کی کتابوں میں لکھا ہے کہ گانا سننا معصیت ہے اس کے لئے کہ بیٹھنا فسق ہے اور اس سے لذت حاصل کرنا کفر ہے۔ امام مالک نے فرمایا کہ یہ فاسقوں کا کام ہے۔ امام شافعی نے فرمایا کہ گانے والے کی گواہی قبول نہیں ہوگی، گانا دیوثی کا عمل ہے۔ امام احمد نے موسیقی کے بعض آلات کے سلسلہ میں فرمایا کہ وہ حرام ہے۔ امام عمر بن صلاح کہتے ہیں کہ جس گانے کے ساتھ آلات موسیقی ہوں اس کے حرام ہونے پر علمائے امت کا اتفاق ہے۔

☆☆☆

گانا اور میوزک کی تباہ کاریاں

حضرت مولانا مفتی محمد اویس صاحب لکھتے ہیں کہ

اسلام دین فطرت ہے، اس لئے نہ تو وہ فطری تقاضوں کو بالکل دبانے اور مارنے کا حکم دے کر راہب، سادھو، اور سنیاسی بنانا چاہتا ہے اور نہ ہی انسانوں کو شتر بے مہار و آزاد چھوڑ کر جانوروں کی صف میں کھڑا ہونے کی اجازت دیتا ہے، بلکہ وہ اپنے ماننے والوں کو افراط وتفریط سے پاک معتدل زندگی اپنانے کا خواہاں ہے۔

اسلام کسی ایک انسان یا انسانی جماعت کی ناقص عقل ودانش اور محدود فکر وتدبر کے نتیجے میں وجود میں آنے والا قانون نہیں، جس پر خود غرضیوں اور مفاد پرستیوں کی گہری چھاپ ہوتی ہے، بلکہ یہ لامحدود علم وقدرت رکھنے والے خالق کائنات کا بنایا ہوا قانون حیات اور دستور زندگی ہے جو بندوں کی مصلحتوں، حاجتوں اور تقاضوں کو، خود بندوں سے زیادہ جاننے والا ہے اور اپنے قانون واحکام میں بندوں کی مصلحتوں اور ضرورتوں کی خوب خوب رعایت رکھی ہے، اس لئے اس کے قانون میں کسی قسم کی غلطی، خطا اور بھوک چوک کا قطعاً احتمال نہیں ہے۔

انسان کے فطری تقاضوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب وہ کام کرتے کرتے تھک جاتا ہے، یا ماحول کی یکسانیت سے اکتاہٹ محسوس کرنے لگتا ہے یا اور کسی سبب سے طبیعت بوجھل ہوتی ہے تو وہ تفریحات کی طرف متوجہ ہوتا ہے، فرحت بخش مناظر دیکھنے کا خواہش مند ہوتا ہے، اور غم غلط کرنے والی چیزوں کا متلاشی ہوتا ہے۔

یہ بات بھی ایک واقعی امر ہے کہ تفریحی تقاضا ہی غالبا ایسا تقاضا ہے جس میں انسان سب سے زیادہ بہکا ہے اور بدترین قسم کے افراط وتفریط کا شکار ہوا ہے، کبھی اس نے ہرطرح کی لذت وفرحت کو اپنے اوپر حرام کرلیا تو کبھی اس کے برعکس لذت کی طلب میں اس قدر افراط وغلو سے کام لیا ہے کہ کتوں اور گدھوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے، بعض اوقات اسی افراط وغلو کی وجہ سے قومیں صفحہ ہستی سے مٹادی گئیں۔ روم، ایران اور یونان کی تاریخ سے کون ناواقف ہے؟ کون نہیں جانتا کہ خود مسلمانوں کے زوال میں لذت کوشی، تعیش پسندی اور حد سے بڑھی ہوئی اور غافل بنادینے والی تفریحات کا کتنا حصہ ہے۔

اس لئے اسلام نے اپنے مزاج کے مطابق تفریحات پر نہ تو بالکل پابندی عائد کردی اور نہ ہی بالکل بے قید وآزاد چھوڑا ہے، بلکہ اپنی عام روش کے مطابق صرف ان تفریحات کی اجازت دی ہے، جو تعمیری اور مفید ہیں، اور ان تفریحات کو حرام کردیا، جو مضر ہیں، جن میں تخریب وفساد کا عنصر غالب ہے اور وہ اسلام کے اصولوں سے ٹکراتی ہیں۔

گانا بجانا اور ڈانس ومیوزک انہیں تفریحات میں سے ہیں جو دل وروح، دین واخلاق، فرد ومعاشرے کے لئے انتہائی تباہ کن اور اسلام کے مزاج کے بالکل خلاف ہیں۔ اس لئے اسلام نے ان سب کو حرام کردیا ہے۔

ان چیزوں کے مضر اثرات پر علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر بڑی چشم کشا ہے وہ حدیث: "نهيت عن الصوتين الاحمقين الخ" مجھے دو احمقانہ آوازوں سے منع کیا گیا ہے۔ یعنی نوحہ اور گانا۔ کی شرح کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

عوام وخواص سبھی جانتے ہیں کہ گانا اور گانے بجانے کے آلات کا فتنہ نوحہ کے فتنہ سے زیادہ خطرناک ہے، چنانچہ جس بات کا ہم نے اور دوسروں نے مشاہدہ کیا ہے اور جسے ہم تجربات کی بنیاد پر جانتے ہیں، وہ یہ ہے کہ جس قوم میں بھی گانے بجانے اور اس کے سامانوں کا رواج پھیلا اور جس قوم نے بھی اس میں مشغولیت اختیار کی، اللہ نے اس قوم پر اس کے دشمنوں کو مسلط کر دیا اور اسے بھوک اور قحط میں مبتلا کر دیا اور بدترین لوگوں کو ان کا حاکم بنا دیا۔

یہ اس وجہ سے کہ لہو ولعب اور گانے بجانے میں لگ جانے کے بعد ان کی زندگی کا رخ سنجیدہ اور حقیقی امور کے بجائے کھیل کود اور ہنسی مذاق کی طرف مڑ جاتا ہے اور رشد وہدایت کی جگہ حماقت اور ضلالت اور قوت وشوکت کی جگہ ضعف وکمزوری لے لیتے ہیں، اس لئے کھیل کود اور گانے بجانے میں انہماک کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ قوموں کے علم وعمل کی قیمتی صلاحیتوں اور قوتوں کو دیمک کی طرح چاٹ جاتے ہیں جن کے بغیر کوئی بھی قوم زندہ نہیں رہ سکتی، چنانچہ جس قوم میں یہ چیزیں پیدا ہوجاتی ہیں وہ صنعتی، زراعتی، اقتصادی اور عسکری، ہر اعتبار سے کمزور ہوجاتی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو، جب دل اللہ کی نشانیوں، اس کی آیات اور حکمتوں سے غافل ہوجائیں اور خواہشات کی پیروی کرنے لگیں تو لازماً بزدلی اور کمزوری ہی پیدا ہوگی۔ (اسلام اور موسیقی: ۶۵-۶۶، بحوالہ مدارج السالکین: ۴۹۸)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میوزک اور گانا وغیرہ کی تباہ کاریوں کے تعلق سے یورپ کے بعض سرکردہ افراد کا اعتراف اور مسلمانوں میں

ان کے ذریعے زیادہ سے زیادہ تباہی پھیلانے اور ان کی ترویج و اشاعت پر مکمل توجہ دینے کی تاکید بھی ملاحظہ فرمالیں۔

مستعمرین کے ایک بڑے پوپ کا کہنا ہے کہ ''شراب کا جام اور مغنیہ (گانے والی) اور فاحشہ عورت امت محمدیہ کو تہہ و بالا کرنے کا اتنا بڑا کام کرسکتے ہیں جو کام ایک ہزار توپیں نہیں کرسکتیں، اس لئے اس قوم کو مادہ اور شہوت کی دنیا میں غرق کردو''۔ (نوجوان تباہی کے دہانے پر:۴۵۹)

۱۹۰۶ء میں عیسائیوں کے مبشرین اور مبلغین کا ایک اہم اجلاس ''قاہرہ'' میں منعقد ہوا جس کی صدارت قیس زویمر (خبیث) نے کی مسئلہ زیر بحث یہ تھا کہ اسلامی ممالک میں عیسائیت کی تبلیغ کے لئے کیا کیا مشکلات ہیں؟ بحث وتمحیص کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ عالم اسلام کو بے غیرت بنائے بغیر عیسائیت کی تبلیغ بہت مشکل ہے، کیونکہ مسلمانوں میں شرم وحیا غیرت اور خوف خدا والی صفات پائی جاتی ہیں، جس سے وہ بے دینی وغیرہ سے محفوظ رہتے ہیں لہٰذا پورے ہاؤس میں اس پر اتفاق ہوا کہ میوزک اور گانے والی لڑکیوں کے ذریعے پہلے ان کی غیرت وحیا کو ختم کیا جائے، پھر عیسائی افکار وخیالات مسلمانوں میں رائج ہوسکیں گے، اسلامی دنیا کو عیسائیت کی طرف مائل کرنے کا یہی سب سے بڑا ہتھیار ہے اور سب سے آسان طریقہ ہے۔ (حوالہ بالا:۴۶۳)

گانا بجانا اور میوزک وغیرہ کی یہ خاصیت کوئی نئی دریافت نہیں ہے، بلکہ اسلام کے بالکل ابتدائی زمانے میں بھی دشمنان اسلام نے اس زہریلے ہتھیار سے انسان کی فطری صلاحیتوں کو کچلنے اور قبول حق سے باز رکھنے کے لئے کام لیا ہے۔ چنانچہ جب قرآن کریم کی معجزانہ تاثیر اور نبی کریم ﷺ کی پر اثر شخصیت اور اسلام کی فطرت انسانی کے موافق معتدل تعلیمات کی کشش سے متاثر ہوکر مرد وعورت،

بوڑھے، بچے، جوان اور امیر وغریب ہر طبقہ کے لوگ اسلامی طرف بڑھنے لگے تو شیاطین الانس والجن پر بوکھلاہٹ طاری ہوگئی اور انہوں نے اس سے روکنے کے لئے اپنی ساری قوتوں اور تخریبی صلاحیتوں کو جھونک دیا۔

چنانچہ اسلام کا سخت دشمن، مکہ کا دولت مند تاجر، نضر بن حارث ایران گیا اور وہاں سے گانے والی باندیاں اور افسانے کی کتابیں خرید کر لایا، پھر جس کے بارے میں معلوم ہوتا کہ وہ اسلام کی طرف راغب و مائل ہورہا ہے اور قرآن سننے میں دلچسپی لیتا ہے تو اس کے پاس باندیاں کو لے کر جاتا اور ان باندیوں سے کہتا کہ اس کو کھلاؤ، پلاؤ اور گانے سناؤ پھر کہتا کہ بتاؤ یہ بہتر ہے یعنی یہ لطف ولذت، اور عیش ومستی اچھی ہے یا یہ کہ محمد ﷺ تم کو قرآن سنا کے کہتے ہیں نماز پڑھو، زکوٰۃ دو، یہ کرو وہ کرو۔

اسی واقعے میں سورہ القمان کی یہ آیت نازل ہوئی: ''وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ''۔ (القمان:٦) ''بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ سے غافل کرنے والی باتوں کو خریدتے ہیں، تاکہ بے سمجھے بوجھے اللہ کے راستے سے گمراہ کردیں اور اس کا مذاق اڑائیں، ایسے لوگوں کے لئے ذلت کا عذاب ہے''۔

آج تمام اسلام دشمن طاقتیں یہی ابلیسی چال اپنائے ہوئے ہیں، یہود ونصاریٰ کو کئی صدیوں تک مسلمانوں سے خوں ریز جنگوں کا تجربہ کرنے کے بعد یہ یقین ہوگیا تھا کہ طاقت کے بل پر مسلمانوں کو مٹانا اور ان کے جذبہ جہاد کو فنا کرنا انتہائی مشکل ہے، پھر انہوں نے بڑی باریک بینی سے جائزہ لے کر یہ بھی اندازہ لگالیا تھا کہ مسلمانوں کی قوت کا سرچشمہ ان کا اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے مضبوط تعلق اور کامل اتباع ہے اور یہی ہر میدان میں ان کی فتح وکامرانی کا سبب ہے، اس لئے جب تک اللہ، کتاب اللہ، اور رسول اللہ سے ان کا قلبی لگاؤ باقی ہے اور وہ دین

پر عامل ہیں، ان کے اندر ایمانی غیرت، دینی حمیت بیدار ہے، ان کو بندوقوں، بموں اور توپوں سے زیر نہیں کیا جاسکتا۔ اسلئے ضرورت ہے ایسے جراثیم پھیلانے کی جوان کی دینی حمیت، ایمانی غیرت اور اللہ اور رسول اللہ سے لگاؤ کو بالکل ختم یا انتہائی کمزور کردے، اور چاروں طرف ایسا جال پھیلا دیا جائے کہ مضبوط قوت ایمانی اور اللہ ورسول اللہ ﷺ سے قوی تعلق کے بغیر اس سے بچ جانا یا پھنس کر نکل جانا مشکل ہو۔

اس مقصد کے لئے یہود ونصاریٰ کے شاطر دماغوں اور تخریبی سوچ وفکر نے کئی طرح کا جال تیار کیا، انہیں میں سے ایک خطرناک میوزک اور گانے بجانے کے آلات مثلاً ٹی وی، وی سی، آر، ڈس انٹینا وغیرہ کی ایجاد وترویج اور ان پر فحش گانوں، حیاسوز مناظر، فلموں اور ڈراموں کا پیش کرنا، نیز فحش وبے ہودہ افسانے والے جرائد اور عریاں وننگی تصویروں والے اخبار ورسالوں کی اشاعت بھی ہے۔

مشاہدات نے یہ ثابت کردیا کہ ان کے یہ منصوبے صرف کاغذی اور زبانی نہیں تھے، بلکہ ان لوگوں نے انتھک کوششیں کر کے ان منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا، پھر عیارانہ مہارت کے ساتھ میڈیا اور ذرائع ابلاغ پر کنٹرول کا فائدہ اٹھاتے ہوئے، مسلمانوں کو بدچلن اور بے حیا بنانے کیلئے ان حیاسوز اور ایمان کش چیزوں کا چلن عام کیا، جس کے نتیجے میں بے غیرتی وبے حیائی، زنا وبدکاری، عریانیت وفحاشی نے پورے معاشرے کو وبائی امراض کی طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا، اب انسان تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے، موبائل پر فلموں، ڈراموں اور گانوں جیسے گندے پروگراموں کی نشر واشاعت کی سہولت نے رہی سہی کسر بھی پوری کردی، بعض شریف گھرانوں میں ابھی حیا وشرافت کچھ باقی تھی، مگر موبائل کے ذریعے ہر گھر میں اس خطرناک جراثیم کے پہنچ جانے سے اب ان گھرانوں سے بھی حیا وشرافت رخصت ہو چکی ہیں یا جانکنی کی حالت میں ہیں۔

مذکورہ بالا باتوں سے یہ ثابت ہوگیا کہ گانا بجانا اور میوزک وغیرہ عام انسانوں کے لئے خاص طور سے مسلمانوں کے لئے کتنی نقصاندہ اور خطرناک چیزیں ہیں، دنیا وآخرت کی تباہی کا ذریعہ ہیں، دین واخلاق، روح ودل کے لئے زہر قاتل ہیں، یہ انسان کی جنسی خواہش کو اکسا کر اور حیوانی جذبات برانگیختہ کرکے اس کو ایسی خیالی دنیا میں پہنچا دیتے ہیں، جہاں سے وہ واپس آنا نہیں چاہتا اور وہ اپنی عارضی لذتوں میں گم، آخرت سے غافل، مقصد زندگی سے بے پروا ہو کر اپنی خواہشات کا پجاری بن جاتا ہے، اور اللہ کی عطا کردہ قیمتی صلاحیتوں اور قوتوں کو ناجائز لذتوں کے حصول کے پیچھے برباد کرتا رہتا ہے۔

کس قدر ابلہی اور احمقانہ حرکت ہے کہ ایسی چیز جو دنیا وآخرت، دین واخلاق اور روح ودل کے لئے اتنی نقصان دہ اور تباہ کن ہو پھر بھی ہم اس سے اس درجہ لگاؤ اور دلچسپی رکھتے ہیں اور دشمنان اسلام ہماری تباہی کے تعلق سے جو چاہتے ہیں اور انہوں نے ہمارے خلاف جو پلاننگ تیار کر رکھی ہے ہم اپنی ان دلچسپیوں سے ان کے منصوبوں کو پورا ہونے میں مدد دے رہے ہیں اور اپنے خالق ومالک اور پروردگار کی ناراضگی مول لے رہے ہیں۔

ہماری ایمانی غیرت اور اسلامی حمیت کا تقاضا ہے کہ ہم ان چیزوں سے ایسے دور بھاگیں جیسے زہر سے بھاگتے ہیں اور خود بچیں اور اپنے متعلقین کو بھی بچائیں اور دشمنان اسلام کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملائیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق اور ہمت عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

گانا اور میوزک کی تباہ کاریاں

کوئی سنگین سے سنگین بیماری اتنی خطرناک نہیں ہوتی، جتنی خطرناک یہ بات کہ اس بیماری کے بیماری ہونے کا احساس ہی مٹ جائے، بیمار اس کو بیماری ہی نہ سمجھے اور اس سے آگاہ کرنے والوں کی باتوں کو بکواس سمجھے۔

یہ بات جتنی درست جسمانی بیماریوں میں ہے، اتنی ہی سچی، روحانی بیماریوں اور برائیوں میں ہے کہ برائی سے زیادہ تباہ کن برائیوں کے احساس کا مٹ جانا ہے، برائی کو برائی سمجھ کر کرنا اس قدر مہلک نہیں ہے، کیونکہ توبہ اور رجوع الی اللہ کی امید باقی رہتی ہے، اور جب برائی کو اچھا سمجھ کر کیا جائے گا اور اس پر روشن خیالی اور جدت پسندی کا غلاف اور لیبل لگا کر کیا جائے گا، تو نہ کرنے والے کو اس پر ندامت ہوگی نہ وہ اس سے توبہ کرے گا اور نہ ہی اس کی طبیعت اسکے چھوڑنے پر آمادہ ہوگی۔

آج ہمارے معاشرے میں بہت سی برائیاں ایسی رواج پا گئیں ہیں کہ گھر گھر ان کا چلن اور ان کے ساتھ لوگوں کی لگن دیکھ دیکھ کر ان کے برائی ہونے کا احساس مٹتا جا رہا ہے۔ انہی برائیوں میں سے ایک برائی رقص و ناچ، گانا بجانا اور میوزک اور اس کے آلات کا عام رواج ہے، جس کی لپیٹ میں بچے، بوڑھے جوان،

مرد وعورت، اور امیر وغریب سب آچکے ہیں۔لیکن اسلام بیزار طبقے میں اسے فنون لطیفہ میں شمار کیا جاتا ہے، اور اسے روشن خیال ہونے کی علامت اور ماڈرن سوسائٹی کا لازمی حصہ تصور کیا جاتا ہے، اب وہ کوئی غلط کام نہیں ہے کہ چھپ کر کرنے کی ضرورت ہو، بلکہ قابل فخر کارنامہ ہے، جسے ڈنکے کی چوٹ پر ہونا چاہئے۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

یہ چیزیں معاشرے کے لئے کس قدر تباہ کن اور ہمارے دین وایمان، روح ودل اور اخلاق واقدار کے لئے کتنی نقصان دہ ہیں، اس کا کچھ اندازہ ''اسی رسالے کے پچھلے شمارے میں'' اسی عنوان کے تحت مضمون کی پہلی قسط سے ہوگیا ہوگا، مزید اندازہ مندرجہ ذیل اقتباسات سے ہوجائے گا۔

عثمان لیثی رحمۃ اللہ علیہ یزید بن ولید کا مقولہ نقل کرتے ہیں کہ: ''اے بنو امیہ! تم گانے سے بچو! کیوں کہ یہ شرم وحیا کو گھٹاتا ہے، شہوت ونفسانیت کو بڑھاتا ہے اور اخلاق ومروت کو ختم کرتا ہے، یہ شراب کا نائب ہے، نشہ کا کام کرتا ہے، اگر تم اس سے بچ نہیں سکتے تو کم ازکم عورتوں کو اس سے دور رکھو، اسلئے کہ گانا زنا کا محرک ہے۔

محدث ضحاک کا قول ہے: گانا مال کے ضائع ہونے، خدا کی ناراضگی اور دل کے بگاڑ کا سبب ہے۔ (اسلام اور موسیقی: ۱۷۰)

گانا نفاق پیدا کرتا ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ گانے باجے سننے سے بچو، اس لئے کہ یہ دل میں اس طرح نفاق پیدا کرتے ہیں، جس طرح پانی کھیتی اُگاتا ہے۔ (کف الرعاع: ۱۶/۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موسیقی اور گانے، باجے میں مشغول ہونا دل میں نفاق پیدا کرتا ہے، یہ چیزیں ایک مسلمان کیلئے اس کے ایمان کے ضائع ہونے کا سبب بن سکتی ہیں، علماء نے اس سلسلے میں بہت غور وفکر کیا ہے کہ آخر تمام معاشی میں موسیقی اور گانا ہی کی کیا خصوصیت ہے کہ ان ہی سے نفاق پیدا ہوتا ہے؟ دوسرے یہ کہ ان سے پیدا ہونے والی مضرتوں میں نفاق ہی کو کیوں خاص طور پر بیان کیا گیا ہے؟ اس سلسلے میں سب سے عمدہ بحث حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''اغاثۃ اللہفان'' میں کی ہے اور انہوں نے نہایت تفصیل سے بتایا ہے کہ وہ خواص واثرات کیا ہیں جن سے نفاق پیدا ہوتا ہے؟ ذیل میں ہم علامہ موصوف کے بیان کا خلاصہ نقل کرتے ہیں:

(۱) موسیقی اور گانا کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ یہ قرآن کریم کے مخالف ہیں، اور ایک حدیث میں انہیں شیطان کا قرآن قرار دیا گیا ہے اور شیطان کا قرآن تو نفاق ہی پیدا کرسکتا ہے، نہ کہ ایمان، اور بظاہر اس تقابل کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ

(الف) گانا اور موسیقی وغیرہ میں اشتغال اس درجہ غفلت پیدا کر دیتا ہے کہ آدمی میں قرآن کو سمجھنے اس پر غور وفکر کرنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کا جذبہ اور شوق ہی ختم ہو جاتا ہے بسا اوقات تلاوت قرآن بھی بے لذت معلوم ہونے لگتی ہے اس طرح آدمی قرآن کے انوار وبرکات سے محروم ہو جاتا ہے۔

(ب) قرآن کریم انسانوں کو جو کچھ سکھاتا ہے اور جن قسم کی صفات اس میں پیدا کرنا چاہتا ہے، گانے اور میوزک بالکل اس کے برعکس تعلیم دیتے ہیں اور بالکل ہی اس کے خلاف صفات پیدا کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم اور گانا ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے، اس لئے کہ قرآن کریم خواہشات نفسانی کی پیروی سے روکتا ہے، عفت وپاکدامنی کا حکم دیتا ہے، شہوانی جذبات میں کنٹرول پیدا کرتا ہے، زنا اور زنا پر ابھارنے والے اسباب سے باز رکھتا ہے اور شیطان کی ہر قسم کی اتباع سے منع

کرتا ہے، جب کہ گانا اور موسیقی خواہشات نفسانی کی اتباع کی دعوت دیتے ہیں، جسم میں ہیجان پیدا کرتے ہے، حیوانی جذبات کو بھڑکاتے ہیں، آتش شہوت کو ہوا دیتے ہیں اور نفس کو زنا اور بدکاری پر ابھارتے ہیں۔(ج) گانا بجانا اور میوزک آدمی کا حزم ووقار کو ختم کر دیتے ہیں حالانکہ حزم ووقار ایک مسلمان کی زندگی کا لازمہ ہے جب کہ اوچھی حرکتیں اور بے وقاری صرف منافق کا خاصہ ہیں، چنانچہ جو لوگ گانے اور موسیقی سے دلچسپی رکھتے ہیں وہ کبھی ترنگ میں آکر ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہیں، کبھی انگلیاں بجاتے ہیں، کبھی پیر زمین پر مارتے ہیں، کبھی سر نچاتے ہیں، کبھی کندھے نچاتے ہیں، کبھی کولہے مٹکاتے ہیں، کبھی پاس پڑی چیزیں بجاتے ہیں، کبھی گدھے کی طرح مستاتے ہیں، کبھی تالیاں بجاتے ہیں، کبھی اف آہ کرتے ہیں کبھی پاگلوں کی طرح چیختے چلاتے ہیں اور بے سری آوازیں نکالتے ہیں، ظاہر ہے یہ گھٹیا پن، احمقانہ حرکتیں اور حیوانیت قرآن کے تعلیم کردہ اخلاق کے بالکل خلاف ہے۔

(۲) نفاق کی ایک بڑی علامت یہ بھی ہے کہ ذکر وعبادت میں کمی ہو، نماز میں سستی ہو اور اسے یوں ادا کیا جائے جیسے کوّا ٹھونگیں مارتا ہے۔

گانا اور میوزک وغیرہ میں مشغولی سے ذکر وعبادت بے لطف وبے جان ہو کر رہ جاتے ہیں اذکار میں دل نہیں لگتا طبیعت ہر وقت معاصی اور گناہوں کی طرف مائل رہتی ہے چنانچہ گانا اور موسیقی سے دلچسپی رکھنے والوں میں سے بہت کم لوگ آپ پائیں گے، جن میں یہ صفات نہ ہوں۔ (اسلام اور موسیقی: ۶۷-۷۱)

گانے بجانے کی محفل یا بندروں اور خنزیروں کا مجمع

(۱) حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس امت میں بھی زمین دھنسنے، صورتیں مسخ ہونے اور پتھروں کی بارش

کے واقعات ہوں گے، مسلمانوں میں سے ایک شخص نے پوچھا، ''یا رسول اللہ ﷺ'' ایسا کب ہوگا؟ حضور ﷺ نے فرمایا جب گانوں اور باجوں کا عام رواج ہوجائے گا اور کثرت سے شرابیں پی جائیں گی۔ (ترمذی)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ آخری زمانے میں میری امت کے کچھ لوگ بندر اور سور کی شکل میں مسخ ہوجائیں گے، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ توحید و رسالت کا اقرار کرتے ہوں گے؟ فرمایا: ہاں! وہ (برائے نام) نماز، روزہ اور حج بھی کریں گے، صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! پھر ان کا یہ حال کیوں ہوگا؟ فرمایا: وہ گانا بجانا، اس کے سامانوں، ناچنے گانے والی عورتوں اور طلبہ و سارنگی وغیرہ کے رسیاں ہوں گے اور شرابیں پیا کریں گے (آخرکار) وہ رات بھر لہو ولعب گانے بجانے میں مصروف رہیں گے اور صبح ہوگی تو بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ ہوچکے ہوں گے۔

(رواہ سنن سعید بن منصور۔ فتح الباری: ۱۰/۹۴)

اس طرح کی روایات تقریباً تیرہ صحابہ کرام سے مروی ہیں، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گانے بجانے اور اس کے سامانوں، ناچنے گانے والی عورتوں اور نشہ آور چیزوں کے عام ہوجانے پر ان چیزوں سے دلچسپی لینے والوں کی شکلیں سور و بندر جیسی کردی جائیں گی۔ (اللہ تعالیٰ ہم سب کی حفاظت فرمائے)

علماء کا اس سلسلے میں اختلاف ہے کہ یہاں جس مسخ کی وعید سنائی گئی ہے، اس کی نوعیت کیا ہے؟ آیا اس کے حقیقی معنی مراد ہیں یا مجازی معنی؟

بعض علماء کا خیال ہے کہ مسخ کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے، بلکہ مجازی معنی مراد ہے، لہٰذا یہ مطلب نہیں کہ ان کی شکلیں ہو بہو بندر اور سور جیسی ہوجائیں گی اور انسانوں کے بجائے بندر ہوجائیں گے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی انسان کوئی

برا کام کرتا ہے، مثلاً کسی پر ظلم کرتا ہے یا زنا و بدکاری وغیرہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا دل اس گناہ سے متاثر ہوتا ہے، اگر وہ اس گناہ کا بار بار ارتکاب کرتا ہے تو اس کا دل اس گناہ کے رنگ میں رنگ جاتا ہے اور اس کی طبیعت کے اندر اس گناہ کی خصوصی صفت یعنی مکر و فریب یا سنگدلی و شقاوت یا بے حیائی و بے غیرتی وغیرہ رچ بس جاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ انسانیت سے دور اور حیوانیت سے قریب آجاتا ہے، اس میں اور جانوروں میں مشابہت پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ اگر وہ بے شرمی و بے حیائی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کی طبیعت میں سور کے اخلاق پیدا ہوتے ہیں، کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی کرتا ہے تو بھیڑیے کی اور اگر مکر و فریب کرتا ہے تو لومڑی کی خصلتیں پیدا ہو جاتی ہیں اگر غلط چیزوں میں نقالی اور بے وقاری اختیار کرتا ہے تو بندروں کی اور اگر دنیاوی چیزوں میں لالچ و حرص کے ساتھ متصف ہے تو طبیعت میں کتے کی عادتیں جنم لیتی ہیں۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مسخ کا حقیقی معنی مراد ہے، یعنی ان لوگوں کی شکلیں واقعۃً بندروں اور سوروں کی شکل میں بدل جائیں گی اور وہ انسان کے بجائے سور اور بندر بن کر رہ جائیں گے اور یہ عقل کے خلاف اور ناممکن نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور جس کو جیسی چاہے سزا دے سکتا ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ جو لوگ گانے بجانے اور میوزک وغیرہ میں مشغول ہوں تو ان کا مسخ سور اور بندر کی صوت میں کیوں ہوگا؟ نیز ان دو جانوروں ہی کی کیا خصوصیت ہے؟ اس کا جواب جہاں تک ہماری سمجھ میں آتا ہے وہ یہ ہے کہ گانا اور میوزک سے انسان کے اندر خاص طور سے دو بری صفات پیدا ہوتی ہیں، بے حیائی و بے غیرتی اور بے وقاری و نقالی، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بے غیرتی و بے حیائی سور کی خاص صفت ہے اور بے وقاری اور نقالی بندر کی خاص صفت ہے۔ (حاشیہ اسلام اور موسیقی: ۱۲۹-۱۳۰)

سور اور بندر کی شکل میں مسخ ہونے کا عذاب پچھلی قوموں پر آچکا ہے، جس کا ذکر اللہ نے قرآن کریم کے اندر فرمایا ہے، اس لئے حقیقی معنی مراد لینا راجح ہے اور اگر دوسرا معنی ہی مراد لیں تب بھی ان ذلیل اور گندے جانوروں کی خصوصی صفات کا ہمارے اندر پیدا ہو جانا کم خطرے اور رسوائی کی بات نہیں ہے، ہمیں اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرنا چاہئے، دنیا و آخرت میں اللہ کی پکڑ اور اس کے عذاب سے ڈرتے رہنا ایمان کی علامت ہے اور بے خوف ہونا کفر کا شیوہ ہے۔ اگر اس معصیت میں مبتلا ہوں تو ہمت کر کے چھوڑ دیں اور گذشتہ گناہوں پر اللہ سے رو دھو کر معافی مانگ لیں اور اس سے خود بچیں، اپنے متعلقین کو بچائیں اور اس کے نقصانات سے لوگوں کو آگاہ کریں، اللہ تعالیٰ ہم سب کی تمام معاصی سے حفاظت فرمائیں۔ آمین!

☆☆☆

جنسی تعلیم سے بے حیائی کا فروغ

اس میں کوئی شک نہیں کہ سب سے بنیادی چیز تعلیم ہے، تعلیم ہی کے ذریعہ انسان کو عزت ووقار حاصل ہوتا ہے، تعلیم انسان کیلئے ایک ایسا قیمتی اور نایاب جوہر ہے جو اس کو دوسرے حیوانوں سے ممتاز کرتا ہے، لیکن تعلیم انسان کے لئے اسی وقت تک سودمند اور مفید ہے کہ جب تک اس کو حدود کے دائرہ میں رہ کر حاصل کیا جائے، لیکن اگر تعلیم کے حصول میں انسانی سماجی اور اخلاقی قدروں کو پامال کیا جائے تو پھر یہ تعلیم انسان کیلئے عزت دلانے کیلئے نہیں اس کو قعر مذلت میں دھکیلنے کیلئے ہوتی ہے۔

آج کل تعلیم کے نام پر بہت سے ادارے ایسے امور انجام دے رہے ہیں کہ ایک دیندار انسان یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ یہ تعلیمی ادارے ہیں یا بے حیائی کو فروغ دینے کی بہترین پروپیگنڈہ مشینری، آج اکثر وبیشتر مسلمان بالخصوص امیر مسلمانوں کے بچے انگلش میڈیم اسکولوں میں زیر تعلیم ہیں، جہاں پر شروع ہی سے بچوں کو یونیفارم کے نام پر ایسا لباس پہنایا جاتا ہے جس سے مکمل طور پر لباس کا مقصد حاصل نہیں ہوتا اور خاص طور پر بچیوں کا جو یونیفارم ہوتا ہے اس میں ایک اسکرٹ ہوتی ہے جس کا پہننا ضروری ہوتا ہے، اسکرٹ کے بارے میں زیادہ

بتانے کی ضرورت نہیں، صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اس کی لمبائی گھٹنے کے اوپر ہی دم توڑ دیتی ہے اور سینے اور سر کو تو ڈھانکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اب مسلم بچیاں جو ایسے اسکولوں میں تعلیم حاصل کریں گی ان کو بھی بالغ ہونے کے باوجود اسی یونیفارم کی پابندی لازمی ہوگی، جس سے مسلم بچیوں میں شروع ہی سے ایسے لباس کو پہننے کی عادت ہوجائے گی جس کی شرعی طور پر قطعاً اجازت نہیں ہے اور شرم وحیا جو عورت کا ایک بہترین زیور ہے آہستہ آہستہ وہ بالکل ختم ہوجائے گا، اسلام عصری تعلیم کا ہرگز مخالف نہیں مگر تعلیم کے ایسے طریقہ کار کو ترجیح دیتا ہے کہ جس کے ذریعہ حدود انسانیت میں رہ کر تعلیمی مراحل ومنازل کو طے کیا جاسکے۔

اس پرفتن دور میں محکمۂ تعلیم نے اسکولوں اور تعلیمی اداروں میں جنسی تعلیم پر زور دیا ہے، جنسی تعلیم کو نصاب کا لازمی حصہ قرار دیئے جانے کی برابر کوششیں جاری ہیں۔ مگر شکر ہے اس فحش اور بے حیائی کے رواج کے خلاف ہندوستانی تہذیب کے متوالوں نے اتحاد واتفاق کا ثبوت دیتے ہوئے ہندو ہو کہ مسلم سب نے اس بے حیائی کی تعلیم کے خلاف احتجاج کیا، یہ کتنی بے شرمی کی بات ہے کہ بچوں کے سامنے ایسی باتیں کی جائیں اور ان کو ایسی تعلیم دی جائے، جس سے ہیجان برپا ہو، جنسی تعلیم پرزور دینے والے افراد کو سوچنا چاہئے کہ کیا ان کے آباءواجداد کو جنسی تعلیم دی گئی تھی، پھر ان کا جنم اس جہان میں کیسے ہوا، جنسی تعلیم پرزور دینے والوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ مچھلی کے بچوں کو تیرنا سکھایا نہیں جاتا بلکہ وہ تو خود بخود تیرنے لگتے ہیں، پانی کو زمین پر بہایا تو اسے راستہ دکھانے کی ضرورت نہیں ہوتی وہ خود اپنا راستہ بنالیتا ہے۔

انسانوں کے علاوہ جانوروں میں بھی جنسی تعلقات قائم ہوتے ہیں لیکن جانوروں کو بھی کنایہ واشارہ سے رہنمائی نہیں کرنی پڑتی، ہر جانور اپنے طریقہ سے اس فعل کو انجام دیتا ہے، کیا انسان اشرف المخلوقات ہو کر بھی جانوروں سے بدتر اور

احمق ہیں کہ انہیں جنسی تعلیم دی جائے، انسان کا وجود اس دھرتی پر آج سے نہیں بلکہ ہزاروں سال پہلے سے ہے، لیکن کسی انسان کو اس کی ضرورت نہیں ہوئی۔ اس دور میں انسان نے سورج کی شعاؤں کو گرفتار کیا، چاند پر قدم رکھا، تاریکی سے روشنی میں آ گیا، پھر بھی جنسی تعلیم کی ضرورت کیوں محسوس کی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جنسی تعلیم دینا مقصد نہیں بلکہ بے حیائی اور فحاشی کو فروغ دینا اور نابالغ طلباء کو وقت سے پہلے بالغ بنانا مقصود ہے، تاکہ سماج سے رہی سہی شرم بھی مٹ جائے، ایسا لگتا ہے کہ یہ عیسائی اور یہودیوں کی گہری سازش ہے، وہ منظّم پلاننگ کے تحت منصوبہ بند طریقے سے جنسی تعلیم کے نام پر ہمارے مہذب سماج میں چور دروازہ سے داخل ہو رہے ہیں، تاکہ باپ بیٹی، بھائی بہن، استاذ اور شاگرد کے درمیان جو شرم وحیا کا حجاب حائل ہے وہ ختم ہو جائے، یوروپین تہذیب وتمدن میں جینے والے بے حیاؤں کو معلوم ہے کہ ہندوستان میں بسنے والے افراد ہندو ہوں یا مسلمان اب بھی ان میں شرم وحیا اور تہذیب وتمدن باقی ہے، لہٰذا جنسی تعلیم کے ذریعہ اس کو ختم کیا جائے تاکہ ہندوستان مغربی رنگ میں رنگ جائے عریانیت عام ہو جائے اور مغربی لابی آہستہ آہستہ اس کے اندر کامیاب بھی ہوتی جا رہی ہے، آئے دن اخبارات میں استاذ اور شاگرد کے درمیان ناجائز تعلقات کے بارے میں پڑھنے کو ملتا رہتا ہے، جس کو پڑھنے کے بعد سر شرم سے جھک جاتا ہے اور دل اندر ہی اندر ملامت کرنے لگتا ہے کہ ایسا پاکیزہ رشتہ جس کے تقدس کے افسانے ہر کسی کے زبان پر ہمیشہ جاری تھے مگر ہائے افسوس! کچھ شہوانی درندوں نے اس ریشمی ڈور سے بندھے نازک رشتہ کو بھی اپنی ہوس کا شکار بنالیا، درحقیقت یہ ان لوگوں کا قصور نہیں بلکہ قصور اس تعلیم کا ہے جو اس شیطانی عمل کے کرنے پر آمادہ کرنے والی ہے اور وہ ہے جنسی تعلیم۔

قربان جایئے اس وحدہ لاشریک پر کہ جس نے قرآن پاک میں بڑے ہی خوبصورت انداز میں چند جملوں کے اندر مکمل جنسی تعلیم کو بیان کر دیا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے: ”ھن لباس لکم وانتم لباس لھن“ (عورتیں تمہارے لئے لباس اورتم ان کے لئے لباس ہو) لباس کا تعلق جسم سے کیا ہوتا ہے اس کی وضاحت کی ضرورت نہیں، قرآن پاک نے کتنے مہذب انداز میں ادب تہذیب کے دائرہ میں جنسی تعلیم سے آگاہ کر دیا کہ کسی کو بتانے میں کوئی عار نہیں۔

آج کے اس پرفتن اور پرآشوب دور میں ہماری ذمہ داری ہے کہ اپنی اولادوں کے مستقبل کو تابناک اور اسلامی بنانے کیلئے ایسے اسکولوں میں اپنے بچوں کو ہرگز تعلیم نہ دلائیں جہاں تعلیم کے نام پر معصوم اور بھولے بھالے بچوں کے مستقبل اور صحت وتندرستی کے ساتھ کھلواڑ کیا جائے اور ان کے ذہن ودماغ میں فحاشی اور بے حیائی کو کوٹ کوٹ کر بھر دیا جائے، ہاں اگر ہمیں اپنے بچوں کو عصری تعلیم دلانی ہے تو ایسے اسکول تلاش کریں جہاں اسلامی ماحول میں عصری علوم کا مکمل انتظام ہو، وہاں ان معصوم کلیوں کی عریانیت فحاشیت اور برے ماحول سے مکمل طور پر حفاظت ہو تاکہ تعلیم کا جو مقصد ہے وہ صحیح طور پر حاصل ہو سکے اور یہ معاشرہ ہر طرح کی برائی خاص طور پر جنسی بے راہ روی جو عام ہوتی جارہی ہے اس سے پاک ہو سکے۔

☆☆☆

ہم جنسی: فطری عمل سے بغاوت

ہم جنس پرستی کی حمایت میں دہلی ہائی کورٹ کے غیر منصفانہ فیصلے نے ہندوستان کے باضمیر غیور شہریوں کو سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے جو بھارت کو جنت نشان دیکھنا چاہتے ہیں وہ دلی صدمہ سے دوچار ہیں۔

انڈیا کو شاہراہ ترقی پر رواں دواں رہنے کے خواہش مند حضرات کرب واضطراب اور بے چینی محسوس کر رہے ہیں۔ دہلی کی عدالت نے اپنے فیصلے میں ہم جنسی، اغلام بازی، امرد پرستی اور لواطت کو فطری عمل تسلیم کرتے ہوئے اس کے جرم ہونے سے انکار کیا ہے اور ہم جنسی سے لذت اندوز ہونے کی کھلی چھوٹ اور مکمل اجازت عطا کر دی ہے، جس کی تشہیر و پرچار ملک کی قومی میڈیا بڑے شدومد سے کر رہی ہے، جس سے میڈیا کی مجرمانہ ذہنیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ جب کہ حکومت ہند خاموش تماشائی بنی ہوئی ہے۔

ہم جنسی کے جواز پر دہلی ہائی کورٹ کا فیصلہ اور حکومت ہند کی خاموش تائید ایک مجرمانہ فیصلہ اور منافقانہ تائید ہے جس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔ یہ فیصلہ وتائید انسانیت وفطرت کے لئے چیلنج ہے۔

ہم جنسی ایک خلاف شریعت عمل ہی نہیں بلکہ فطرت سے بغاوت بھی ہے۔ ہم جنسی زبردست گناہ اور جرم عظیم ہے۔ سماج کیلئے ناسور، سوسائٹی کیلئے کینسر، معاشرہ کیلئے زہر ہلاہل اور تہذیب وشرافت کیلئے سم قاتل ہے۔ صرف صوفی سنتوں کی روحانی تعلیمات اس جرم کی متحمل نہیں بلکہ اسلامی شریعت اور انسانی فطرت بھی اسے گوارہ نہیں کرتی اور تاریخ انسانی نے کبھی بھی اسے گوارہ نہیں کیا ہے اس کی حمایت کرنے والے انسانی شکل میں شیطان ہیں۔ کوئی روشن خیال انسان اس جرم کو حق جواز دینے کی جسارت نہیں کرسکتا اور سوسائٹی میں جنہیں روشن خیال سمجھا جاتا ہے وہ ظلمت زدہ وتاریک خیال ہیں جہاں روشنی کا گذر بھی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلاف واخلاف کی تمام علمی شخصیتیں اس کے ممنوع وحرام ہونے پر متفق ہیں۔

انسانیت کے نام رب کائنات کا آخری پیغام قرآن مقدس میں اس فعل قبیح اور حرکت شنیع کو سنگین اور بدترین جرم عظیم قرار دیا گیا ہے اور کم ازکم آٹھ الفاظ اس طوفان بدتمیزی کی قباحت وشناعت اور سنگینی بیان کرنے کیلئے ذکر کیا ہے، اسراف، جرم، عدوان، فاحشہ، منکر، فساد، ظلم اور فسق، جس سے قرآن کی نگاہ میں اس کی سنگینی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ قرآن نے اس کی سزا متعین ہی نہیں کی بلکہ اس فعل بد کے مرتکبین کو عبرت ناک عذاب سے دوچار ہونے کا فرمان بھی سنائی ہے۔

قوم لوط کے تذکرہ میں یہ حقائق موجود ہیں ملاحظہ فرمائیے۔ الاعراف: ۸۰/۸۴، ہود: ۷۴/۸۳، الحجر: ۷۵/۷۷، الانبیاء: ۷۱/۷۵، النمل: ۴۵/۵۸، العنکبوت: ۲۸/۳۵، الصافات: ۱۳۴/۱۳۸، القمر: ۳۳/۳۹۔

(۱) اسراف: إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ۔ (الاعراف: ۸۱) تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے خواہش پوری کرتے ہو حقیقت یہ ہے کہ تم بالکل ہی حد سے تجاوز کرنے والے لوگ ہو۔

(۲)وَأَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِم مَّطَراً فَانظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ۔(الاعراف:۸۴)اور ہم نے اس پر برسائی ایک بارش پھر دیکھو کہ ان مجرموں کا انجام کیا ہوا۔

(۳)عدوان:أَتَـأۡتُـونَ الـذُّكۡـرَانَ مِنَ الۡعَالَمِيۡنَ. وَتَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمۡ رَبُّكُمۡ مِنۡ أَزۡوَاجِكُم بَلۡ أَنۡتُمۡ قَوۡمٌ عَادُونَ (الشعراء:۱۶۵/۱۶۶) کیا تم دنیا کی مخلوق میں سے مردوں کے پاس جاتے ہوں اور اور تمہاری بیویوں میں تمہارے رب نے تمہارے لئے جو کچھ پیدا کیا ہے اسے چھوڑ دیتے ہو حقیقت یہ کہ تم حد سے گذر جانے والے لوگ ہو۔

فـاحشـه: وَلُوطاً إِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهِ إِنَّكُمۡ لَتَأۡتُونَ الۡفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنۡ أَحَدٍ مِّنَ الۡعَالَمِيۡنَ (العنکبوت:۲۸) حضرت لوط نے اپنی قوم سے کہا تم تو وہ فحش کاری کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا والوں میں سے کسی نے نہیں کیا ہے۔

یہ فحش کاری چھپ کر نہیں بلکہ اپنی مجلسوں میں برملا اور اعلانیہ ایک دوسرے کے سامنے کیا کرتے تھے۔

وَلُـوطـاً إِذۡ قَـالَ لِـقَـوۡمِـهِ أَتَـأۡتُونَ الۡفَـاحِشَةَ وَأَنۡتُمۡ تُبۡصِـرُونَ. (النمل:۵۴)لوط نے اپنی قوم سے کہا تم اتنے بگڑ گئے کہ دیکھنے والی نگاہوں کے سامنے فحش کاری کرتے ہو۔

(۵)منکر:أَئِنَّكُمۡ لَتَأۡتُونَ الرِّجَالَ وَتَقۡطَعُونَ السَّبِيۡلَ وَتَأۡتُونَ فِيۡ نَادِيۡكُمُ الۡمُنكَرَ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوۡمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا ائۡتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِيۡنَ (العنکبوت:۲۹)

کیا تمہارا حال یہ ہے کہ مردوں کے پاس جاتے ہوئے رہزنی کرتے ہو اور اپنی مجلسوں میں برے (منکر) کام کرتے ہو پھر کوئی جواب اس کی قوم کے پاس اس کے سوا نہ تھا کہ انہوں نے کہا لے آ اللہ کا عذاب اگر تو سچا ہے۔

(۶) فساد: قَالَ رَبِّ انصُرُنِیْ عَلَی الْقَوْمِ الْمُفْسِدِیْن (العنکبوت:۳۰) حضرت لوط نے کہا اے میرے رب ان فسادی لوگوں کے مقابلے میں میری مدد فرما۔

(۷) ظلم: وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِیمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِيْن (العنکبوت:۳۱) جب ہمارے فرشتے ابراہیم کے پاس بشارت لے کر پہنچے تو انہوں نے اس سے کہا ہم اس بستی کے لوگوں کو ہلاک کرنے والے ہیں، یقیناً اس بستی کے باشندے سخت ظالم ہو چکے ہیں۔

(۸) فسق: إِنَّا مُنزِلُونَ عَلَى أَهْلِ هَذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزاً مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُون (العنکبوت:۳۴) ہم اس بستی کے لوگوں پر عذاب نازل کرنے والے ہیں اس فسق کی وجہ سے جو یہ کر رہے ہیں۔

اس ایک جرم کو آٹھ ناموں سے تعبیر کرنے والے قرآن مجید کے بارے میں اگر یہ کہا جائے کہ قرآن کی نگاہ میں یہ حرکت گناہ تو ہے مگر جرم نہیں ہے، تو یہ در حقیقت قرآنی تعلیمات سے بے بہرہ رہنے کی دلیل ہے، اگر چمگادڑ کو دن میں دکھائی نہیں دیتا تو اس میں سورج کا قصور نہیں ہے بلکہ اس کی بینائی کا قصور ہے اسی طرح اگر قرآن میں یہ حقائق انہیں نظر نہیں آتے تو یہ ان کی کور باطنی کا بین ثبوت ہے۔

فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَئِكَ هُمُ الْعَادُونَ. (المومنون:۷) جو اس کے علاوہ کچھ اور چاہیں تو وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اس قرآنی بیان کے مطابق اپنی بیوی یا لونڈی سے ہی جنسی تعلق قائم کرنا جائز ہے اگر کوئی شخص اس کے علاوہ کسی اور سے جنسی تعلق قائم کرنا چاہے گا تو ایسا شخص فطری اور شرعی حدود سے تجاوز کرنے والا ہوگا۔ خواہ وہ زنا ہو یا قوم لوط کا عمل۔ ہم جنسی ہو یا امرد پرستی یا استمنا یعنی مشت زنی ہو یا جانوروں سے لذت اندوزی سب ناجائز وحرام ہیں۔

حدیث رسول میں غیر فطری حرکت کرنے والے کو سخت سزا دینے کی وضاحت ہے۔ حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **من وجدتموہ یعمل عمل قوم لوط فاقتلوا الفاعل والمفعول به** (صحیح ابوداؤد، ۳۷۴۵، ترمذی، (۱۴۵۶)، ابن ماجہ، ۲۵۶۱) جسے تم قوم لوط کا عمل (ہم جنسی) کرتے ہوئے پاؤ تو اس کے فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کردو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "**اقتلو الفاعل والمفعول به احصانا اولم یحصنا**" (صحیح ابن ماجہ، ۲۰۷۶، حاکم ج: ۳۵۵/۴) یعنی ہم جنسی کرنے والے فاعل ومفعول دونوں کو قتل کردو گرچہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

اس حدیث کی روشنی میں اس جرم کی سنگینی زنا سے بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ غیر شادی شدہ جوڑے اگر زنا کرلیں تو سنگسار نہیں بلکہ صرف سوکوڑے لگا گئے جاتے ہیں جب کہ ہم جنسی کے عمل کے مرتکبین کو شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ دونوں ہی شکل میں انہیں روئے زمین پر رہنے کا حق نہیں بلکہ انہیں صفحہ ہستی سے حرف غلط کی طرح مٹا دینے کا حکم ہے۔

قوم لوط دنیا کی وہ بدترین اور بد بخت قوم ہے، جس نے اس خبیث وناپاک عمل کی ایجاد کی تھی، جسے لواطت، اغلام بازی، اور ہم جنسی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس سے بھی زیادہ شرارت خباثت اور بے حیائی یہ تھی کہ وہ اپنی اس بدکرداری کو عیب نہیں سمجھتی بلکہ علی الاعلان وبرملا فخر ومباحات کے ساتھ کرتے رہنے پر مصر تھی۔ نتیجے کے طور پر عذاب الٰہی سے دوچار ور غضب قہاری میں گرفتار ہوئی۔

حضرت لوط نے استطاعت بھر اس طوفان بدتمیزی کو روکنے کی کوشش کی۔ سمجھا بجھا کر غیر فطری عمل سے باز رہنے کی تلقین کی مگر قوم کے اوباشوں نے حضرت لوط کی مخالفت کی اور حق جواز کا مطالبہ کیا حضرت لوط نے رکن شدید (مضبوط سہارا)

کو دستک دیا، بارگاہ قہاری و جباری میں منت وسماجت کی قوم کو غارت ہونا گوارہ کیا، مگر اس غیر فطری عمل کو حق جواز عطا نہیں کیا۔

قوم لوط کی بستی کو تباہ کر دیا گیا اور پھر پتھر کی بارش سے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی گئی پوری قوم اس لعنت سے دوچار اور غضب الٰہی کی شکار ہوئی صرف وہی لوگ محفوظ رہ سکے جو حضرت لوط کی معیت میں انہیں باز رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔

جب روکنے والے موجود ہوں اور ظالم، فاسق، مسرف، معتدی، فاحش، منکر، مفسد اور مجرم اپنی حرکت سے باز نہ آئے تو عذاب نازل ہو سکتا ہے۔ پھر اگر قوم کے غیور و باغیرت لوگ اس بے غیرتی کو گوارہ کر لیں تو کیا لعنت غضب کی بارش نہیں ہو گی اور ملک تباہ و برباد نہ ہو گا؟

لہٰذا ارباب حل وعقد اور اصحاب اقتدار اچھی طرح اس حقیقت کو ذہن نشین کر لیں کہ ہم جنسی کو قانونی جواز فراہم کرنے سے یہ ملک عظیم تباہ و برباد ہو جائے گا اور ظلم زدہ افراد کی روشن خیالی کچھ کام نہ آسکے گی۔ حکومت ہند سے مطالبہ بھی اور مشورہ بھی کہ اس فعل قبیح اور حرکت شنیع کو سنگین و بدترین جرم عظیم قرار دے کر دفعہ ۳۷۷ کو اپنی جگہ برقرار و بحال رکھا جائے اور چند انسان نما شیطان کی خواہشات پر ملک کو قربان نہ کیا جائے۔

حکومت وقت منکرات کو فروغ دینے والے مفسدوں کے سامنے گھٹنے نہ ٹیکیں۔ فحش کاری و بدکاری کو ہوا دینے والے ظالموں اور فاسقوں کے خواہشات نفسانی کی پیروی نہ کریں۔

یاد رہے کہ حق جب باطل کی خواہشات کے پیچھے چلنا شروع کر دے تو نظام عالم درہم برہم اور فساد سے دوچار ہو جاتا ہے پھر رب کائنات کے سوا اسے کوئی سنبھال نہیں سکتا ہے اور نہ بچا سکتا۔ ☆☆☆

جنسی جرائم، اسباب اور علاج

جناب غلام رسول دیش مکھ لکھتے ہیں کہ

دہلی ۱۶؍دسمبر کی شب میں ایک طالبہ کے ساتھ جو کچھ ہوا اس شرم ناک اور گھناؤنے واقعہ کی مذمت میں کا ردعمل پورے شباب پر ہے اس واقعہ پر الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا اپنی پوری توانائی لگائے ہوئے ہے۔ طلباء وطالبات، نوجوان مرد وخواتین میدان سے لے کر ایوان سیاست تک اپنے غم وغصہ کا اظہار کر رہے ہیں۔ لڑکی کی موت کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ مجرموں کو سخت سزا کی مانگ کی جارہی ہے کہ ان کو پھانسی دی جائے یا تیس سال کی سزا ہو یا قوت مردانہ سے محروم کر دیئے جائیں۔

ماحول ایسا ہو گیا ہے کہ گویا تمام اہم مسائل حل ہو گئے ہیں۔ اور اب صرف یہی ایک مسئلہ رہ گیا ہے۔ ایک طرف احتجاج ومذمت پورے شباب پر ہے تو دوسری طرف آبروریزی اور اجتماعی ریپ اور خواتین پر زیادتی کے واقعات میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے۔ ڈھائی اور تین سال کی بچیوں سے لے کر عمر رسیدہ خواتین تک اس جرم کا شکار ہو رہی ہیں۔

درحقیقت معاشروں میں برائی، بدکاری اور جرائم کی طرف جانے والے راستے کھلے ہوئے ہیں ان کی اصلاح وتدارک کی ضرورت ہے۔ اسی بات سے ہمارا معاشرہ بے نیاز ہے، بلکہ جرم سرزد ہونے کے بعد سزا اور قانون کی گرفت کے لئے سوچا جاتا ہے۔

مرد وخواتین، طلبا، وطالبات، نوجوان لڑکے، لڑکیاں آزادی اور فیشن کے نام پر بن سنور کر، سج دھج کر نیم عریاں لباس میں اپنے حسن کی نمائش کرتی ہیں اور وہ یہ سمجھتی ہیں کہ وہ آزاد ہیں اور ان کی اپنی مرضی کے مطابق وضع قطع اختیار کرسکتی ہیں۔ اس پر پابندی لگانے یا اعتراض کرنے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ دراصل یہ اس کی نادانی اور غلط فہمی ہے۔ مرد کی خواہش ہوتی ہے کہ خواتین یا لڑکیاں زیادہ سے زیادہ برہنہ ہوں تاکہ ان کے حسن کا نظارہ کرکے لطف اندوز ہوسکیں، ٹی وی چینل پر اخبار ورسائل میں جو اشتہار ہوتے ہیں ان میں عورتوں کو پرکشش بنا کر برائے نام کپڑوں میں دکھایا جاتا ہے۔ ہر طرح کے اشتہار کیلئے عورتوں کے حسن کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بلیڈ کے اشتہار میں بھی عورت کے حسن سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔ سنیماؤں اور ٹی وی چینلوں کے پروگراموں میں عورت کے حسن کو زیادہ سے زیادہ نکھار کر نیم عریاں لباس میں پرکشش بنا کر پیش کیا جاتا ہے، ان بے ہودہ اور بے حیا شرمناک مناظر جنسی جذبات کو برانگیختہ کرتے ہیں ان مناظر پر کوئی روک تھام نہیں ہے۔ البتہ نتیجے کے طور پر کوئی حرکت یا فعل سرزد ہوجائے تو قانون میں سزا رکھی گئی ہے۔

مخلوط سوسائٹی میں مرد اور عورت کے آزادانہ میل ملاپ پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن اگر وہ ہوس کا شکار ہوجائے تو پھر قانون کی گرفت! دفتر میں کام کرنے والی خواتین اپنے مکمل میک اپ کے ساتھ شمع محفل بن رہی ہیں لیکن اگر کوئی حرکت سرزد ہوجائے تو قانون حرکت میں آسکتا ہے۔

مخلوط تعلیم کے مطابق اسکول اور کالج میں بالغ لڑکے لڑکیاں ایک ساتھ پڑھتی ہیں۔ کھیل کود میں حصہ لیتی ہیں۔ پارکوں سینماؤں میں ساتھ رہتی ہیں لیکن اس درمیان دونوں سے کوئی فعل سرزد ہو جائے تو سماج اور قانون کی نظر میں مجرم ہے سب سے اہم اور شرمناک بات یہ ہے کہ ملک میں شراب کھلے عام بیچی اور پی جاتی ہے۔ شراب اور بیئر بار بغیر کسی روک ٹوک کے حکومت کی اجازت نامہ پر اپنا کاروبار چلا رہے ہیں شراب کو ام الخبائث کہا جاتا ہے جو تمام جرائم اور خبائث کی جڑ ہے اور ملک میں ہونے والے اس طرح کے واقعات میں اس کا کردار نمایاں ہی نہیں بلکہ بہت اہم ہے۔ یہ ہے آج کا ماحول کہ برائی کی طرف جانے والے راستے تو کھلے ہیں لیکن نتائج کو بھگتنے کے بجائے سخت سزا کی مانگ کی جارہی ہے۔

اسلام برائیوں اور جرائم کی طرف جانے والے راستوں پر پہلے پابندی عائد کرتا ہے۔ ایک صالح اور پاکیزہ ماحول مہیا کرتا ہے اسکے بعد سزا تجویز کرتا ہے۔ مثلاً

- شراب اور دوسری منشیات کو حرام قرار دیتا ہے۔
- مرد اور خواتین کے آزدانہ میل ملاپ پر پابندی عائد کرتا ہے۔
- خواتین کو سائز لباس کا پابند بناتا ہے۔
- پردہ لازی قرار دیتا ہے۔
- مخلوط تعلیم کی اجازت نہیں دیتا۔

اس تعلیم کے بعد صالح ماحول اور معاشرہ میں کوئی بے حیائی اور بے ہودہ کام کرے تو عبرت ناک سزا تجویز کرتا ہے۔ زانی اگر غیر شادی شدہ ہے تو اس کو ۱۰۰ کوڑے کی سزا ہے، اگر وہ شادی شدہ ہے تو اس کو سنگ سار کردینے کی سزا ہے۔ یہ سزائیں چوراہوں پر عوام کے درمیان دی جائے تا کہ اس عبرت ناک سزا کے بعد کوئی اس طرح کی حرکت کی جرأت نہ کرسکے۔

جب تک معاشرے کی تعمیر توحید پر یعنی اللہ کے واحد الہ ہونے پر نہ ہو کہ وہی تمام انسانوں کا اور پوری کائنات کا خالق، مالک، معبود، اور رب ہے اور آخرت میں ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہوگا اس وقت تک صحیح معاشرہ کا تصور ناممکن ہے۔ یہی وہ خوف و ڈر ہے جو اسے برائیوں سے بچا سکتا ہے اس کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث کیا، آخری نبی محمد ﷺ نے اللہ کی ہدایت کی روشنی میں صالح معاشرہ قائم کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ جب تک مندرجہ بالا تعلیمات کی روشنی میں ماحول اور معاشرہ کی اصلاح و تعمیر نہیں ہوگی جرائم اور خبائث کا خاتمہ نہیں ہوگا۔ آج کل جرائم کے انبار ہیں وہ ہمیشہ نئے انداز میں ہر دور میں اپنا سر ابھارتے رہتے ہیں۔ رشوت خور اور غیر ذمہ دار انتظام غیر اخلاقی ماحول میں اس کی اصلاح ناممکن ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ مندرجہ بالا خطوط پر سوچا جائے، اس کے بغیر برائیوں کا اور جرائم و خبائث کا خاتمہ ممکن نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ قوم پر رحم فرمائے اور صحیح خطوط پر سوچنے، غور کرنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

آزادیٔ نسواں حقیقت یا سراب

ایک امریکی صحافیہ کی گواہی

کبھی ہمارے یہاں بھی زندگی کا فطری طریقہ موجود تھا (اور خاندانی نظام تھا) لیکن جب سے بدترین دشمن (ہولی وڈ) حملہ آور ہوا ہے اس نے سب کچھ تباہ وبرباد کردیا ہے جس نے کسی اسلحہ بارود سے حملہ نہیں کیا، بلکہ معاشرت اور اخلاقیات کے خون کی ہولی کھیلی یہ اس تباہی کا سب سے بڑا ذمہ دار ''ہولی وڈ'' ہے (ہولی وڈ دنیا کی سب بڑی فلم انڈسٹری ہے جو کہ امریکا میں ہے) جس کے مذموم مقاصد میں سے اہم مقصد یہ بھی ہے کہ جس طرح ہم نے امریکن ویوروپی عورتوں کی زندگی کو جیتے جی جہنم بنادیا ہے اسی طرح ہولی وڈ کے کرتا دھرتا آپ کے ساتھ بھی کرنا چاہتے ہیں، آپ کے پرسکون اسلامی معاشرے کی بنیادوں کو کھوکھلا کردینا چاہتے ہیں، بہت جلد آپ اس ذلت وخواری کو محسوس کریں گے جس کا آج ہمیں شدت سے احساس ہورہا ہے۔ لیکن اگر آپ ہم سے سبق حاصل کریں تو ممکن ہے کہ ان کا داؤ آپ پر نہ چل سکے کیونکہ ہم وہ بدنصیب ہیں جنہیں ان کے شیطانی اثر ورسوخ کی

وجہ سے طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا اور خطرناک چوٹوں کو سہنا پڑا ہے۔ یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ ہر وہ چیز جو ہولی وڈ سے آتی ہے سوائے جھوٹ کے پلندے اور حقیقت کی شکل وصورت کو مسخ کر کے شکوک وشبہات پیدا کرنے کے کچھ بھی نہیں ہے۔ وہ لوگ جنسی بے راہ روی کو یوں پیش کرتے ہیں گویا کہ وہ ایک فطری تقاضا ہے اور یہ باور کراتے ہیں کہ اس اخلاق سوز عمل میں کوئی حرج نہیں ہے، درحقیقت اخلاقی طور پر معاشرے میں بگاڑ پیدا کرنا ان کے اہم مقاصد میں سے ہے، عنقریب آپ دیکھیں گے کہ وہ لوگ موسیقی اور گانے کو اسلامی معاشرے میں بھی رواج دیں گے خواہ وہ کیبل، میوزک چینلز کے ذریعے ہو یا انٹرنیٹ اور ایف ایم ریڈیوز یا سر بازار میوزک شوز کے ذریعے ہو، الغرض وہ اس کے حصول کو سہل ترین بنا کر اس کی قباحت اور برائی کو دلوں سے ختم کر دیں گے جس سے اسلامی معاشرہ دھوکے اور فریب کا شکار ہوجائے گا، تب پھر آپ کو موسیقی کی عادت ہوجائے گی۔ اس کیلئے وہ امریکی عورتوں کو بطور نمونہ پیش کریں گے کہ ہم بہت خوش وخرم زندگی گذار رہی ہیں اور ہمیں اپنی فحاشی وعریانی پر فخر ہے اور ہم دلی طور پر مطمئن اور بالکل خوش ہیں کیونکہ ہمارے یہاں خاندانی نظام کا تصور بھی نہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہمارے یہاں عورتوں کا ایک بہت بڑا طبقہ خوشی اور راحت سے بالکل محروم ہے، آپ یقین کریں لاکھوں عورتیں روزانہ ذہنی سکون حاصل کرنے کیلئے دوائیں استعمال کرتی ہیں اور ہم اپنی حرکتوں سے سخت نفرت کرتی ہیں، ہماری زندگی عذاب بن گئی ہے، ان مردوں کی وجہ سے جنکے ہاتھوں کا ہم کھلونا بنی ہوئی ہیں جو ہمیں محبت کا جھانسہ دیتے ہیں اور محبت کے نام پر اپنا مطلب نکال کر ہمیں چھوڑ دیتے ہیں۔

اسی طرح وہ آپ کی خاندانی زندگی کو تباہ برباد کرنے کے درپے ہیں جبھی تو وہ خاندانی منصوبہ بندی کے گن گاتے نہیں تھکتے، وہ لوگ یہ تاثر دیتے ہیں کہ شادی

کرنا تو غلامی کی صورتوں میں سے ایک ہے اور ماں بننا گویا کہ ایک لعنت ہے ان سب بیہودہ خیالات کا مقصد یہ ہے کہ زمانے میں حیا اور پاک دامنی کی کوئی حیثیت باقی نہ رہے، لیکن میری نظر میں آپ کی اور آپ کی پاکیزگی کی حیثیت قیمتی ترین موتیوں کی سی ہے۔ مجھے اس بات کا بہت دکھ ہے کہ ہم اپنی پاک دامنی کی قدر نہ پاسکیں۔ کیوں کہ (ہولی وڈ والے) فتنہ پردازوں نے ہمیں ہمیشہ بے قیمت ہونے کا ہی احساس دلایا ہے۔

یہ جونت نئے فیشن مغرب سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ اسی عزم کے تحت نکالے جارہے ہیں کہ مشرقی عورتیں بھی یہ محسوس کریں بلکہ دل میں بٹھالیں کہ اصل چیز تو ان کی جنسی دل کشی کا اظہار ہے، جبکہ درحقیقت برقع اور حجاب زیادہ دل کش اور عمدہ لباس ہے۔ مغرب کے ہر فیشن کے مقابلے میں کیونکہ وہ آپ کے احترام اور وقار کو محفوظ رکھتا ہے۔ ہر عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنی جنسی دل کشی کی حفاظت کرے، ہر قسم کے ذلیل اور گھٹیا اور کمینے لوگوں کی نظروں سے، کیونکہ یہ اس عورت کے پاس ہدیہ ہے، اس شخص کے لئے جو اس عورت سے شادی اور محبت کرے کیونکہ مرد اپنے اہل وعیال کے لئے ہی مختلف شعبہ ہائے زندگی میں مردانہ وار مصروف کار رہتا ہے۔ اس لئے وہی زیادہ مستحق ہے آپ کی دل کشی کا، ہمارے (امریکی) مردوں کو تو پاکیزگی سے کوئی سروکار نہیں وہ نہیں جانتے ان گراں مایہ لعل وجواہر کی قدر کو بلکہ وہ ان قیمتی اور بیش بہا موتیوں پر گھٹیا ترین چیزوں کو ترجیح دیتے ہیں انہیں اپنی غرض کو پورا کرنے سے واسطہ ہے۔ جب ان کے گھٹیا مقاصد پورے ہو جاتے ہیں تو ان معصوم عورتوں سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ اس سب کے باوجود یہ بھی دیکھا جارہا ہے کہ مسلمان عورتوں کا بہت بڑا طبقہ انجام سے بے پرواہ حد سے تجاوز کرتا جارہا ہے اور وہ عورتیں مغرب سے حد درجہ متاثر ہیں۔ جس قدر بھی ہوسکے وہ مغرب زدہ عورتوں کی

نقالی کی کوشش کرتی ہیں حتی کہ اسکارف اور حجاب پہن کر بھی مغربی طرز پر اپنی نمائش کرانے کو اپنی خوبی خیال کرتی ہیں، یہ بات سمجھ سے بالاتر ہے کہ آخر وہ ان ستم خوردہ عورتوں کی پیروی کس بنیاد پر کرتی ہیں؟ جو خود اپنے کھوئے ہوئے وقار پر شرمندہ ہیں اور ان میں جو باقی ہیں ان کا بھی عنقریب وہی حال ہونے والا ہے۔

یاد رکھئے! اتنے بڑے نقصان کی تلافی ممکن نہیں ہے آپ اپنی قدر کو پہچانئے، آپ تو بے عیب اور انمول ہیرے کی طرح ہیں تو آپ ان عفت وعصمت کے لٹیروں کو اپنے اوپر قابو کیوں دے رہی ہیں؟ جو آپ کو ایسے بے قیمت پتھر کے ٹکڑے میں بدل دیں، جس کو ہر کوئی ٹھوکر مارتا پھرے؟ یہ جو آپ روز بروز یورپی فیشن پر مبنی رسالے اور مغربی ٹیلی ویژن دیکھتی ہیں یہ سب جھوٹ، فریب اور شیطانی پھندے ہیں۔ اپنے آپ کو مردوں کی ہوس زدہ نگاہوں سے بچا کر رکھیں۔ ورنہ ہم بدنصیب عورتیں بطور نمونہ آپ کے سامنے ہیں، ہم نے اپنی عفت کی حفاظت نہیں کی، اور خود کو مردوں کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا، اس خیال سے کہ شاید وہ ہم سے محبت کرنے لگیں اور ہم میں شادی کے حوالے سے دلچسپی لیں، کیونکہ اس سے بہتر کیا بات ہوسکتی ہے کہ ہم خانگی امور سرانجام دیں اور اپنے بچوں کی اچھے طریقے پر پرورش کریں اور اپنی راحت وقوت کو اپنے سے محبت کرنے والوں کے لئے بچا کر رکھیں۔ لیکن یہ بات جلد ہی کھل کر سامنے آگئی کہ ہمیں دھوکہ دیا گیا ہے۔ ورنہ ہم تو یہی سمجھتی رہی ہیں کہ اپنے آپ کو مردوں کے ہاتھوں کا کھلونا بنا کر شاید ہم بھی محبت وعزت کے لائق سمجھی جائیں گی، ہمارا بھی اپنا گھر ہوگا، اور خاندانی زندگی ہوگی، جس میں ہم پرسکون زندگی بسر کریں گی اور ہر طرح کی پریشانیوں سے آزاد ہوں گی افسوس کہ ہمیں آزادی مل سکی اور نہ وہ محبت جس کی خواہش ایک عورت کا قلب اور من کرتے ہیں۔

البتہ اتنی بات ضرور سامنے آگئی کہ بدکاری کا ارتکاب کر کے کبھی بھی راحت حاصل نہیں ہوسکتی ، بلکہ ہمیشہ دھوکا ہی ہوتا ہے، میں (جونا فرانسس) اپنی ذات کے اعتبار سے عرض کرتی ہوں کہ باوجودیکہ میں نے صحافت کے میدان میں جہد مسلسل سے اپنا ایک مقام پیدا کرلیا لیکن جو شرف اور اعزاز عورت کا ابتدائی زمانے سے ہوتا ہے اس کی کوئی مثال نہیں ،عموماً یورپی عورتوں کی ذہن سازی اس طور پر کی جاتی ہے کہ وہ بے چاری مسلمان عورتوں کو بہت ہی مظلوم سمجھیں۔ جب کہ حقیقت اس کے برعکس ہے، دراصل ہم خود ستم خوردہ ہیں، ہم تو فیشن پرستی کی زرخرید غلام ہیں۔ جن سے جس طرح چاہے کام لیا جاتا ہے، ہماری ناقدری کی جاتی ہے، ہمارے جسم حرص وہوس کا نشانہ بن کر رہ گئے ہیں۔ ہم اسی ہوس پرستی کو مردوں کے ہاں محبت اور قبولیت کا ذریعہ خیال کرنے والی فریب خوردہ ہیں۔

چنانچہ ایسی صورت حال میں ہمارا آپ پر تعجب کرنا لازمی امر ہے کہ آپ ہم پر اور ہمارے معاشرے پر رشک کررہی ہیں، جن کا معاشرے میں کوئی وقار نہیں اور ہماری ظاہری چمک دمک آپ کی آنکھوں کو خیرہ کررہی ہے، ہم تو وہ ہیں جو بچپن میں والدین کی شفقتوں سے بھی محروم رہیں، بڑھاپے میں اولاد کی طرف سے خدمت کے محض سپنے ہی دیکھتی رہیں، جو کبھی شرمندہ تعبیر نہ ہوسکے۔ کیونکہ ہمارے ہاں خاندانی نظام زندگی تو کب کا تباہی کی بھینٹ چڑھ چکا ہے مگر افسوس کہ آپ نے تو محض ظاہر ہی کو دیکھا اور متاثر ہوگئیں۔

میری بہنو! دھوکے میں مت پڑیں اور اپنے آپ کو ایسے دھوکہ بازوں کے حوالے مت کریں جو ہر وقت آپ سے دغابازی کے درپے رہتے ہیں تاکہ آپ کی عفت و پاک دامنی باقی رہ سکے۔ کیونکہ ہم عیسائی عورتوں کی یہ تمنا ہے کہ ہم بھی فطری طریقہ پر زندگی گزاریں ، چونکہ زندگی کا فطری انداز آپ کے ہاں موجود ہے آپ ہمارے لئے مثال اور نمونہ بنیں، یہ دیکھتے ہوئے کہ ہم تو گم کردہ راہ ہیں۔

آخر میں یہی کہوں گی کہ اگر آپ اپنی پاکیزگی پر برقرار رہیں گی تو مجھے امید ہے کہ میری خیر خواہی کو دل و جان سے تسلیم کریں گی جیسا کہ میری آرزو ہے۔

اے میری مسلمان ماؤں اور بہنو!

آپ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ دین اسلام کا ہم سب پر کتنا عظیم احسان ہے اس کی بدولت ہمیں بلند مرتبہ ومقام ملا ہے اسلام دین فطرت ہے اور دین فطرت کی مخالفت سے کبھی بھی راحت نہیں مل سکتی۔

عرض مترجم

اگر ہم چشم بصیرت اور انصاف سے دنیا بھر میں نظر دوڑائیں تو ہم دیکھیں گے کہ اسلامی معاشرے میں بگاڑ کے حوالے سے واقعی (ہولی وڈ) کا کتنا بڑا کردار ہے اور ایشیا بھر میں، بلکہ پوری دنیا میں اسی (ہولی وڈ) کے پودے (بالی وڈ) (یہ دنیا کی دوسری بڑی فلم انڈسٹری ہے جو کہ ہندوستان میں ہے) کا کتنا اہم کردار ہے۔

جو مقاصد واہداف ان کے ہیں وہ میرے اور آپ کے آقا ﷺ کی تعلیمات کے یکسر خلاف ہیں، دین اسلام ہمارے پاس اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہے کیا یہ ظلم نہ ہوگا کہ ہم اس دین کی ناقدری کریں اور اس کے علاوہ میں دلچسپی لیں؟ وہ دین جس نے بلند مرتبہ اور عظمت وشان سے نوازا اس کو پس پشت ڈال دینا سراسر ظلم اور ناانصافی ہے۔ کیوں کہ شیطان کے پجاریوں (ہولی وڈ بولی وڈ) کا امت مسلمہ کی ماؤں بہنوں اور بیٹیوں پر کوئی احسان نہیں ہے بلکہ یہ لوگ تو دنیا اور نفس کی حرص وہوس کی خاطر وہ کچھ کر گزرتے ہیں جو انسانیت کی حدود سے بھی تجاوز کر جاتا ہے۔ ان لوگوں کی خوشی اس بات سے دوبالا ہو جاتی ہے جب مسلمان عورتیں ان کے پھیلائے ہوئے جالوں میں پھنس جاتی ہے۔

بخدا یہ لوگ اخلاق سوزی پر مبنی ایک ایک فلم پر اربوں خرچ کر کے کھربوں کے مالک بن بیٹھے ہیں اور معاشرے کی بے حیا اور بے شرم عورتوں کو فیشن شوز کے نام پر استعمال کر کے راتوں رات امیر ہو جانے کے خواب دیکھتے رہتے ہیں اور ان کو ہرگز بھی اس کی پرواہ نہیں کہ ان کی ناپاک حرکتوں کی وجہ سے معاشرے میں اخلاقیات کی دھجیاں بکھرتی جا رہی ہیں دن بدن اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا عام ہو جا رہا ہے۔

وہ بدنصیب عورتیں جن کو دنیا کے دو ٹکوں کی خاطر اپنی عفت و عصمت کا دنیا بھر کے سامنے حون کرتے ہوئے ذرا بھی پشیمانی نہیں ہوتی آخر وہ کیوں کر قابل تقلید و پیروی ہوں؟؟

آہ! آپ کی نسبت تو عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خنساء، سمیہ، فاطمہ، اسماء اور رخولہ علیہم اللہ اجمعین جیسی عظیم ماؤں سے ہے۔ جنہوں نے ہر آن، ہر گھڑی اللہ تبارک وتعالیٰ کی مرضی کو اپنا شعار بنایا اور دنیا اور آخرت کے عظیم مناصب پر فائز ہوئیں۔ یہ بات بھی آپ کے پیش نظر رہے کہ اللہ نے ان پاکیزہ نفوس کے تقویٰ اور پرہیزگاری کی برکت سے ان کے بطون سے ایسے عظیم جرنیلوں کو وجود بخشا جن کے بے مثال کارنامے تاریخ اسلامی کے صفحات پر رہتی دنیا تک کے لئے ان مٹ نقوش چھوڑ گئے، اگر ان جیسی عظیم مائیں نہ ہوتی تو آج ہمیں اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اور محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ، محمد الفاتح رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ہم جیسے عظیم سپہ سالار بھی نصیب نہ ہوتے۔

چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ اپنے دین اسلام پر بھروسہ رکھیں اور کم ہمت نہ ہوں تا کہ دشمن کی ہر سازش ناکام ہو جائے اور امت مسلمہ کی عظمت رفتہ اور نظام خلافت کے دوبارہ غالب کرنے کے لئے آپ کا حقیقی کردار واضح ہو، بس

آپ کو حوصلہ وہمت سے کام لینا ہوگا اور اپنے خیر خواہ اور بدخواہ کی پہچان کرنا ہوگی، اور ہم سب کے آقا و مولی محمد عربی ﷺ کی مبارک تعلیمات پر عمل پیرا ہونا ہوگا تا کہ دنیا و آخرت کی کامیابیاں آپ کے قدم چومیں۔

ادھر مغرب کی مظلوم عورتیں آپ کے انتظار میں ہیں کہ کب آپ ہمیں مادہ پرستی کی غلامی سے آزادی دلانے میں اپنا کردار ادا کریں گی؟ اللہ کرے کہ آپ کی دین اسلام سے وابستگی آپ کا شعار بنے اور مغرب سمیت پوری دنیا کی ستم خوردہ عورت کی آزادی کا سبب بنے۔

(محمد وسیم، ماہنامہ مظاہر علوم، ستمبر ۲۰۱۱، ص، ۱۶)

☆☆☆

حسد اور اس کے نقصانات

کسی پر اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کے نزول کو ناپسند کرنے اور اس کے زوال کی تمنا کرنے کا نام ''حسد'' ہے۔ ہماری اس بات کی تائید شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ہوتی ہے:

اَلْحَسَدُ كَرَاهَةُ الْاِنْسَانِ مَا اَنْعَمَ اللّٰهُ بِهٖ عَلٰى غَيْرِهٖ

''حسد انسان کا اس نعمت الٰہی کو ناپسند کرتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابل کو مالا مال فرمایا ہے''۔

یہ وہ بیماری ہے جس سے حسد کرنے والا انسان اپنے مقابل پر شعوری یا غیر شعوری طور پر زیادتی کرتا ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا حَسَدْتَ فَلَا تَبْغِ (فتح الباری)

''جب تمہارے دل میں حسد کا جذبہ جاگ اٹھے تو خبردار زیادتی نہ کرو''۔

انسان پر ضروری ہے کہ بتقاضائے بشریت کبھی اس کے دل میں حسد کا جذبہ پیدا ہو تو قول وعمل کے ذریعے کسی بھی طرح کی زیادتی اپنے (محسود) بھائی پر نہ کرے، کیوں کہ یہ یہودیوں کی عادت بتائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمُ اللّٰهُ مِن فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ إِبْرَاهِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُم مُّلْكاً عَظِيماً''

''پھر یہ کیا دوسروں سے محض اس لئے حسد کرتے ہیں کہ اللہ نے انہیں اپنے فضل سے نوازا ہے۔ اگر ایسا ہے تو انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہم نے تو آل ابراہیم کو کتاب اور حکمت عطا کی اور انہیں ملک عظیم بخش دیا''۔ (النساء:۵۴)

حاسد اپنے جذبہ حسد کے ذریعہ مختلف گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور دنیا و آخرت میں کئی ایک نقصانات سے دوچار ہوتا ہے۔ مثلاً:

حاسد، حسد کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے مقدور مقسوم کو ناپسند کرنے کے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ یعنی اپنی حاسدانہ حرکت کے ذریعہ یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نااہل انسان کو اپنی نعمتوں سے نوازا ہے۔ اس حرکت سے نعوذ باللہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات پر حرف آتا ہے۔

حسد کی وجہ سے حاسد کی نیکیاں ضائع ہوجاتی ہیں۔ جیسا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے: إِيَّاكُمْ وَالْحَسَدَ فَإِنَّ الْحَسَدَ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ. (ابوداوٗد)

''تم لوگ حسد سے بچو، کیوں کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسا کہ آگ لکڑی کو کھاجاتی ہے''۔

حسد کا نقصان اتنا بڑا اس لئے بھی ہے کہ حسد دیکھنے میں صرف ایک گناہ لگتا ہے مگر ہے وہ کئی بڑے بڑے گناہوں کا مجموعہ، حسد میں حاسد نہ صرف یہ کہ محسود پر زیادتی کرتا ہے بلکہ اسے برے الفاظ سے یاد کرات ہے، اس کی عزت وآبرو سے کھلواڑ کرتا ہے اور اسے نیچا دکھانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ یہ سب گناہ اس کی نیکیوں کو ضائع کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

حسد کی وجہ سے حاسد کی دنیا تنگ ہوجاتی ہے، اوراس کا چین وسکون غارت ہوجاتا ہےاس لئے جب کبھی وہ محسود کے پاس اللہ کی نعمت دیکھتا ہےتو وہ کڑھنے لگتا ہے،اس کے دل میں حسرت ویاس کی آگ بھڑک اٹھتی ہے جواس میں بے چینی اور اضطرابی کیفیت پیدا کردیتی ہے۔

حاسد، حسد کا جرم اپنا کر یہودیوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے اور یہ واضح بات ہے کہ جومسلمان کفار کی کسی بھی خصلت کواپناتا ہےتو اس کا شمار اس معاملے میں اسی قوم میں ہوجاتا ہے،جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:''مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ'' (احمد،ابوداؤد) ''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان میں سے ہوگیا''۔

حاسد جتنا چاہے حسد کرے لیکن محسود سے اللہ کی نعمت کوختم تونہیں کرسکتا۔ جب اس کے حسد سے اس کا کچھ بھلا ہونے والا ہی نہیں ہے۔تو پھراس کا فائدہ ہی کیا ہے۔بے فائدہ عمل پر بھی تو اللہ کے پاس پکڑ ہوگی۔

حسد مومن کے کمال ایمان کے منافی ہےجیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِاَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ''۔(بخاری)

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی کچھ پسند نہ کرے جواپنے لئے پسند کرتا ہے''۔

اور یہ کھلی بات ہے کہ حسد میں حاسد اپنے محسود بھائی کے لئے زوال نعمت کی تمنا اور کوشش کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ محسود سے وہ نعمت چھن کر اسے ملے۔اس طرح اس نے اپنے لئے جو چیز پسند کی وہ اپنے بھائی کے لئے نہیں پسند کی۔یہ خودغرضی بلکہ انسانیت سوز حرکت کمال ایمان کی منافی ہے۔

حسد، حاسد کو اللہ کے فضل وکرم کا سوالی بننے اور اللہ کی نعمتوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے سے روکتا ہے۔اس لئے کہ محسود کے پیچھے ہاتھ دھوکر پڑے رہنے

کی وجہ سے اس کی نظر محسود کو حاصل شدہ نعمتوں پر تو رہتی ہے مگر اسے یہ توفیق کبھی نہیں ہوتی کہ وہ بھی اللہ کے سامنے اپنا دامن پسارے اور اپنے لئے اللہ تعالیٰ سے وہ کچھ مانگے جو کچھ کہ محسود کو حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ لِّلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ وَاسْاَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا'' اور اس چیز کی آرزو نہ کرو جس کے باعث اللہ تعالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر برتری دی ہے، مردوں کا اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور عورتوں کے لئے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا اور اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل مانگو، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے''۔ (النساء:۳۲)

حاسد، حسد کی وجہ سے اللہ کی اس نعمت کو حقیر اور معمولی سمجھنے لگتا ہے۔

جو محسود کو حاصل ہے۔

حسد اخلاق رذیلہ میں سے ہے۔ اس لئے کہ حاسد کا مقصود معاشرے میں محسود کی قدر و منزلت گھٹانا اور اس کی شخصیت کو مجروح کرنا ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں وہ لوگوں میں غلط باتیں پھیلانے سے بھی نہیں چوکتا بلکہ کسی بھی طریقے سے اسے بدنام کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔

حاسد آخرت میں مفلس اور قلاش ہوگا، اس لئے کہ حسد کے ذریعے اس نے دنیا میں محسود پر ظلم کیا ہے۔ اس کا حساب چکانے کے لئے اللہ کے پاس اسے اپنے جرم کے برابر نیکیاں محسود کو دینی ہوں گی، اگر نیکیاں ناکافی ہوں تو محسود کے گناہوں کا بوجھ اس کے سر لاد کر اسے جہنم رسید کر دیا جائے گا۔

مذکورہ دس نکات سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حسد کتنا سنگین جرم ہے۔ افسوس کی بات یہ ہے کہ آج معاشرے کا ہر طبقہ اس جرم میں ملوث ہے، اس معاملے

میں اہل علم اور بے علموں کے درمیان بھی کوئی فرق نہیں رہا، حالانکہ اخلاق وتقویٰ کا پیکر بن کر رہنا اہل علم کا شیوہ ہونا چاہیے۔ اس لئے خصوصاً اہل علم کو چاہیے کہ وہ حسد جیسی بری خصلت سے کلیتاً بچیں اور اپنے بھائی کا دامن کسی نعمت سے بھرا دیکھیں تو بجائے حسد کرنے کے خود وہ نعمت، محنت وکوشش سے حاصل کرنے کی جستجو کریں اور اللہ سے دعا بھی کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے بہتر نعمت عطا فرمائے۔

حسد سے تعلق رکھنے والے یہ دس نکات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اس پر مزید غور وفکر کرنے سے اور بھی مفید باتیں سامنے آسکتی ہیں۔ اس تحریر کا مقصود یہ ہے کہ ہم حسد کی سنگینی کو محسوس کرتے ہوئے اس سے بچنے کی شعوری کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عادت رذیلہ سے محفوظ رکھے۔ آمین!

☆☆☆

تکبر

ایک خطرناک لاشعوری مرض

افادات حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔
تکبر اور بڑائی نہایت مہلک مرض ہے اللہ جل شانہ نے قرآن مقدس میں کئی جگہ کبر کی مذمت بیان فرمائی ہے اللہ کا تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"سَاَصْرِفُ عَنْ آيَاتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِيْ الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَق" (سورہ اعراف:۱۴۶) میں ایسے لوگوں کو اپنے احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا تکبر ایسی مذموم اور منحوس خصلت ہے کہ جو شخص اس میں مبتلا ہوتا ہے اس کی عقل اور فہم سلیم کھو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آیات کے سمجھنے سے محروم ہو جاتا ہے اس کو قرآنی آیات سمجھنے کی توفیق نہیں ملتی اور نہ ہی آیات قدرت میں غور و فکر کرکے اللہ کی معرفت حاصل کرنے میں اس کا ذہن چلتا ہے۔

۲- كذالك يطبع الله على كل قلب متكبر جبار (سورہ مومن:۳۵)

"اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر مغرور جابر کے پورے قلب پر مہر کر دیتے ہیں"۔

۳-"واللہ لا یحب المتکبرین" یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

اسی طرح رسول اکرم ﷺ نے بھی متعدد احادیث میں کبر کی شناعت نحوست کا ذکر فرمایا ہے ارشاد گرامی ہے:

۱-من تکبر وضعه الله فهو فی اعین الناس صغیر وفی نفسه کبیر حتی لهوا هون علیکم من کلب او خنزیر. (شعب الایمان:۲۷۶/۶)

جو کوئی تکبر اور بڑائی کا راستہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرادے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل وحقیر ہو جائے گا اگر چہ خود اپنے خیال میں بڑا ہوگا لیکن دوسروں کی نگاہ میں وہ کتوں اور خنزیروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہو جائے گا۔

۲-عن حارثة بن وهب قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم الا اخبرکم باهل الجنة کل ضعیف متضعف لواقسم علی الله لابره الا اخبرکم باهل النار کل عتل جواظ متکبر. (مسلم)

حضرت حارثہ بن وہب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تم کو بتاؤں کہ جنتی کون ہے؟ ہر وہ شخص جو (معاملہ اور برتاؤ میں اکھڑ اور سخت نہ ہو بلکہ) عاجزوں کمزوروں جیسا اس کا رویہ ہو اسلئے لوگ اس کو کمزور سمجھتے ہوں (اور اللہ کے ساتھ اس کا تعلق ایسا ہو کہ) اگر وہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ اس کی قسم پوری کر دکھائے، اور کیا میں تم کو بتاؤں دوزخی کون ہے؟ ہر اکھڑ بدخوار اور مغرور شخص۔

اس حدیث شریف میں اہل جنت کی صفت ضعیف، متضعف بتلائی گئی ہے اس سے مراد وہ ضعف وکمزور نہیں ہے جو قوت وطاقت کے مقابلہ میں بولی جاتی ہے کیوں کہ وہ ضعف وکمزوری کوئی قابل تعریف صفت نہیں ہے بلکہ ایک حدیث میں تو

صراحتاً فرمایا گیا ہے کہ: **المؤمن القوی خیر واحب الی اللہ تعالیٰ من المومن الضعیف**۔ (مسلم شریف)

طاقتور مسلمان خدا کے نزدیک کمزور مسلمان سے زیادہ بہتر اور محبوب ہے۔

بلکہ مذکورہ بالا حدیث شریف میں وہ شریف الطبع، متواضع، اور نرم خو شخص مراد ہے جو معاملہ اور برتاؤ میں عاجزوں اور کمزوروں کی طرح دوسروں سے دب جائے اور اس لئے لوگ اس کو کمزور سمجھیں اور دبالیا کریں۔ بہرحال حدیث کا حاصل یہ ہے کہ تواضع اور نرمی، عاجزی اہل جنت کی صفت اور غرور واستکبار اور اکھڑ پن دوزخیوں کے اوصاف ہیں۔

اس حدیث میں جنتیوں کی صفت میں ''ضعیف ومتضعف'' کے ساتھ ایک بات یہ بھی فرمائی گئی ہے کہ اگر وہ بندہ اللہ پر قسم کھالے تو اللہ تعالیٰ اس کی قسم پوری کردے بظاہر اس جملہ سے رسول اللہ ﷺ کا مقصد اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کے لئے اپنی خودی کو مٹا کر اس کے بندوں کے ساتھ عاجزی اور فروتنی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ کے یہاں وہ اتنا مقرب ہو جائے گا کہ اگر وہ قسم کھالے کہ فلاں بات یوں ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی قسم کی لاج رکھے گا اور اس کی بات کو پورا کر دکھائے گا یا یہ کہ اگر وہ بندہ کسی خاص معاملہ میں اللہ کو قسم دے کر اس سے کوئی خاص دعا کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول کرے گا۔

۳-عن عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ لا یدخل الجنۃ من کان فی قلبہ مثقال ذرۃ من کبر (مسلم شریف)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا وہ شخص جنت میں نہیں جائے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا۔

کبریائی اور بڑائی دراصل صرف اس ذات پاک کا حق ہے جس کے ہاتھ میں سب کی موت وحیات اور عزت وذلت ہے جس کے لئے کبھی فنا نہیں اس کے علاوہ سب کے لئے فنا ہے۔

وله الكبرياء في السموات والارض وهو العزيز الحكيم.

اور اس کے لئے کبریائی اور بڑائی ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

اب جو برخود غلط انسان کبریائی اور بڑائی کا دعویدار رہو اور اللہ تبارک وتعالیٰ کے بندوں کے ساتھ غرور اور تکبر جس کا رویہ ہو وہ گویا اپنی حقیقت بھول کر اللہ تبارک وتعالیٰ کا حریف بنتا ہے اس لئے وہ بہت ہی بڑا مجرم ہے اور اس کا جرم نہایت ہی سنگین ہے حدیث بالا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ وہ اپنی اس فرعونی صفت کی وجہ سے جنت میں نہ جاسکے گا۔

۴-عن ابی هريره رضی اللہ عنہ قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول الله تعالىٰ الكبرياء ردائهي والعظمة ازاری فمن نازعنی واحدا منهما ادخلته النار وفی روايت فدخله فی النار.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے تو جو کوئی شخص ان چیزوں میں سے کسی میں مجھ سے جھگڑا کرے گا تو اس کو جہنم میں ڈال دوں گا اور ذرہ برابر پرواہ نہیں کروں گا۔

۵-وعن ابی هريره رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم يخرج عنق من النار يوم القيمة له عينان تبصران واذنان

تسمعان ولسان ينطق يقول انی وكلت بثلاثة بكل جبار عنيد وبكل من دعا مع الله الها اخروبا المصورين. (ترمذی)

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن جہنم میں سے ایک گردن نکلے گی جس کے دو کان ہوں گے جن سے وہ سنے گی اور دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولے گی اور کہے گی کہ میں تین آدمیوں پر مسلط ہوں ہر متکبر ضدی پر اور ہر اس شخص پر جو اللہ کے ساتھ شرکت کرتا ہو اور تصویر بنانے والے پر۔

تکبر قبول حق میں سب سے بڑا مانع ہے

تکبر ایک اعتبار سے کفر سے بھی اشد ہے اس لئے کہ انسان کبر و بڑائی کی وجہ سے کفر واختیار کرتا ہے اور حق قبول کرنے میں مانع بنتا ہے ابلیس شیطان کو اسی تکبر نے کافر وذلیل بنایا۔ ابی واستكبرا وكان من الكافرين. (سورہ بقرہ)

اس نے مانا اور تکبر کیا اور وہ کافروں میں سے ہوگیا۔

تکبر عزازیل را خوار کرد
بدندان لعنت گرفتار کرد

تکبر کی تعریف

اس کے معنی ہیں کمال کی صفات میں اپنے آپ کو اوروں سے بڑھ کر جاننا اور ساتھ ہی دوسرے کو حقیر وذلیل بھی سمجھنا چنانچہ حدیث پاک میں کبر کی تعریف یوں ارشاد فرمائی گئی ہے (الكبر بطر الحق وغمط الناس) یعنی کبر حق کا انکار اور لوگوں کو حقیر سمجھنا ہے۔ (مشکوۃ)

تکبر ام الامراض ہے

حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تکبر ام الامراض ہے اور بڑے سے بڑے کو بھی ذلت وخواری کے گڑھے میں گرا دیتا ہے، بہت سے مشائخ سلوک کو بھی اس مہلک مرض کی وجہ سے گرتے ہوئے دیکھا گیا ہے۔

حضرت شیخ ابوعبداللہ اندلسی کا واقعہ میرے دل میں ایسا جما اور چبھا ہوا ہے کہ اکثر بے اختیار زبان قلم پر آجاتا ہے میں سالکین اور تصوف سے ذرا سا تعلق رکھنے والوں کے متعلق بھی یہ چاہتا ہوں کہ ہر ایک کے دل میں اترا ہوا ہو۔

شیخ ابوعبداللہ اندلسی رحمۃ اللہ علیہ کا عبرتناک واقعہ

شیخ ابوعبداللہ اندلسی مشہور شیخ المشائخ اندلس کے اکابر اولیاء اللہ میں ہیں۔ ہزاروں خانقاہیں ان کے دم سے آباد رہیں، ہزاروں مدارس ان کے فیوض سے جاری، ہزاروں شاگرد، ہزاروں مریدین، آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار تک بتائی جاتی ہے ایک مرتبہ کسی سفر میں تشریف لے جارہے تھے ہزاروں مشائخ اور علماء ہمرکاب ہیں جن میں حضرت جنید بغدادی حضرت شبلی بھی ہیں، حضرت شبلی کا بیان ہے کہ ہمارا قافلہ نہایت ہی خیرات وبرکات کے ساتھ چل رہا تھا کہ عیسائیوں کی ایک بستی پر گذر ہوا نماز کا وقت تنگ ہورہا تھا بستی میں پانی نہ ملا بستی سے باہر ایک کنوئیں پر چند لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں حضرت شیخ کی نگاہ ایک لڑکی پر پڑی حضرت کی نگاہ اس پر پڑتے ہی تغیر ہونے لگا۔ حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ شیخ اس کی گفتگو کے بعد سر جھکا کر بیٹھ گئے تین دن کامل گذر گئے نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں نہ کسی سے بات کرتے

ہیں حضرت شبلی کہتے ہیں کہ سب خدام پریشان حال تھے، تیسرے دن میں نے جرأت کر کے عرض کیا کہ اے شیخ آپ کے ہزاروں مریدین آپ کی اس حالت سے پریشان ہیں شیخ نے ان لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ میرے عزیزو میں اپنی حالت تم سے کب تک چھپاؤں پرسوں میں نے جس لڑکی کو دیکھا ہے اس کی محبت اتنی غالب آچکی ہے کہ تمام اعضاء وجوارح پر اس کا تسلط ہے اب کسی طرح ممکن نہیں کہ اس سرزمین کو میں چھوڑ دوں حضرت شبلی نے فرمایا: ''اے میرے سردار آپ اہل عراق کے پیرو مرشد علم و فضل زہد ورع میں شہرۂ آفاق ہیں آپ کے مریدین کی تعداد بارہ ہزار سے متجاوز ہو چکی ہے بطفیل قرآن عزیز ہمیں اور ان سب کو رسوانہ کیجئے۔

شیخ نے فرمایا: میرے عزیز میرا تمہارا نصیب تقدیر خداوندی ہو چکا مجھ سے ولایت کا لباس سلب کر لیا گیا ہے اور ہدایت کی علامات اٹھا لی گئی ہیں یہ کہہ کہ رونا شروع کیا اور کہا کہ اے میری قوم قضا وقدر نافذ ہو چکی ہے اب کام میرے بس کا نہیں۔

حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ ہمیں اس عجیب واقعہ پر سخت تعجب ہوا اور حسرت سے رونا شروع کیا شیخ بھی ہمارے ساتھ رو رہے تھے یہاں تک کہ زمین آنسوؤں سے تر ہو گئی اس کے بعد ہم مجبور ہو کر اپنے وطن بغداد کی طرف لوٹے جب ہم نے واپس آ کر یہ واقعات سنائے تو شیخ کے مریدین میں کہرام مچ گیا، چند آدمی تو اسی وقت غم وحسرت میں عالم آخرت کو سدھار گئے اور باقی لوگ گڑگڑا کر خدائے بے نیاز وقہار کی بارگاہ میں دعائیں کرنے لگے۔ کہ اے مقلب القلوب شیخ کو ہدایت عطا کر اور پھر اپنے مرتبہ پہ لوٹا دے اس کے بعد تمام خانقاہیں بند ہو گئیں اور ہم ایک سال تک اسی حسرت وافسوس میں شیخ کے فراق میں لوٹتے رہے ایک سال کے بعد جب مریدوں نے ارادہ کیا کہ چل کر شیخ کی خبر لیں کہ کس حال میں ہیں تو ہماری ایک

جماعت نے سفر کیا اس گاؤں میں پہنچ کر لوگوں نے شیخ کا حال دریافت کیا تو گاؤں والوں نے بتایا کہ وہ جنگل میں سور چرا رہا ہے ہم نے کہا خدا کی پناہ یہ کیا ہوا؟ گاؤں والوں نے بتایا کہ اس نے سردار کی لڑکی سے منگنی کی تھی اس کے باپ نے اس شرط پر منظور کرلیا اور وہ جنگل میں سور چرانے کی خدمت پر مامور ہے ہم یہ سن کر ششدر رہ گئے اور غم سے کلیجے پھٹنے لگے آنکھوں سے بے ساختہ آنسوؤں کا طوفان امنڈ نے لگا۔ بمشکل دل تھام کر اس جنگل میں پہنچے جس میں وہ سور چرا رہے تھے دیکھا تو شیخ کے سر پر نصاریٰ کی ٹوپی اور کمر میں زنار بندھا ہوا ہے اور اس عصا پر ٹیک لگائے ہوئے خنزیروں کے سامنے کھڑے ہیں، جس سے وعظ وخطبہ کے وقت سہارا لیا کرتے تھے جس نے ہمارے زخموں پر نمک پاشی کا کام کیا، شیخ نے ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر سر جھکالیا، ہم نے قریب پہنچ کر السلام علیکم کہا شیخ نے کسی قدر دبی آواز میں وعلیکم السلام کہا حضرت شبلی نے عرض کیا کہ اے شیخ اس علم وفضل اور حدیث تفسیر کے ہوتے ہوئے آج تمہارا کیا حال ہے۔

شیخ نے فرمایا میرے بھائیو! میں اپنے اختیار میں نہیں میرے مولیٰ نے مجھے جیسا چاہا ویسا کر دیا اس قدر مقرب بنانے کے بعد جب چاہا مجھے اپنے دروازہ سے دور پھینک دیا تو اس کی قضا کو کون ٹالنے والا ہے، اے عزیز وخدائے بے نیاز کے قہر وغضب سے ڈرو اپنے علم وفضل پر مغرور نہ ہو۔

اس کے بعد آسمان کی طرف نظر اٹھا کر کہا کہ میرے مولیٰ میرا گمان تو تیرے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تو مجھ کو ذلیل کر کے اپنے دروازے سے نکال دے گا۔ یہ کہہ کر خدائے تعالیٰ سے استغاثہ اور رونا شروع کر دیا اور فرمایا اے شبلی اپنے غیر کو دیکھ کر عبرت حاصل کرو''۔

شبلی نے روتے ہوئے عرض کیا، اے ہمارے پروردگار ہم تجھ سے مدد طلب کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استغاثہ کرتے ہیں اور ہر کام میں ہم کو تیرا سہارا اور بھروسہ ہے ہم سے یہ مصیبت دور کردے کہ تیرے سوا کوئی دفع کرنے والا نہیں۔

خنزیران کا رونا اوران کی دردناک آواز سن کران کے پاس جمع ہوگئے اور انہوں نے بھی رونا چلانا شروع کردیا ادھر شیخ بھی زارزار رورہے تھے۔

حضرت شبلی نے عرض کیا شیخ آپ حافظ قرآن تھے اور قرآن کو ساتوں قرأتوں سے پڑھا کرتے تھے اب بھی اس کی کوئی آیت یاد ہے۔

شیخ نے کہا اے عزیزو مجھے قرآن میں دو آیتوں کے سوا کچھ یاد نہیں رہا ایک تو یہ ہے: **ومن یھن اللہ فمالہ من مکرم ان اللہ یفعل ما یشاء.** جس کو اللہ ذلیل کرتا ہے اس کو عزت دینے والا کوئی نہیں بیشک جس کو چاہتا کرتا ہے۔

"**ومن یتبدل الکفر بالایمان فقط ضل**". جس نے ایمان کے بدلہ میں کفر اختیار کیا تحقیق وہ سیدھے راستہ سے گمراہ ہوگیا۔

حضرت شبلی نے عرض کیا اے شیخ آپ کو تین ہزار احادیث مع اسناد کے زبانی یاد تھیں اب ان میں سے بھی کوئی یاد ہے۔

حضرت شیخ نے کہا صرف ایک حدیث یاد ہے۔

"**من بدل دینہ فاقتلوہ**". جو شخص اپنا دین بدل ڈالے اس کو قتل کرڈالو۔

حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ حال دیکھ کر شیخ کو وہیں چھوڑ کر بغداد کا قصد کیا، ابھی تین منزل سفر طے کرپائے تھے کہ تیسرے روز اچانک شیخ کو اپنے آگے دیکھا کہ نہر سے غسل کرکے نکل رہے ہیں اور بآواز بلند شہادتین اشہدان لاالہ الا اللہ واشہدان محمد رسول اللہ پڑھتے جاتے ہیں اس وقت کی ہماری مسرت کا اندازہ وہی شخص کرسکتا ہے جس کو اس سے پہلے ہماری مصیبت کا اندازہ ہو بعد میں شیخ سے ہم

نے پوچھا کہ کیا آپکے اس ابتلاء کا کوئی سبب تھا؟ تو شیخ نے فرمایا ہاں جب ہم گاؤں میں اترے اور بت خانوں گرجا گھروں پر ہمارا گذر ہوا آتش پرستوں اور صلیب پرستوں کو غیر اللہ کی عبادت میں مشغول دیکھ کر میرے دل میں تکبر اور بڑائی پیدا ہوئی کہ ہم مومن موحد ہیں اور یہ کمبخت کیسے جاہل واحمق ہیں کہ بے حس و بے شعور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں، مجھے اسی وقت ایک غیبی آواز دی گئی کہ یہ ایمان وتوحید کچھ تمہارا کمال نہیں یہ سب کچھ ہماری توفیق سے ہے کیا تم اپنے ایمان کو اپنے اختیار میں سمجھتے ہو اور اگر چاہو تو ہم تمہیں ابھی بتلا دیں اور مجھے اسی وقت احساس ہوا کہ گویا ایک پرندہ میرے قلب سے نکل کر اڑ گیا جو درحقیقت ایمان تھا۔ (ام الامراض: ۲۵ تا ۲۹)

اس واقعہ سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تکبر کیسی مہلک اور تباہ کن بیماری ہے بڑے سے بڑے شیخ المشائخ کو بھی کہاں سے کہاں پہنچادیا اللہ ہی محض اپنے فضل وکرم سے اس مصیبت عظمی سے بچائے رکھے۔ آمین!

☆☆☆

رشوت

آج جب ہم سماج پر ایک طائرانہ نظر ڈالتے ہیں تو ہمیں کسی لحاظ سے بھی اسے ایک صالح معاشرہ کہتے ہوئے سخت الجھن درپیش ہوتی ہے کیوں کہ ایک صالح، پاکیزہ اور بہتر معاشرہ کیلئے قانون اور اخلاقی ضابطوں کی پاسداری اور رعایت ضروری ہے۔ آئین کی پابندی کے ساتھ ساتھ اخلاقی بندشوں سے ہم اپنی ذات کو آزاد نہ ہونے دیں یہی فکر ایک صالح معاشرہ کی تشکیل وتعمیر کیلئے بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے اس بنیاد پر جس سماج اور تمدن کی تعمیر ہوگی اس کے بہتر اور عمدہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہوگا۔ الجھن درحقیقت اس وقت پیش آتی ہے جب ہماری قانون ساز کمیٹی ان خود تراشیدہ قوانین کے تئیں خود مخلص نہیں ہوتی، نہ ہی انکی تنفیذ کا ادارہ ہی سنجیدہ ہوتا ہے۔ یہ حضرات قانون کی تدوین یا تنفیذ کے بعد اپنے بچاؤ کے چور دروازے ڈھونڈ لیتے ہیں یا قانون کی ناک تلے بدست خود قانون شکنی کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں کیوں کہ انہیں قانون کی زد میں آنے کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔

یہ پیچیدگی اس وجہ سے آتی ہے کہ یہ اسی معاشرہ کے فرد ہوتے ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے ملک وقوم کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے لوگوں کو لوٹتے ہوئے

دیکھا ہے قتل کر کے ضمانت پر رہا ہوتے دیکھا ہے امیر اور غریب کے درمیان کی خلیج کو وسیع ہوتے دیکھا ہے، امیر قانون شکنی کرے تو اسے چھوا تک نہیں جاتا اور غریب کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں۔

اس قسم کی سماجی عدم مساوات کے پیچھے ایک چیز ہوتی ہے 'رشوت' رشوت نے ہمارے معاشرہ اور ملک کو جو نقصان پہونچایا ہے شاید ہی کسی اور چیز نے پہونچایا ہو۔

تصور کیجئے! ایک قتل کا مرتکب قتل کے جرم سے باعزت بری ہو جاتی ہے اسی رشوت سے اس بے قید وسزا رہائی سے کے اس کی ہمت افزائی نہیں ہوگی، کیا وہ آئندہ مزید جرم کر کے اور رشوت دے کر سماج اور افراد سماج کے لئے کینسر نہیں بنا رہے گا؟ حکومت غریبوں کی امداد وتعاون کیلئے بہت سی فلاحی اسکیمیں جاری کرتی ہے لیکن درمیان میں دولت منداور سرمایہ دار فقراء، فلاحی بجٹ کے بیشتر حصے کو ہضم کر جاتے ہیں اور اقل قلیل مقدار غرباء اور ناداروں تک پہونچتی ہے اور یہ مقدار بھی غرباء بہت جدوجہد کے بعد ہی حاصل کر پاتے ہیں کبھی کسی دیوانے کی جرأت سے غبن کا معاملہ روشنی میں آتا ہے تو وہاں بھی غریبوں کی ہضم کی ہوئی دولت، رشوت کے طور پر کام آتی ہے۔

ایک طوائف اپنا جسم بیچتی اور قوم کے نوجوانوں (جو کہ ملک وقوم کا بہترین سرمایہ اور اس کی حفاظت کے لئے محفوظ فوج کی حیثیت رکھتے ہیں) کے اخلاق کو تباہ کرتی ہے۔ نتیجتاً سماج کو کئی مہلک اور تباہ کن امراض مفت ملتے ہیں جن سے محفوظ رہنے کے لئے حکومت پر نہ جانے کتنا مالی بار پڑتا ہے ایسی جسم فروش عورت کو شرفاء جب قانون کے حوالے کرتے ہیں تو وہاں بھی ہمیں ایسے ہی لوگوں سے سابقہ پڑتا ہے جو رشوت کے نوٹوں سے بھری مٹھیوں کے انتظار میں رہتے ہیں یا وہ عورت

یہاں بھی اپنے جسم کے سرمائے کو رشوت کی شکل میں پیش کر کے (باعزت) بری ہو جاتی ہے اور دوبارہ اپنی غیر صالح تجارت میں مشغول ہو جاتی ہے۔

ایک دیوث شخص قوم کی بہو بیٹیوں کو اغوا کر کے ان کی عریاں فلم تیار کرتا ہے اور اس کو انٹرنیٹ پر ڈال دینے یا بازار میں فروخت کر دینے کی دھمکی دے کر قحبہ گری پر مجبور کرتا ہے اس کے باپ، بھائیوں اور خاندان کی آہوں اور سسکیوں کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ان کی عزت و آبرو کو چند نوٹوں اور سکوں کے عوض لٹنے کے لئے گاہکوں کے ہاتھوں میں دے دیتا ہے جو اس مجبور و مظلوم لڑکی سے اپنے ایک ایک پیسے کی قیمت نچوڑتا ہے پھر یہ دیوث جب قانون کی گرفت میں آتا ہے تو یہاں بھی وہی نوٹ رشوت میں کام آتے ہیں جسے اس نے ایک مجبور، مقہور و مظلوم، بے کس اور لاچار دوشیزہ کی عزت کو نیلام کر کے حاصل کیا ہوتا ہے بلکہ اکثر ایک متعین ماہوار رشوت کے عوض اسے اس ناپاک تجارت کو جاری رکھنے کی کھلی چھوٹ رہتی ہے۔

ایک امیر زادہ اپنی امارت کے زعم میں گاؤں سماج کی غریب لڑکیوں پر دست درازی کرتا اور انہیں اپنی ہوس کا نشانہ بناتا ہے۔ شکایات ہونے پر کارروائی کی یقین دہانی کراتے ہیں پھر شروع ہو جاتا ہے۔ رشوت اور سودے بازی کا کھیل۔ امیر اپنی جھوٹی شان اور عزت کے تحفظ کی ضمانت کے طور پر ان نوجوان کو یا تو راستے سے ہٹا دیتا ہے یا لمبی مدت تک کے لئے سلاخوں کے پیچھے کرا دیتا ہے۔

کسی شاعر نے رشوت کا کیا خوب پوسٹ مارٹم کیا ہے:

لے کے رشوت پھنس گیا ہے
دے کے رشوت چھوٹ جا

مذکورہ بالا سطور سے آپ نے رشوت اور رشوت خوروں کا مکروہ چہرہ صاف دیکھ لیا ہوگا۔ یہ رشوت خور دراصل وہ گھن ہیں جو اندر ہی اندر سماج کو چاٹ لیتے اور

کھوکھلا کر دیتے ہیں۔ انہیں غرض ہوتی ہے صرف اپنی جیبیں بھرنے سے وہ چاہے کسی کی عزت نیلام کر کے جیب بھرنے یا شریفوں کو ناحق مجرم بنا کر کمائی کرے!

اس قسم کے رشوت خور اور زر پرست عناصر پر جب تک کمال ایمانداری سے لگام نہیں لگائی جائے گی اس وقت تک رشوت کی مہلک بیماری ناپید نہیں ہوسکتی۔

تجربات ومشاہدات سے ثابت ہے کہ حرام کی دولت جب گھر کے اندر قدم رکھتی ہے تو گھر کے پچھواڑے سے شرافت فرار ہو جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آج کا زمانہ زر اور زور کا ہے، آدمی یا تو زر کی سنتا ہے یا زور کی جن کے پاس یہ دونوں ہتھیار نہیں ہوں، وہ سماج کے دبے کچلے لوگ سمجھے جاتے ہیں۔

اسلام کا حکم: اس سلسلے میں اسلام کا دوٹوک فیصلہ مندرجہ ذیل حدیثوں میں مذکور ہے۔ ۱-**عن عبد الله بن عمرو قال لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الراشي والمرتشي.** (مسند احمد ج ۲/۱۶۴)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت دینے اور لینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

۲-عن عمرو بن العاص رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم **يقول ما من قوم يظهر فيهم الربا الا آخذوا بالسنة وما من قوم يظهر فيهم الرشاء الا آخذوا بالرعب.** (مسند احمد ج:۴ ص:۲۰۵)

ترجمہ: یعنی جس قوم میں بھی سود پنپ جاتا ہے وہ قحط سالی کے شکار ہو جاتے ہیں اور رشوت عام ہو جاتی ہے تو خوف ودہشت کے شکار ہوتے ہیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ سماج سے اس قسم کی برائی کو ختم کرنے کی ہمارے اندر جرأت اور ہمت پیدا کرے۔ آمین!

☆☆☆

منشیات حرام کیوں؟

موجودہ دور میں منشیات کی بہت ساری قسمیں ایجاد ہوگئی ہیں۔ اخبارات کی خبروں کے مطابق دنیا میں قریب قریب ایک ہزار منشیات کی قسمیں پائی جا رہی ہیں۔ جو دکانوں، ہوٹلوں، سڑکوں اور بازاروں میں نام اور شکل بدل بدل کر منشیات کی بہت ساری قسمیں سستے داموں میں ملتی ہیں اور ہمارے نوجوان انہیں استعمال کر کے اپنی صحت، اپنی جوانی، اور اپنا مال برباد کر رہے ہیں۔ لہٰذا وہ تمام قسمیں جو نشہ آور ہو وہ حرام اور ناجائز مانی جائیں گی۔ چاہے وہ ہیروئن ہو، چرس ہو، افیون ہو، بھنگ ہو، گانجہ، گل ہو، سگریٹ، گٹکھا ہو، کھینی ہو، انجکشن ہو، چاکلیٹ ہو، ٹابلیٹ ہو، کیپسول ہو، سیال ہو، جما ہوا ہو، مفرد ہو، مرکب ہو، طبی ہو، مصنوعی ہو خواہ اس کا نام یا رنگ کوئی بھی ہو۔ یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک سوال کے جواب میں فرمایا کہ ”اگر تمہاری روٹی اور پانی سے نشہ آجائے تو وہ بھی حرام ہے۔“

معلوم ہوا کہ نام اور جنس کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ نشہ اور فتور کا اعتبار ہوگا جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: **”کل مسکر حرام وما اسکر کثیرہ فقلیله حرام“**

(سنن ابن ماجہ ۳۳۹۴، کتاب الاشربہ: باب ما اسکر کثیرہ فقلیلہ حرام، نسائی: ۵۶۰۷، ترمذی، ۱۸۶۵)

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

ہر نشہ لانے والی چیز حرام ہے اور جسکی زیادہ مقدار نشہ لائے، اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ منشیات کا استعمال زیادہ مقدار میں ہو یا کم مقدار میں سب حرام ہے۔ اسلئے کہ نشہ صرف آخری گھونٹ سے نہیں پیدا ہوئی بلکہ پہلی گھونٹ سے دھیرے دھیرے پیدا ہونی شروع ہوتی ہے۔ اور آخری گھونٹ میں اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جب ہم کھانا کھاتے ہیں تو پہلے ہی لقمے سے دھیرے دھیرے پیٹ بھرنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخری لقمہ سے پیٹ بھر جاتا ہے، اسلئے نشہ آور چیز کا استعمال زیادہ مقدار میں ہو یا کم مقدار میں سب حرام ہے۔ آیئے دیکھیں کہ منشیات حرام کیوں ہے؟ کیوں کہ جب ایک شخص منشیات استعمال کرتا ہے تو اس سے انسانی عقل خراب ہو جاتی ہے، چنانچہ وہ ایسی حرکات کرتا ہے جو انسانوں کو جانوروں کے درجے سے گرا دیتی ہے۔ مثال کے طور پر وہ شراب کے نشے میں بری اور گندی زبان استعمال کرتا ہے، مگر وہ اپنی غلطی محسوس نہیں کرتا خواہ وہ اس کے ماں، باپ ہی کیوں نہ ہوں، حتی کہ مار پیٹ پر اتر آتا ہے، اور نشے کی حالت میں زنا بھی کر بیٹھتا ہے اس حوالے سے چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگو! شراب سے بچوں کیوں کہ یہ "ام الخبائث" یعنی تمام برائیوں کی جڑ ہے، تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص بہت عبادت گزار تھا لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا، ایک بدکردار عورت اس پر عاشق ہوگئی، اس نے اپنی لونڈی کو بھیجا اور کہا کہ جاؤ اس آدمی سے کہو کہ ایک گواہی کے بارے میں آپ کی ضرورت ہے۔ میرے ساتھ چلو، یہ آدمی اس لونڈی کے ساتھ چلا گیا، لونڈی اس کو لے کر ایک گھر میں داخل ہوئی جب وہ شخص بھی اندر چلا

گیا تو دروازہ بند کر دیا گیا۔ جیسے جیسے وہ اندر جاتا دروازہ بند کر دیا جاتا، آخر وہ ایک کمرے میں داخل ہوا جہاں ایک خوبصورت اور حسین وجمیل عورت بیٹھی ہوئی تھی۔ اور اسکے پاس شراب کی ایک بڑی سی بوتل رکھی ہوئی تھی اور ایک لڑکا کھڑا تھا، عورت کہنے لگی، اللہ کی قسم میں نے تجھے کسی گواہی وغیرہ کیلئے نہیں بلایا بلکہ میں نے تجھے اس لئے بلایا ہے کہ تم میرے ساتھ بدکاری کرو یا پھر اس بچے کو قتل کر دیا اس شراب کو پیو، تینوں میں سے تم کو ایک کام کرنا ہے۔ ظاہر ہے تینوں کا حرام اور ناجائز ہے۔ تینوں میں سے کوئی کام اس کے تقویٰ کے خلاف تھا، لیکن مجبور تھا، اس نے دیکھا کہ زنا اور قتل کے مقابلے میں شراب پینا آسان ہے؟ اس لئے وہ شراب پینے پر راضی ہو گیا۔ جب ایک جام پی لیا اور مزہ مل گیا تو اور مانگا، جام پر جام پیتا رہا، یہاں تک کہ جب نشہ چڑھ گئی تو نشہ کی حالت میں اس نے عورت سے زنا بھی کیا اور بچے کو قتل کر دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ایمان اور شراب ایک ساتھ نہیں ہو سکتے، ایک رہے گا تو دوسرا نکل جائے گا، اس لئے شراب سے بچو"۔ (بیہقی ۸/۲۷۸، کتاب الاشربۃ: باب ماجاء فی تحریم الخمر، نسائی: ۵۶۶۹، امام ابن کثیر نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔)

شراب نوشی اور منشیات کے استعمال سے منع کرنے کی بہت سی طبی وسائنسی وجوہات بھی ہیں۔ ہر سال شراب نوشی کی وجہ سے لاکھوں افراد مر جاتے ہیں۔ ایڈز جیسی خطرناک بیماری پھیلنے کی ایک بڑی وجہ شراب نوشی ہے۔ ان کے علاوہ منشیات کے استعمال سے بے شمار بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ جن کی تفصیل ڈاکٹر ذاکر نائک کی کتاب 'اسلام پر چالیس اعتراضات کے عقلی وشرعی جواب' میں دیکھی جا سکتی ہے۔ انہیں وجوہات کی بناء پر اسلام نے منشیات کو حرام قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں منشیات سے دور رہنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین!

☆☆☆

مومن کی عیب پوشی.......

عن ابی هریره رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یستر عبد عبدا فی الدنیا الا ستره الله یوم القیمة (رواہ مسلم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو بندہ کسی دوسرے کے عیب کو دنیا میں چھپاتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے عیب چھپائیں گے۔

ستر کا معنی ہے چھپانا۔ اسی سے لفظ الستار بنا۔ جس کے معنی ہوا بہت زیادہ چھپانے والا بہت زیادہ پردہ کرنے والا ''الستار'' اللہ رب العزت کا اسم مبارک ہے جس کا مفہوم ہے عیبوں کو چھپانے والا۔

اسماء الحسنیٰ میں الستار بہت مشہور نام ہے اور بہت سے مسلمان اپنا نام عبد الستار رکھتے ہیں یہ نام قرآن مجید میں موجود نہیں، البتہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان لانے کی تعلیم دیتے ہوئے جن چھ کلمات کی تلقین فرمائی ان میں سے پانچواں کلمہ استغفار ہے اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ کا یہ نام موجود ہے۔

استغفر الله ربی من کل ذنب اذنبته عمداً او خطاء سرا او علانیة واتوب الیه من الذنب الذی اعلم ومن الذنب الذی لا اعلم

انک انت علام الغیوب وستار العیوب وغفار الذنوب ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم.

''میں اللہ تعالیٰ سے بخشش طلب کرتا ہوں ہر اس گناہ سے جو میں نے جان بوجھ کر کیا یا غلطی سے چھپ کر کیا ہو یا ظاہر کر کے۔ میں اللہ ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں اس گناہ سے جو میں نہیں جانتا۔ اے اللہ بیشک تو ہی عیب کی باتوں کو جاننے والا ہے اور تو ہی عیبوں کو چھپانے والا ہے اور گناہوں کو بخشنے والا ہے اور گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت صرف اللہ ہی کی مدد کی وجہ سے ہوتی ہے جو بلند مرتبہ اور بزرگی والا ہے''۔

یہ کلمہ استغفار اور اس کا ترجمہ اس لئے ذکر کیا کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی الستار کے مفہوم کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی، پہلی بات تو یہ کہ اس کلمہ میں ایک لفظ آیا ہے ستار العیوب یعنی اللہ تعالیٰ ہی عیبوں کو چھپانے والا اور ان پر پردہ ڈالنے والا ہے۔ اور دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ بے عیب ذات صرف خدا تعالیٰ کی ہے باقی عام انسان عیبوں سے پاک نہیں، ہر انسان کے اندر کوئی نہ کوئی عیب موجود ہے، اگر کوئی انسان ہم میں سے یہ کہے کہ ''میرے اندر کوئی عیب نہیں'' تو یہ بات ہی کہنا انسان کے اندر بہت بڑا عیب ہے کیوں کہ بے عیب ذات تو صرف اللہ کی ہے اور پھر اس کی مزید صفت یہ کہ وہ اپنے بندوں کے عیبوں کو بھی چھپا دیتا ہے ان پر پردہ ڈال دیتا ہے اور اسی خوبی کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے بندوں کو دی کہ وہ اپنے جیسے انسانوں کے عیب ظاہر نہ کریں اس کے لئے قرآن حکیم میں لفظ غیبت کا تذکرہ آیا غیبت کہتے ہیں کسی کے عیب کو دوسرے انسان کے سامنے بیان کرنا اس کی غیر موجودگی میں دوسرے انسانوں کی برائیوں کے ذکر کرنے کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا: وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ

اَخِیۡہِ مَیۡتًا فَکَرِہۡتُمُوۡہُ. اور تم ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرتا ہے کہ اپنے مردار بھائی کا گوشت کھائے؟ نہیں تم اسے ناپسند کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے دوسرے انسانوں کے عیبوں کے تذکرہ سے اتنی سختی سے منع فرمایا لیکن ہم جب اپنے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو تقریباً ہر محفل اس گناہ سے آلودہ نظر آتی ہے جہاں دو چار افراد مل کر بیٹھے وہاں کسی نہ کسی کی برائی ضرور ہوگی۔

آخر ایسا کیوں ہوتا ہے کہ اس کی نفسیاتی وجہ یہ ہیکہ جس سے آپ بھی اتفاق کرینگے کہ عام انسان کی فطرت اور طبیعت کچھ ایسی ہے کہ اسے دوسرے کی برائیاں بیان کر کے مزہ آتا ہے۔ ایک عجیب سے لذت ملتی ہے اور دوسری طرف سننے والے پر بھی یہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے، کئی بار اس کا تجربہ ہوا کہ اگر محفل میں عام سی باتیں ہو رہی ہو تو دل اکتا جاتا ہے آدمی تھوڑی دیر بعد بور ہو جاتا ہے لیکن اگر اس محفل میں عیب اور اس کی برائیاں بیان ہو رہی ہوں تو کئی گھنٹے گزر جائیں احساس ہی نہیں ہوتا۔ سننے والے بھی خوب کان لگا کر سنتے ہیں اور کئی دفعہ تو یہاں تک تجربہ ہوا کہ کسی شخص کو دوسرے کا عیب معلوم ہوا تو اب وہ بے چین ہو جاتا ہے کہ مجھے کوئی بھی ملے تو میں اس سے یہ بتاؤں کہ فلاں میں یہ عیب ہے۔ حالاں کہ ہم سب کا خالق و مالک جس کی خوبی یہ ہے کہ وہ ہمارے عیبوں پر پردہ ڈالنے والا ہے۔ اور پھر اس ذات نے ہمیں یہ تعلیم بھی دی کہ دوسرے کے عیوب کا تذکرہ نہ کیا جائے، لیکن ہر محفل میں دوسرے لوگوں کی برائیاں کرنیوالے آخر ان پر پردہ رکھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ تو اسکی چند وجہیں ہوتی ہیں ان میں سے ایک وجہ غصہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی سے ناراض ہوتا ہے تو اسکی برائیاں بیان کرتا رہتا ہے اسلئے اسلام نے غصہ اور ناراضگی سے منع فرمایا۔ دوسری وجہ تکبر اور غرور ہے کہ انسان خود اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے اور دوسروں کو حقیر، لہٰذا اسلام نے دوسروں کو حقیر سمجھنے سے منع کیا ہے۔

تیسری وجہ اپنی عبادت اور نیکی پر نازاں ہونا کئی لوگوں کو اپنی پرہیز گاری اور عبادت پر اتنا ناز ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کے گناہوں اور برائیوں کو ظاہر کرتے ہیں اسلئے اللہ تعالیٰ نے اور رسول اللہ ﷺ نے پرہیز گاری پر ناز کرنے سے منع فرمایا۔

چوتھی وجہ محفل میں دوسروں کی برائیاں بیان کرنے کی یہ ہوتی ہے کہ آدمی جب دیکھتا ہے کہ دو چار دوست کسی آدمی کے عیب ظاہر کر رہے ہیں تو پھر اس آدمی کا بھی جی چاہتا ہے کہ میں اس شخص کا کوئی عیب ظاہر کروں چنانچہ اسلام نے بری محفل میں بیٹھنے سے منع کیا۔ دوسروں کے عیب ذکر کرنے کی ایک وجہ حسد بھی ہوتی ہے کہ انسان کے دل میں اگر کسی شخص کے بارے میں حسد ہو تو انسان اس شخص کی برائیاں ظاہر کرتا ہے لہٰذا رسول اللہ ﷺ نے حسد کرنے سے بھی منع فرمایا۔

اسی طرح اور بہت سی وجوہات ہیں جن کی وجہ سے انسان دوسرے کے عیب کو ظاہر کرتا ہے اس لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ جب محفل میں کسی کی برائی ہو تو ہم کہنے والے کی خدمت میں درخواست کریں کہ وہ برائی نہ کرے۔ اگر اس کی طاقت نہ ہو تو محفل سے کنارہ کش ہو جائے اور جب کسی کی بارے معلوم ہو تو اسے کسی کے سامنے ظاہر نہ کریں اس لئے کہ جو دوسروں کے عیب چھپاتا ہے اللہ اس کے عیب چھپاتا ہے اور پھر اپنے نفس کی طرف دیکھئے کہ ہم میں یہ برائی تو موجود نہیں؟ اگر موجود نہیں تو اللہ کا شکر ادا کریں اگر موجود ہو تو پھر پہلے اپنے اندر اس برائی کو ختم کرنے کی کوشش کریں اور پھر دوسرے شخص کے بارے میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس برائی کو اس شخص سے ختم فرمادے جب دل میں یہ درد ہو تو پھر کبھی کسی کی برائی زبان پر نہیں آتی۔ اے ستار العیوب عیبوں کو چھپانے والے ہم سب کے عیبوں پر پردہ ڈال دے اور پھر اپنے عیوب کو دور کرنے کی توفیق عطا فرما۔

☆☆☆

غیبت کا وبال

عن ابی هریرہ رضی اللہ عنہ قال قیل یا رسول الله! ما الغیبة؟ قال ذکرک اخاک بما یکرہ قال ارایت ان کان فیه ما اقول؟ قال ان کان فیه ما تقول فقد عتبته وان لم یکن فیه ما تقول فقد بهته(ترمذی)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کسی شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یا رسول اللہ! غیبت کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا اپنے کسی بھائی کا اس طرح ذکر کرنا جس سے اس کو ناگواری ہو، (پس یہی غیبت ہے) کسی نے عرض کیا: کہ حضرت! بھلا فرمایئے اگر اس میں وہ عیب ہو جو میں کہتا ہوں؟ (تو کیا یہ بھی غیبت ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اس میں وہ عیب ہے جو تم کہتے ہو، جب ہی تم نے اس کی غیبت کی، اور اگر وہ عیب اس میں موجود نہ ہو جو تم کہتے ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا (اور یہ غیبت سے بھی زیادہ سخت اور سنگین ہے، چوں کہ اس میں غیبت کے ساتھ جھوٹ کا گناہ بھی ہے)۔

غیبت یہ ہے کہ کسی کے پیٹھ پیچھے اسکی ایسی بات یا اسکے کسی ایسے فعل یا حال کا ذکر کیا جائے جسکے ذکر سے اس کو ناگواری اور اذیت ہو اور اس کی وجہ سے وہ شخص حقیر

وذلیل یا مجرم سمجھا جائے، خواہ الفاظ کے ذریعہ ہو، یا اشارہ، کنایہ اور رمز کے ذریعہ، اور اشارہ، کنایہ سے بھی لفظ کے ذریعہ ہاتھ، آنکھ، ابرو اور سر وغیرہ اعضاء وجوارح کے ذریعہ مثلاً بطور استہزاء کسی اپاہج کی نقل اتارتے ہوئے، بتکلف لنجا بن کر چلنا، یا کسی بھینگے کی نقل اتارتے ہوئے آنکھیں دبا کر دیکھنا وغیرہ، مختصر الفاظ میں پیٹھ پیچھے کسی کا عیب بیان کرنا غیبت ہے، خواہ وہ شخص زندہ ہو یا مردہ۔ (معارف الحدیث: مظاہر حق)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں صبی، مجنون اور کافر ذمی کی بھی غیبت حرام ہے، کیوں کہ اس کی ایذا حرام ہے اور کافر حربی مباح الایذا کی غیبت بعلت تضیع وقت مکروہ ہے۔ (العلم والعلماء)

جسمانی عیب سے متعلق غیبت

مثلاً یوں کہنا فلاں شخص کالا، بھینگا ہے گویا کہ کوّا، اسکا دانت کیا ہے بالکل مولی ہے، سر کا بال کیا گویا کہ کھجور کا کانٹا، وہ چلتا ہے تو پیٹ اسکے آگے آگے چلتا ہے وغیرہ۔

پوشاک اور کپڑے سے متعلق غیبت

جیسے یوں کہنا فلاں شخص دنیا دار جیسا پہنتا ہے پوشاک کی ٹھاٹ دیکھو گویا شاہزادہ مگر گھر کی خبر لو تو چولہا جلتا نہیں۔

نسب وخاندان سے متعلق

اپنی بڑائی کا اظہار یا کسی کو چھوٹا کرنے کی غرض سے اس کے خاندان ونسب کا عیب بیان کرنا بھی غیبت ہے مثلاً یوں کہنا اس کا نسب اچھا نہیں، کمینہ خاندان کا آدمی ہے اس کی ماں نوا کرانی ہے وغیرہ۔

عادات واطوار سے متعلق غیبت

جیسے یوں کہے کہ کھانے میں فلاں کے منہ سے بری طرح کی آواز نکلتی ہے وہ ہنستا ہے تو دانت نکل جاتے ہیں بہت پیٹو ہے، کھانے بیٹھے تو سب نگل جاتا ہے، وغیرہ۔

گناہ ومعصیت کے متعلق غیبت

مثلاً یوں کہے کہ فلاں شخص شرابی ہے، بداخلاق اور جھوٹا ہے، وغیرہ۔

غیبت کرنا اور سننا دونوں گناہ کبیرہ ہیں

غیبت کی مجلس میں ممکن ہو تو غیبت کرنے والے کو روکے ورنہ خود اٹھ کر چلا جاوے، واضح ہو کہ اگر کسی کے منہ پر اس کے عیب کو اس طرح بیان کیا جاوے جن سے اس کی ناگواری اور دل شکنی ہو تو یہ ایک طرح کی بے حیائی سنگدلی اور ایذارسانی ہے کہ یہ اور بھی سخت گناہ ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرایا: سود کے ستر دروازے ہیں، سب سے پہلے درجہ کا گناہ ایسا ہے جیسے کہ آدمی اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کرے۔ اور سب سے بڑھا ہوا یہ ہے کہ آدمی اپنے مسلمان بھائی کی آبروریزی کرے۔ (طبرانی، ترغیب)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سود کا ایک درہم لینا چھتیس بار زنا کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے۔ (ترغیب)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے تو ایک شخص کھڑا ہوا تو اس کے جانے کے بعد ایک شخص نے اس کی کمزوری بیان

کی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم خلال کرو اس نے کہا کہ میں کس وجہ سے خلال کروں؟ میں نے کوئی گوشت نہیں کھایا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے۔ (طبرانی، ترغیب)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو اپنے بھائی کے گوشت کو دنیا میں کھائے گا اس کے سامنے قیامت کے دن اس کو لایا جائے گا، اور اس سے کہا جائے گا کہ اسے کھا مرے ہوئے ہونے کی حالت میں جیسا کہ تو نے کھایا اس کو زندہ ہونے کی حالت میں میں وہ اس کو کھائے اور منہ بگاڑے گا اور چیخ و پکار کرے گا۔ (طبرانی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ معراج کی رات میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب مجھے معراج میں لے جایا گیا تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گذرا جن کے تانبے کے ناخون تھے، وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، تو میں نے کہا اے جبرئیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں اور ان کی آبروریزی کرتے ہیں۔ (ابوداؤد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھے کہ ایک بدبودار ہوا چلی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی ہوا ہے؟ یہ ان لوگوں کی ہوا (مہک) ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔

(مسند احمد)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدمی کا اعمال نامہ کھلا ہوا لایا جائے گا بس وہ کہے گا اے میرے پروردگار! میری وہ فلاں فلاں نیکیاں کہاں ہیں؟ جو میں نے کی تھیں، وہ میرے اعمال نامہ میں نہیں ہیں، تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے وہ تیرے غیبت کرنے کی وجہ سے مٹادی گئیں۔ (اصفہانی، ترغیب)

حضرت جابر وحضرت ابوسعید خدر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے، عرض کیا گیا کیسے؟ فرمایا: آدمی زنا کرتا ہے پھر توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے توبہ کو قبول فرمالیتے ہیں، اور غیبت کرنے والے کی معافی نہیں ہوتی، جب تک کہ اس کا ساتھی (صاحب معاملہ) معاف نہ کرے۔ (طبرانی، وبیہقی)

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غیبت وچغل خوری ایمان کو ایسا ختم کردیتی ہیں جیسا کہ چرواہا درخت کو کاٹ ڈالتا ہے۔

(اصفہانی)(ملاحظہ ہو ترغیب وترہیب: ۳/۵۱۴)

علماء نے لکھا ہے کہ کسی کا عیب اس کے پیٹھ پیچھے بیان کرنا بعض صورتوں میں جائز ہے۔

● اصلاح کی نیت سے کسی کا عیب ایسے شخص سے کہنا جو اس کی اصلاح کا مختار ہو، غیبت نہیں ہے، چوں کہ اس میں متعلقہ شخص کو ذلیل کرنا مقصد نہیں ہوتا، بلکہ خیر خواہی مقصد ہوتا ہے، جیسے اولاد کا عیب والد سے کہنا، شاگرد کا عیب استاد سے کہنا، رشوت خور ماتحت کی شکایت اوپر والے افسر سے کرنا وغیرہ۔

● جو شخص فاسق معلن ہو علی الاعلان معصیت کا ارتکاب کرنے میں کوئی شرم اور جھجک محسوس نہیں کرے ایسے بے حیا کا عیب بیان کرنا، غیبت نہیں مگر چوں کہ ایسے عیب بیان کرنے میں دین ودنیا کا کوئی فائدہ نہیں صرف اپنے قیمتی وقت کو کھونا ہے۔ پس اس سے بھی پرہیز کرنا چاہئے۔

● لوگوں کو شریر کی شرارت اور مکار کے مکر وفریب سے باخبر کرنا غیبت نہیں، تاکہ لوگ اس کی شرارت ومکر وفریب سے بچ سکیں، اور اس کے دھوکے میں نہ آئیں، مثلاً یوں کہنا اس کا معاملہ درست نہیں، اس میں امانت داری نہیں، وہ وزن

میں کم دیتا ہے۔ ● انجام شخص یا جانے پہچانے کا نام ذکر نہ کر کے عیب بیان کرنا غیبت نہیں البتہ اگر اشارہ کنایہ یا اور کسی طرح سے اس کا اعتراف ہو جائے تو پھر یہ غیبت میں داخل ہو جائے گا۔

● جس سے دین وایمان کا نقصان ہو رہا ہو، اس کی حقیقت کھول دینی چاہئے تاکہ لوگ اس کی گمراہی سے محفوظ رہیں، پس دین کی حفاظت کی غرض سے اہل باطل اور گمراہوں پر تنقید کرنا ان کی برائی سے عوام کو مطلع کرنا غیبت نہیں، حضرات محدثین کا غیر ثقہ وغیر عادل راویوں پر جرح کرنا بھی اسی قبیل سے ہے۔

● لوگوں کے سامنے عبرت حاصل کرنے کی غرض سے کسی زندہ یا مردہ شخص کا خفیہ عیب بیان کرنا اس کے عبرت ناک انجام کا تذکرہ غیبت میں شامل نہیں، مثلاً یوں کہنا فلاں شخص جھوٹ بولنے کا عادی ہے اس لئے کوئی اس کا اعتبار نہیں کرتا، فلاں شخص شرابی یا سود خور تھا، مرتے وقت اس کا چہرہ سیاہ ہو گیا، جس کی وجہ اس کے جنازہ میں شریک نہیں ہوا، وغیرہ مگر یاد رکھنا چاہئے کہ صرف لوگوں کو عبرت دلانا مقصود ہو، کسی کو ذلیل وخوار کرنا مقصد نہ ہو۔ و اللہ علیم بذات الصدور.

حاصل یہ ہے کہ اگر اللہ کے بندوں کی خیر خواہی یا کسی مضرت ومفسدہ کے انسداد کے لئے کسی شخص یا گروہ کی واقعی برائی دوسروں کے سامنے بیان کرنا ضروری ہو جائے، یا اس کے علاوہ ایسے ہی کسی شرعی اخلاقی وتمدنی مقصد حاصل ہونا اس پر موقوف ہو تو پھر اس شخص یا گروہ کی برائی بیان کرنا اس غیبت میں شامل نہیں ہوگا، جو شرعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے بلکہ بعض حالتوں میں تو یہ کار ثواب ہوگا۔

(تحفۃ مظاہر حق، معارف الحدیث)

غیبت کا علاج

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: استحضار اور ہمت اور بعد صدور، صاحب حق سے معاف کرا کر تدارک اور یہ جز واخیر سب اجزاء سے زیادہ موثر ہے، غیبت کا ایک عجیب وغریب عملی علاج یہ ہے کہ جس کی غیبت کرے اس کو اپنی اس حرکت کی اطلاع کر دیا کرے، تھوڑے دن اس پر مداومت سے انشاء اللہ یہ مرض دفع ہو جائے گا، اور فرماتے ہیں بے سوچے ہرگز کلام نہ کیا جائے، ہر کلام سے پہلے سوچنا چاہئے کہ اس کلام سے نقصان تو نہ ہوگا، انشاء اللہ اس سے بہت کچھ اصلاح ہو جائے گی۔

(بصائر حکیم الامت، عون الترمذی)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس بری بلا سے محفوظ فرمائے اور اس سے بچنا آسان فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

لڑکی کا منگیتر سے ملنا جلنا حرام ہے

ہمارے معاشرے میں ایک نہایت قبیح برائی یہ پھیلی ہوئی ہے کہ رشتہ طے ہوجانے کے بعد نکاح ہوئے بغیر منگیتر کو اپنی بیٹی کے سامنے کردیتے ہیں، خوب سمجھ لو کہ رشتہ طے ہوجانے کے بعد جائز نہیں ہے کہ جب تک نکاح نہ ہوجائے، ہونے والا داماد گھر میں گھسے، جب تک نکاح نہیں ہوجاتا وہ نامحرم ہے اور اس کے سامنے اپنی بیٹی کو پیش کرنا حرام ہے، گناہ کبیرہ ہے اور بے غیرتی بھی ہے، اگر آپ کو فکر ہے تو نکاح کردو، دومنٹ میں نکاح ہوجائیگا، نکاح کے بعد اب اپنی بیٹی کو اس کے سامنے بھیج دو، خالی رشتہ طے ہونے کے بعد کوئی شخص اپنی بیٹی سے ہونے والے داماد کو چائے نہیں بھیج سکتا، اس کے سامنے بے پردہ نہیں کرسکتا۔

لیکن میں یہاں دیکھ رہی ہوں، کہ رشتہ طے ہوگیا، ابھی نکاح نہیں ہوا اور بیٹیاں اس کے سامنے آرہی ہیں اور چائے بھی لئے جارہی ہیں اور ہنسی مذاق بھی کررہی ہیں اور تنہائی میں باتیں بھی کررہی ہیں بلکہ غضب ہے کہ اس کے ساتھ تنہا سفر پر بھی جارہی ہیں، کیا یہ گناہ کبیرہ نہیں ہے؟ یہ اللہ کے غضب کو دعوت دینا نہیں ہے؟ یہی وجہ ہے کہ آج جس کو دیکھو وہ پریشان ہے، ہر طرف پریشانی ہی پریشانی

ہے، مال بہت ہے، لیکن سکون نہیں ہے، دنیا میں گناہوں سے عیش حاصل کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے مرد اور عورت ہمیشہ پریشان رہتے ہیں۔ گناہ سے کسی کو سکون اور چین نہیں ملتا، چین اللہ جل شانہ نے اپنے ہاتھ میں رکھا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "الا بذکر اللہ تطمئن القلوب" دلوں کا اطمینان صرف اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہے۔

پس اے ایمان والو! مرد ہو یا عورت صرف اللہ ہی کی یاد سے تمہارے دل کو چین ملے گا "وی سی آر" سنیما، مردوں کے سامنے بے پردہ پھرنا، اپنی بیٹیوں کو کالجوں میں پہنچانا اور ان کا لڑکوں سے ہنسنا بولنا عذاب ہے، کسی کو چین نہیں ہے، نہ لڑکے چین سے ہیں نہ لڑکیاں چین سے ہیں۔

آپ غور فرمائیں طرح طرح کی بیماریاں، طرح طرح کی پریشانیاں اسی وجہ سے موجود ہیں، اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے اپنی اولاد کو دوزخ میں نہ بھیجیں، اس سے بڑھ کر ہماری کیا بداخلاقی ہوگی کہ خود تو حج کر کے جن بن گئیں اور ابا صاحب حاجی ابا بن گئے اور تسبیح بھی خوب چل رہی ہیں مگر اولاد وی سی آر اور ٹی وی پر ننگی فلمیں دیکھ رہی ہیں، لڑکے جس لڑکی کے ساتھ اور لڑکیاں جس لڑکے کے ساتھ چاہتی ہیں چلی جاتی ہیں، ہوٹلوں میں کھانا کھا رہی ہیں، پارکوں میں بھی جا رہی ہیں، طرح طرح کی بے پردگی کر رہی ہیں اور سب سے بڑا تو رونا یہ ہے کہ ابھی صرف منگنی ہوئی ہے یعنی شادی کی بات چیت ہوئی ہے، نکاح نہیں ہوا اور اس لڑکے کو اپنی بیٹی کے سامنے کرتے ہیں اور بات چیت کی اور گھومنے پھرنے کی اجازت دے دیتے ہیں، اب بتائیے یہ کتنا بڑا گناہ ہے؟ حرام ہے کہ کسی کی بیٹی اور بہن کو نکاح کے بغیر غیر آدمی دیکھے، اس کو گھر بلانا، اپنی بیٹی کو اس کے پاس ناشتہ وغیرہ دیکر بھیجنا کتنا بڑا جرم ہے، اگر آپ کو جلدی ہے تو ایک مولوی صاحب کو بلالو اور نکاح کر دو،

رخصتی چاہے دو سال بعد کرو، اگر آپ کے پاس زیور، کپڑے وغیرہ نہیں ہیں اور معاشرہ کا خوف ہے، مخلوق کا خوف ہے تو رخصتی بعد میں کرلو، مگر نکاح فوراً کر دو تا کہ آپ کی بیٹی کا اس لڑکے کے سامنے آنا جانا جائز ہو جائے، ساتھ رہنا اور گھومنا پھرنا، ملنا جلنا سب درست ہو جائے گا، پاکستان میں بھی یہی وبا چل رہی ہے۔

☆☆☆

دیور سے پردے کا حکم

شوہر کے بھائی یعنی دیور سے پردہ ضروری ہے، شوہر کے بھائی سے پردہ اتنا ضروری ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک عورت نے پوچھا کہ کیا ہم اپنے شوہر کے بھائی سے پردہ کریں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ شوہر کا بھائی تو موت ہے، موت۔ یعنی جتنا تم موت سے ڈرتی ہو شوہر کے بھائی سے بھی اتنا ہی ڈرو، بہت زیادہ احتیاط کرو، آج کل دیور سے پردہ نہ کرنے کے باعث بے شمار فتنے وفساد پیدا ہورہے ہیں، اور شوہر کا بھائی یہ سمجھنے لگتا ہے کہ آدھی بیوی میرے بھائی کی اور آدھی بیوی میری یعنی ففٹی ففٹی اپنا حق سمجھتا ہے۔ اسلام کے اندر اس بات کی کہاں گنجائش ہے، شوہر کے بھائی سے پوری احتیاط کرو، اس سے پردہ کرو اگر بھائی ناراض ہوتا ہے تو ہونے دو اللہ تعالیٰ کو راضی رکھو۔

سارا جہاں خلاف ہو پروا نہ چاہیے
پیش نظر تو مرضی جانا نہ چاہیے
ہر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا کرنا چاہیے کیا کیا نہ کرنا چاہیے

مردوں کو چاہئے کہ اپنی بیویوں کو اپنے بھائی کو نہ دیکھنے دیں، اور بھائی کی ناراضگی کی پرواہ نہ کریں کیوں کہ خون کا رشتہ تو آپ سے ہے نہ کہ بھاوج سے اور آپ صلہ رحمی کا حق ادا کر رہے ہیں تو پھر شکایت کیسی؟ اسی طرح بیوی کی بہن سے پردہ کا حکم ہے، شوہر کو یہ حکم ہے کہ اپنی بیوی کی بہن، جس کو سالی کہتے ہیں، اس سے پردہ کریں اور اس کو بے پردہ سامنے نہ آنے دیں اور سالی عموماً کم عمر ہوتی ہے، اس کے عشق میں مبتلا ہو کر کتنے لوگ فتنے میں مبتلا ہو گئے ہیں، اس لئے شوہر پر بھی فرض ہے کہ جب بیوی کی بہن آئے تو اس سے پردہ کرے اور اس سے ہنسی مذاق نہ کرے، یہ سب گناہ کبیرہ ہے اور حرام بھی ہے، وہ اپنی بہن کے ساتھ رہے اور بہنوئی کے سامنے نہ آئے اور اگر بیوی کہیں چلی گئی تو بیوی کی بہن کے ساتھ تنہائی جائز نہیں ہے اور ایسا باریک لباس پہننا جس سے سینہ "کمر" یا ٹانگیں نظر آئیں، ایسا لباس پہننا حرام اور گناہ کبیرہ ہے، اور ہاں دیکھو چچا زاد بھائی، خالہ زاد بھائی اور ماموں زاد بھائی اور پھوپھی زاد بھائی ان سب سے پردہ کرنا واجب ہے، اگر آپ کے پردہ کرنے سے خاندان میں کوئی ناراض ہو جائے تو ناراض ہو جانے دو، بس اپنے اللہ کو راضی رکھو اور عورتوں کو پنڈلی کھولنا حرام ہے، آج کل لڑکیاں کرتا تو لمبا پہن رہی ہیں لیکن پنڈلیاں کھلی رہتی ہیں، حالانکہ عورتوں کا ٹخنہ بھی چھپنا چاہئے اور مردوں کے لئے کھولنا واجب ہے اور ٹخنہ چھپانا حرام ہے اور عورتوں کے لئے یہ حکم ہے کہ اپنا ٹخنہ چھپائے رکھیں، جن کی پنڈلیاں کھلی ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی لعنت میں مبتلا ہیں، خدا کا عذاب کسی وقت پڑسکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسلام پر زیادہ سے زیادہ عمل کرنے والی بنائے اور اس کے مطابق زندگی گزارنے والی بنائے۔ آمین!

☆☆☆

مسلمان خاتون کا زیور

مسلمان خاتون کا اصل زیور یہ پائل اور چوڑی نہیں ہے مسلمان خاتون کا زیور تقویٰ ہے، مسلمان خاتون کا زیور شرم وحیا ہے، مسلمان خاتون کا زیور عفت و پاک دامنی ہے، مسلمان خاتون کا زیور اطاعت خداوندی ہے۔ان زیوروں سے ہم اپنی زندگی کو سنواریں، ہماری زندگی میں تقویٰ وطہارت ہو، ہماری زندگی میں شرم وحیا ہو، ہماری زندگی میں خوف خدا ہو، ہماری زندگی میں نبی کی محبت ہو، فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی محبت ہو، ہم ان ہی کے نقش قدم پر چلیں، ہم زمانے کو دیکھ کر نہ چلیں، ماحول اور فیشن کو دیکھ کر نہ چلیں۔

مسلمان خاتون کی زندگی کیسی ہو؟

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان عورت کو ایسا شرم وحیا کا لباس پہنایا تھا جس سے اس کا سارا بدن ڈھک جائے، اس کے بدن کا کوئی عضو کھلا نہ رہ جائے، ایسا دوپٹہ اڑھایا تھا جس سے اس کا سر ڈھک جائے، اس کا بال چھپ جائے، گردن

چھپ جائے، یوں کہہ لیجئے کہ ایک مسلمان عورت کی زندگی کیسی ہونی چاہئے، یہ سب کچھ اللہ کے رسول ﷺ نے سکھا دیا تھا۔

حضور ﷺ نے ایک مرتبہ اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا، فاطمہ بتا! عورت کی بھلائی کس چیز میں ہے؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ عورت کی بھلائی اس میں ہے کہ کوئی عورت پرایا مرد کو نہ دیکھے اور کوئی مرد پرائی عورت کو نہ دیکھے اسی میں عورت کی بھلائی ہے۔

عورت کو پردہ میں رہنا چاہئے

اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے مسلمان عورت کو بڑے اونچے مقام پر پہونچایا، کی ہر چیز کو قیمتی ٹھہرایا، اسی لئے اس کو پردہ میں رہنے کا حکم فرمایا، جو چیز قیمتی ہوتی ہے اس سے چھپایا جاتا ہے، سونا قیمتی ہوتا ہے، چاندی قیمتی ہوتی ہے، اس کو چور، ڈاکو سے چھپا کر رکھا جاتا ہے، جو چیز قیمتی نہیں ہوتی وہ چھپائی نہیں جاتی۔

عورت کیسے بولے؟

آپ ﷺ نے فرمایا آہستہ بولو، تیری آواز کسی پرائے مرد کے کان میں نہ پڑ جائے، یہاں تک کہ فرمایا کہ اگر قرآن کی تلاوت کر رہی ہو تو آہستہ آواز سے پڑھو۔

عورت کیسے چلے؟

اللہ کے پیارے نبی ﷺ نے فرمایا ہلکے پیر چلو کہیں ایسا نہ ہو کہ تو زور سے پیر زمین پر رکھے اور پیروں کے پائل سے کوئی آواز نکل کر مرد کے کان میں پہنچ جائے اور اس کی نگاہ تجھ پر پڑ جائے، اللہ کے نبی ﷺ نے اس کو برداشت نہیں کیا اس لئے فرمایا ہلکا قدم رکھو۔

عورت زیب وزینت کیسے کرے؟

اللہ کے رسول ﷺ نے زینت بھی سکھائی اور اس کی حفاظت کرنا بھی سکھایا، آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ کی بندی اپنی زینت اور سنگار کو پرائے مرد سے چھپاؤ، تیرا سنگار تیرے شوہر کے لئے ہے، آپ ﷺ نے فرمایا جو عورت دوسروں کو دکھانے کے لئے زینت اختیار کرے گی اللہ اس کو آگ کا لباس پہنچائیں گے، جو عورت تنگ لباس پہنے گی اللہ اس کو آگ کا لباس پہنائیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے مطابق لباس پہننے والی بنائے۔ آمین!

☆☆☆

شیطان کے باجے

آج کل کی (زیادہ تر) عورتوں کو فیشن کا ایسا بھوت سوار ہے کہ وہ شریعت کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی طبیعت پر چل رہی ہیں، گویا کہ شریعت ہمارے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی، ہم اس کام کو کرنا پسند کرتے ہیں جو آج کل ہو رہا ہے، جو فیشن میں ہے، اب لباس ہی کو کوئی لے لیجئے کہ ان میں گھنگرو لگنے لگے ہیں، کسی نے خوبصورتی کے لئے آستین پر لگائے، کسی نے چوڑی دار یا پائجامہ میں گھنگرو لگائے، کیا ہمارا دین ہمیں یہی سکھاتا ہے؟

قارئین کرام غور فرمائیں کہ بجنے والا زیور اور گھنگرو اور گھنٹیاں شیطان کو پسند ہیں، اور یہ شیطان کے باجے ہیں، جب ان میں سے آواز نکلتی ہے تو وہ خوش ہوتا ہے اور جہاں ایسی چیز ہوتی ہیں وہاں رحمت کے فرشتے داخل نہیں ہوتے۔

فقہاء کرام نے لکھا ہے کہ ایسا زیور جس کے اندر خول میں بجنے والی چیزیں پڑی ہوئی ہوں اس کے پہننے کی شرعاً اجازت نہیں ہے۔

سوچنے کا مقام ہے کہ جب بجنے والے زیور کی اتنی ممانعت آئی ہے تو کپڑوں میں بجنے والی چیزوں کا لگانا کتنے گناہ کی بات ہے۔

چنانچہ حضرت لبابہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حاضر تھی، اس وقت یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک عورت ایک لڑکی کو ہمراہ لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اندر آنے لگی، وہ لڑکی جھانجی پہنے ہوئے تھی، جن سے آواز آ رہی تھی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب تک اس کے جھانجن نہ کاٹے جائیں میرے پاس اسے ہرگز نہ لانا، میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس گھر میں گھنٹی ہو اس میں (رحمت) کے فرشتے داخل نہیں ہوتے"۔ (مشکوۃ،ص:۳۷۹)

دوسری حدیث میں ہے کہ گھنٹیاں شیطان کے باجے ہیں۔ (مشکوۃ،ص:۳۳۸)

ایک اور حدیث میں ہے: ہر گھنٹی کے ساتھ شیطان ہوتا ہے"۔ (مشکوۃ،ص:۳۷۹)

حضرت ابوامامہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ گھنگروؤں کی آواز ایسے ہی ناپسند کرتا ہے جیسے گانے کی آواز اور اللہ تعالیٰ گانے والے کو ویسی ہی سزا دیگا جیسی کہ وہ موسیقی سے شغف رکھنے والے کو دے گا اور آواز والے گھنگرو تو صرف وہی عورت پہن سکتی ہے جو اللہ کی رحمت سے دور ہو"۔ (فردوس دیلمی)

اس لئے خواتین کو ایسے زیور اور لباس سے بہت بہت بچنے کی ضرورت ہے جس میں گھنگرو ہوں یا جس میں اس طرح کی آواز ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اللہ اور پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات پر چلنے والا بنائے، اور جن باتوں سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے ہیں ان سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

☆☆☆

بدنظری کے نقصانات

دوستو! بت پرستی چھوڑ دو، خبردار! اپنی نظروں کو خراب مت کرو، یہ حسین چلتے پھرتے بت ہیں، ان کو دل سے نکال دو ورنہ نبی کی بددعا لگ جائے گی، کیا بددعا ہے نبی کی؟ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: "لعن الله الناظر والمنظور اليه" (مشکوٰۃ:۲۷۰)

اللہ تبارک وتعالیٰ اس پر لعنت فرمائے جو اپنی نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتا، جو بدنظری کرتا ہے اور جو خود کو بدنظری کے لئے پیش کرتا ہے۔ یعنی ناظر اور منظور دونوں پر نبی کی لعنت ہے۔

ذرا نظر بازی کرتے ہوئے اس حدیث کا خیال کیا کرو اور سوچا کرو کہ میں نبی کا عاشق اور اس کا نام لیوا ہوں۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ بدنظری کرتے کرتے مر جاؤ گے مگر کسی حسین کو نہیں پاسکو گے عزت وآبرو الگ جائے گی۔

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہے تھے، فرماتے ہیں کہ سامنے دوسری ریل آ کر کھڑی ہوگئی، میرے ڈبہ میں میرے سامنے ایک نوجوان نظر کا مریض تھا، دوسری ریل میں ایک شادی شدہ جوڑا پنجاب کا تھا، یہ جوان بار بار اس کی بیوی کو دیکھ رہا تھا، وہ پنجابی تگڑا تھا، اس نے گالی دے کر کہا: "او خبیث کے

بچے! کیوں بار بار میری بیوی کو دیکھتا ہے؟ ہزار دفعہ دیکھ لے پائے گا کچھ نہیں، رات کو میرے ہی پاس سوئے گی۔ دیکھو گناہوں سے ہمیشہ ذلت ملتی ہے اور تقویٰ سے عزت ملتی ہے، بدنگاہی سے سوائے گالی کے اور کیا ملا؟ اس لئے نظر بازی سے باز رہو، اپنے گھر کی چٹنی روٹی پر خوش رہو، جس کے پاس چٹنی روٹی بھی نہ ہو، مان لو شادی نہیں ہوئی یا بیوی مر گئی، اب کوئی پوچھتا نہیں تو کیا کرے؟ ایک بڈھے سے کسی نے کہا جب بیوی مر گئی تو دوسری شادی کیوں نہیں کی؟ بڈھے نے کہا: بات یہ ہے کہ میں کسی نوجوان لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں تو وہ مجھے بڈھا کہہ کر (Rejcet) کر دیتی ہے اور جب کوئی بڈھی راضی ہوتی ہے تو اس کو میں (Rejcet) کر دیتا ہوں دونوں طرف سے (Rejected) ہو جاتے ہیں تو ایسے لوگوں کا علاج یہی ہے کہ اس آیت پر ایمان لاؤ (الیس اللہ بکاف عبدہ) کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ ہزاروں اولیاء اللہ ایسے ہوئے ہیں جن کی شادی نہیں ہوئی یا مجبوراً نہیں کر سکے تو یہ عرض کر رہا ہوں کہ بدنظری کے گناہ کے باعث بہت سے لوگ خانقاہ میں رہ کر بھی ولی اللہ نہیں ہو سکے، مولانا رومی اس کی وجہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک گھر میں دو چور گھس گئے، اس زمانے میں چراغ نہیں ہوتا تھا پتھر سے پتھر رگڑ کر روئی کی بتی جلا کر روشنی حاصل کیا کرتے تھے، گھر والے کو آہٹ محسوس ہوئی تو اس نے پتھر رگڑا تو ایک چور نے اس پر انگلی رکھ دی، گھر والا جب بھی پتھر رگڑ کر روئی کی بتی جلاتا چور اس پر انگلی رکھ دیتا جس سے روشنی بجھ جاتی، اس طرح چوروں کو خوب موقع ملا مال لوٹنے کا، اسی طرح بہت سے سالک، ذاکر تہجد سے، تلاوت سے بزرگوں کی صحبت سے قلب میں نور پیدا کرتے ہیں لیکن شیطان اس نور پر انگلی رکھ دیتا ہے یعنی کسی گناہ میں مبتلا کر کے طاعات کے نور کو بجھاتا رہتا ہے، اسی کیلئے یہ دعا ہے: "ربنا اتمم لنا نورنا" دوستو! ہمت کر لو، اللہ کے نام پر یہ عزم کر لو کہ اللہ کو کبھی

ناراض نہیں کریں گے، اللہ کے نام پر گناہ چھوڑنے کا وعدہ کرلو، یہی ہمارا اللہ کیلئے سوال ہے، یہی ہمارا چندہ ہے، اور گناہ سے کچھ فائدہ نہیں، ایک دن مرنا ہے، آپ بتایئے مرنے کے بعد کوئی انسان گناہ کرسکتا ہے؟ تو مرنے کے بعد جو گناہ مجبوراً چھوڑنے والے ہو زندگی میں اپنے اختیار سے چھوڑ کر انعام ولایت لے لو۔ جیتے جی اللہ پر فدا ہو جاؤ، مردہ کیا اللہ پر فدا ہوگا؟ جیتے جی اللہ پر فدا ہو جائے، پھر دیکھو اللہ کیا نوازش کرتا ہے، پورے عالم میں دھوم مچادے گا، تم اپنے کو چھپاتے پھرو گے، سارا عالم تمہارے تقویٰ کی خوشبو کے پیچھے پھرے گا، اللہ تعالیٰ بھی اپنا قرب اس ظالم کو عطا نہیں فرماتے جو نگاہوں کی حفاظت نہیں کرتا، قلب کی حفاظت نہیں کرتا۔

بھروسہ کچھ نہیں اس نفسِ امارہ کا اے زاہد
فرشتہ بھی ہو جائے تو اس سے بدگمان رہنا

☆☆☆

بحمد اللہ تعالیٰ
''گناہوں کے انبار''
جلد اوّل
تکمیل کو پہونچی

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ و آلہ و اصحابہ اجمعین
برحمتک یا ارحم الراحمین والحمد للہ رب العلمین

☆☆☆

شیخ طریقت حبیب الامت حضرت مولانا ڈاکٹر حکیم محمد ادریس حبان رحیمی ایم ڈی حفظہ اللہ

کی مزید تالیفات

۱	خوابوں کی تعبیر اور ان کی حقیقت	جلد اول ودوم (سوم زیر طبع)
۲	انوار السالکین	
۳	انوارِ طریقت	
۴	تصوف کی حقیقت	
۵	سفرنامہ جنوبی ہند تا جنوبی افریقہ	
۶	مفتاح الصلوٰۃ	
۷	ملفوظات حبیب الامت حفظہ اللہ	دوجلدیں
۸	سوانح حاذق الامت رحمۃ اللہ علیہ	
۹	پیارے نبی کی پیاری دعائیں	
۱۰	خطباتِ رحیمی	دس جلدیں
۱۱	خطباتِ حبان برائے دخترانِ اسلام	دس جلدیں
۱۲	تفسیری خطباتِ حبان	دوجلدیں
۱۳	خطباتِ رمضان المبارک	چارجلدیں
۱۴	طالبات تقریر کیسے کریں؟	دس جلدیں
۱۵	خواتین کے لئے منتخب تقاریر	
۱۶	خواتین کے لئے اصلاحی تقاریر	
۱۷	مستورات کے لئے انقلابی تقاریر	
۱۸	الحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم	
۱۹	زیاراتِ حرمین شریفین	
۲۰	مجالس رحیمی	
۲۱	فیضانِ گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ	
۲۲	اسرارِ طریقت	(زیر طبع)
۲۳	انجمن دیندار چن بسویشور امسلمان نہیں	
۲۴	رمضان المبارک کے مسائل وفضائل	
۲۵	مجرباتِ حبانی	

☆☆☆

تفسیری خطباتِ حبان

''تفسیری خطباتِ حبان'' قرآنِ مجید کی منتخب آیات کا ترجمہ اور قصاصِ قرآن وخلاصۂ تفسیر کا عام فہم مجموعہ ہے، جس میں عربی خطبہ کے بعد حضرت سیماب اکبرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کے منظوم ترجمۂ قرآن سے آیات کے اردو اشعار بھی لگائے گئے ہیں، اسی طرح علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے منتخب اشعار اور چند قرآنی قصائص بھی جا بجا لائے گئے ہیں۔ تا کہ سامع کے لئے نشاۃ اور دلچسپی کا باعث ہو۔

592 صفحات پر مشتمل یہ کتاب ائمہ، واعظین، خطباء، مبلغین اور تازہ واردان بساطِ تفسیر کے لئے مختصر وقت میں منزل مطلوب تک پہونچ جانے کے لئے بیش قیمت زادِ راہ ہے۔ قیمت..........

زیاراتِ حرمین شریفین

''زیاراتِ حرمین شریفین'' ایک ایسی جامع کتاب ہے جس میں نہ صرف حج وعمرہ کا طریقہ بلکہ تمام اوراد و وظائف، مسنون اور مستحبات ادعیہ، مقاماتِ مقدسہ کی نشاندہی، تاریخی پس منظر، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عملاً طریقۂ کار، دلائل ومسائل، قصائص قرآنی واحادیثِ نبوی، درود وسلام، مناجات وادعیہ اور آدابِ حرمین مفصل بیان کئے گئے ہیں، اس کتاب کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس میں جدید سائنسی تحقیقات وغیرہم شامل کی گئی ہیں غرض 400 صفحات پر مشتمل یہ مجموعہ زائرین حرمین شریفین کے لئے ایک ایسا دفتر ہے جس میں وہ اپنی تمام تشنگی کو بجھا سکتے ہیں۔

قیمت..........